Street No. 12 Bazar No. 2 Raza Abad Faisalabad.
Ph:041 - 612853 ,Mobile : 0300 - 9650136

اذا کان یوم القیمۃ کنت امام النبیین وخطیبھم
(مشکوٰۃ شریف)

حصہ دوم

الخطیب

قاری محمد امین نعیمی

مکتبہ نعیمیہ رضویہ
سُنّی رضوی جامع مسجد رضا آباد فیصل آباد

کتاب ــــــ الخطیب حصہ دوم
مصنف ــــــ قاری محمد عبد الدین نعیمی
کتابت ــــــ محمد عاشق حسین ہاشمی

اشاعت ــــــ ایک ہزار
صفحات ــــــ ۳۰۴
بار اوّل ــــــ ربیع الاوّل ۱۴۰۳ھ ہجری
ھدیہ ــ 90روپے
طابع ــــــ الرفیق افضال پرنٹنگ پریس
باہتمام ــــــ حافظ محمد رفیق صاحب

کوڈ نمبر ــــــ 25Mo2

رابطہ:

صاحبزادہ قاری محمد نعیم الدین نعیمی
موبائل نمبر 0300-9650136

انتساب

بصد عجز و نیاز امیر المومنین، امام المتقین، سلطان الاولیاء، سرتاج الاصفیاء، تاجدار ہل اتیٰ، مشکل کشا، شیرِ خدا، سیدنا و مولنا و مرشدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام۔

نذر

بحضور پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، مرشدِ حقانی، عکسِ لاثانی، حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی زیبِ آستانۂ عالیہ علی پور سیداں شریف (ضلع سیالکوٹ)

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

گدائے کوچۂ لاثانی

قاری محمد الدین نعیمی
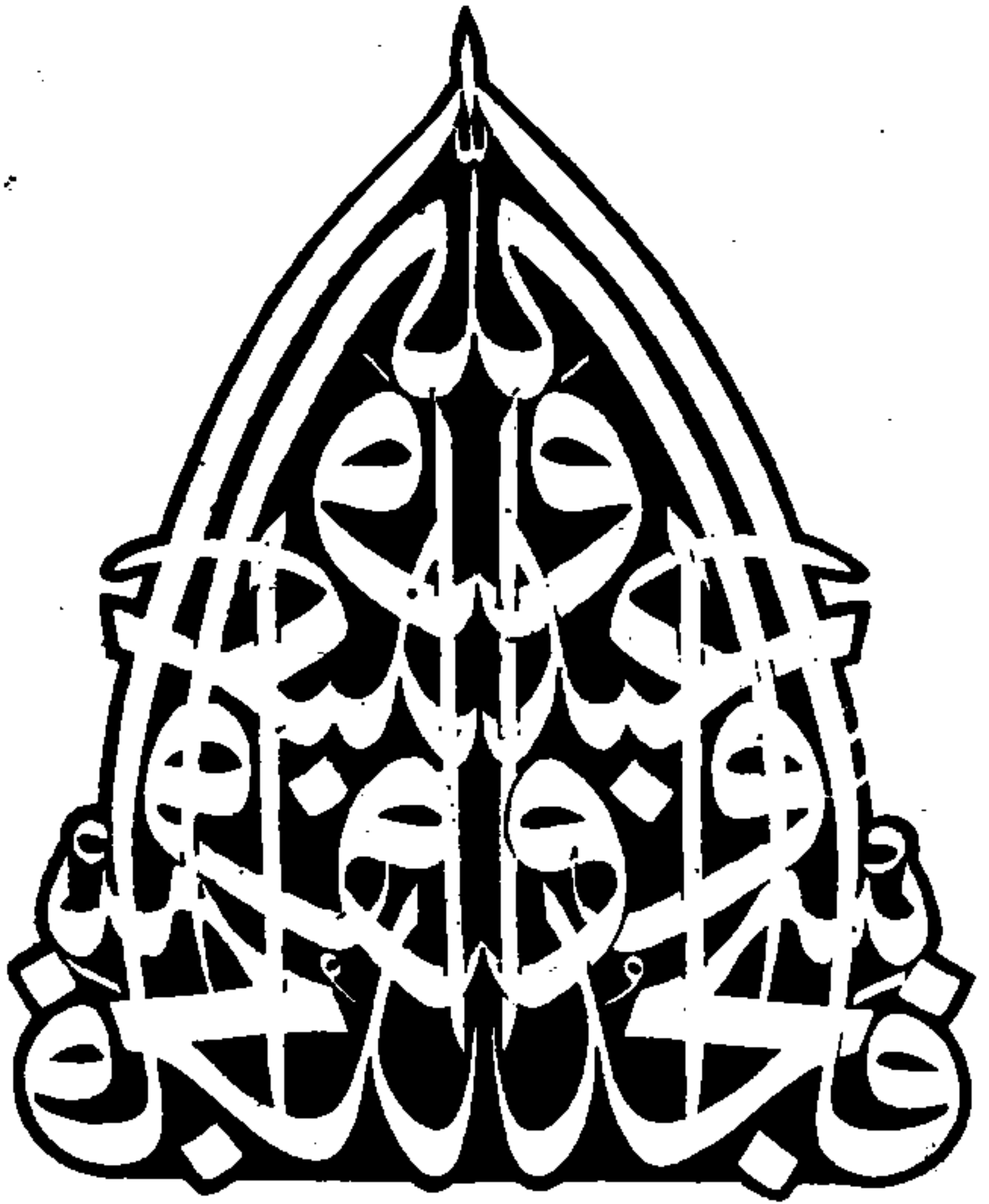
پس خدا کے واسطے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ القرآن

نقشِ اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۔ نَبِیِّنَا وَمَوۡلٰنَا مُحَمَّدٍ عَبۡدِ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاہِرِیۡنَ ۔ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ وَمَنۡ تَبِعَہُمۡ بِاِحۡسَانٍ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۔ اَمَّا بَعۡدُ

بفضلِ ایزدِ متعال، ربِّ ذوالجلال والاکرام، بفیضانِ کرمِ رسولِ انام، علیہ الصلوٰۃ والسلام "الخطیب" کا حصہ دوم آپ کے سامنے ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جلد ہٰذا کی اشاعت اور حسنِ مضامین میں مجھ سے زیادہ میرے قارئین کرام کی پذیرائی کا حصہ ہے تو ہرگز غلط نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ حضراتِ اہلِ علم و دانش بالخصوص اور عامۃ الناس اہلِ سنت و جماعت نے بالعموم "الخطیب" کی جلد اوّل کو پسندیدگی کی سند عطا فرما کر مجھے آگے بڑھنے کا جو جذبہ و حوصلہ بخشا، وہی اس دوسری جلد کی صوری اور معنوی خوبیوں کا محرک بنا۔

میں اس سلسلہ میں اپنے تمام قارئین کرام کے لیے بالواسطہ طور پر سراپا تشکر ہوں، جنہوں نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور بلاواسطہ اظہارِ تشکر کے لیے میں سب سے پہلے اپنے معبودِ عظیم و کریم جل و علا کے حضور سربسجود ہوں۔ بعد ازاں میں تاجدارِ انبیاء و مرسلین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کے حضور سپاس گزار ہوں کہ جن کی بے پایاں رحمتوں نے مجھ جیسے حقیر ترین ذرّے کو شعاعِ آفتاب بنا دیا۔

خداوندِ عالم اور رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور جبینِ عقیدت خم کرنے کے بعد میں اپنے مرشدِ حقانی، نقشِ لاثانی حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کا تہِ دل سے ممنون احسان ہوں کہ جن کی نگاہِ محبت نے مجھ ناچیز کو اتنا نوازا کہ نوازنے کا حق ادا کر دیا۔

اس کے بعد جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں، اپنے ان کرم فرماؤں کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں، جنہوں نے میری تصنیفِ اول "الخطیب" کو اس قدر پذیرائی بخشی کہ اس کے نہ صرف دو ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ خرید لیے، بلکہ دوسری جلد کا اشتہار دیکھ کر اس شدتِ محبت سے مطالبہ کیا کہ میں چکرا کر رہ گیا۔

شاید آپ کو میرا چکرا کر رہ جانے کا جملہ کچھ عجیب سا معلوم ہو، مگر فی الواقع حقیقت بھی یہی ہے، کیونکہ میری مصروفیات ہی کچھ ایسی ہیں کہ فوری طور پر کسی اچھی تصنیف کا اہتمام کرنا میرے لیے ناممکن تو نہیں، انتہائی مشکل ضرور تھا۔

مستقل خطابت و تدریس کی ذمے داریوں کے ساتھ ساتھ ملک کے طول و عرض میں ہونے والی اہلِ سنت و جماعت کی محافل و مجالس میں شرکت اگر اس پر مستزاد ہو تو آپ خود ہی اندازہ فرما سکتے ہیں کہ کسی اچھی اور کار آمد تصنیف و تالیف کے لیے کتنا وقت درکار ہوگا؟

بہر کیف، خداوندِ قدوس کے فضل و عنایت اور حضور رسالت مآب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانی اور قارئین کرام کی قدردانی، محبت آمیز دعائیں اور شدتِ طلب ہی کتابِ ہذا کو معرضِ وجود میں لانے کا اصل سبب ہے۔

بایں ہمہ! میں پوری ایمانداری اور کامل دیانت داری سے اعترافِ حقیقت کا معترف ہوں کہ مجھے کوئی بہت بڑا عالمِ دین ہونے کا اعزاز حاصل نہیں، تاہم علمائے کرام کی کفش برداری کا شرف ضرور حاصل ہے، اور فی الواقع یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے

اور میں اس پر جتنا بھی ناز کروں کم ہے۔ اس لیے کہ علمائے حق ہی حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقی وارث، یعنی میراثِ علم کے وارث ہیں۔ انہیں کے صدقہ اور توفیقِ ایزدی سے یہ سعادت نصیب ہوئی۔

خداوندِ کریم جل وعلا کی بارگاہِ اقدس میں دُعا ہے کہ مجھے علمائے حق کا کفش بردار بنائے رہنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور میری اس سعیٔ جمیل کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔

آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ یا رب العالمین۔

طالبِ دُعا

قاری محمد الدین نعیمی

خطیب سُنّی رضوی جامع مسجد رضا آباد۔ فیصل آباد

مدرس دارالعلوم فردیہ رضویہ گلبرگ اے۔ فیصل آباد

۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ ہجری

فہرست

رجب المرجب

شعبان المعظم

تاجدار ہل اتیٰ کرم اللہ وجہہ

شوال المکرم

ذیقعدہ

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

حبیب امت ہے او لا لا اللہ

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ○ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ○ نُوْر لَکَ النُّوْرُ ○ وَبِکَ النُّوْرُ ○ وَمِنْکَ النُّوْرُ ○ نُوْرَ النُّوْرُ ○ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرِہٖ وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارِکْ وَ سَلِّمْ اَبَدًا اَبَدًا ○ اَمَّا بَعْدُ ○ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ○ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ○

سنانے اپنی بربادی کے افسانے کہاں جاتے
تیرا در چھوڑ کر خواجہ یہ دیوانے کہاں جاتے
ہمیشہ بھیک ہم نے تو اس چوکھٹ سے پائی ہے
ہم اپنا دامن امید پھیلانے کہاں جاتے
تمہارے سر پہ خواجہ تاج ہے مشکل کشائی کا
ہم اپنی الجھنیں اور دل میں سلجھانے کہاں جاتے
جبینوں پر نہ ہوتا نقش گر اس آستانے کا
غلامان معین محشر میں پہچانے کہاں جاتے

حضرات محترم یہ ماہ مکرم رجب المرجب شریف ہے۔ اس کی چھ تاریخ؛ حضرت خواجہ خواجگان قبلہ چشتیاں مرکز عاشقاں مطلع سالکاں مقتدء عارفاں ہند ولی سرتاج ولایت عطائے میر حجاز سراپا سوز و گداز خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا عرس سراپا قدس ہوتا ہے۔ اس موقع پر آپ کے مزار پر انوار پر لاکھوں عقیدت مند اپنی جبینیں جھکانے حاضر ہوتے ہیں۔ بندگان دین اولیاء کاملین علماء کرام صوفیا عظام فقرا اتقیاء کا ایک عظیم اجتماع ہوتا ہے۔ سب کے سب خواجہ غریب نواز کے حضور اپنے اپنے رنگ میں عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ خواجہ غریب نواز کی چوکھٹ پر کوئی یاد خدا میں مصروف ہے اور کوئی ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول کوئی شوق و ذوق سے کتاب اللہ کی تلاوت میں محو ہے کوئی عالم وجد و کیف میں پروانہ وار جھوم رہا ہے کوئی مستانہ وار عشق و مستی میں گم ہے کوئی ذکر و فکر میں مست ہے کوئی سوز و گداز سے سرشار ہے۔ رحمت خداوندی کی برسات ہو رہی ہے اس لئے کہ

عرس ہے اج شہنشاہ اجمیر دا ست ساری دی ساری فضا ہو گئی
دولہا بنیا اے حیدر دا لخت جگر ہر کلی کھل کے نغمہ زن ہو گئی
میرے مولا دی ویکھو عنایات نوں چڑھیاں خوشیاں نے ارض و سماوات نوں
برکتاں دین خواجہ دی بارات نوں آمد سرور انبیاء ہو گئی
چھا گیا اے زمانے تے ابر کرم، تخت زریں تے خواجہ نے رکھے قدم
چشتیاں دی اے اج عید رب دی قسم ہر خوشی اے اج انتہا ہو گئی
میرے خواجہ دے صدقے نے سج دے پئے ڈنکے اج چشتیاں دے نے وجدے پئے
بھکے منگتے ہزاراں نے رج دے پئے ہر سوالی تے نظر سخا ہو گئی

آپ کے آستانہ عالیہ پر آتے ہوئے سائلوں کی جھولیاں گوہر مراد سے بھر رہی ہیں۔ بے مرادوں کو مرادیں اور بے اولادوں کو اولادیں مل رہی ہیں دکھیوں کے دکھ دور ہو رہے ہیں، حاجت مندوں کی حاجت روائی، مصیبت زدوں کی مشکل کشائی ہو رہی ہے۔ طالبان معرفت و حقیقت کے قلوب منور ہو رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ملائکہ کرام بھی حاضر دربار ہو کر مسرور ہو رہے ہیں۔ اس سے کہ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔

وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ يُزَفُّ اِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تُزَفُّ الْعَرُوْسُ اِلٰی بَيْتِ زَوْجِهَا فُتِحَ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ بَابَانِ اِلَى الْجَنَّةِ وَجَعَلَ اللّٰهُ قَبْرَهٗ مَزَارَ مَلَائِكَةِ رَحْمَةٍ

تفسیر کبیر صفحہ ۳۹۴، روح البیان ۴۴۳

اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فوت ہوا وہ جنت میں اس طرح جائے گا جس طرح دلہن بنکر اپنے خاوند کے گھر جاتی ہے اور اس کی قبر میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی قبر کو رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بنا دیا۔

حضرات محترم اس فرمان عالیہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کی آل اطہار سے محبت رکھتا ہے جب وہ اس دار فانی سے رخصت ہوتا ہے تو قبر میں اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی قبر کو رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بنا دیتا ہے۔

حضرات محترم خواجہ غریب نواز تو کشتہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان کی آل اطہار سے جو محبت کا ملہ تھی اس کا اعلان آج بھی آپ کا یہ شعر کر رہا ہے جو انہوں نے سید الشہداء شہید کربلا راکب دوش مصطفےٰ امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھا تھا۔

شاہ ہست حسین، بادشاہ ہست حسین
دیں ہست حسین دین پناہ ہست حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید!
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسین

حضرات محترم جب محب رسول و آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر زیارت گاہ ملائکہ کرام بن جاتی ہے تو آپ فیصلہ فرمائیں جو محب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو اور محب آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو اور خود بھی آل رسول ہو تو پھر اس کا مزار پرانوار کیوں نہ زیارت گاہ نوریاں بنے گا۔ اور پھر جہاں ذکر خدا اور ذکر مصطفےٰ ہو رہا ہو، جہاں رحمت کے فرشتے جلوہ گر ہوں تو پھر وہ مقام جنت نہیں تو اور کیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں پاکیزہ لوگوں کی زندگی کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى	اور جو عمل کرے اچھے مرد ہو یا عورت،
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً	اور ہو وہ مومن، ہم اُسے اچھی زندگی
طَيِّبَةً ط (پ ۱۴ ع ۱۹)	جلائیں گے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں جو بھی اچھا عمل کرے گا ہم اسے حیات طیبہ عطا فرما دیں گے مگر اچھا عمل قبول اس کا کیا جائے گا جس کا دل نور ایمان سے منور ہو گا۔ جس کا دل محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہو گا۔ بغیر ایمان کے چاہے کوئی کتنی ہی عبادت و ریاضت کرے، تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرے۔ صدقات و خیرات ادا کرے اس کی تمام عبادتیں ریاضتیں بے کار، اس کے صدقات و خیرات نا مقبول اور بے سود ہیں۔

حضرات محترم قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کئی مقامات پر اعمال صالحہ کے اجر و ثواب کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (پ ۱ ع ۳)

اور خوشخبری سنا دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے یہ کہ ان کے لیے جنتیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (پ ۲۶ ع ۱۲)

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (پ ۳۰ ع ۲۸)

اور قسم ہے زمانے کی کہ بے شک انسان خسارے میں ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل نیک کیے ایک دوسرے کو نصیحت کرنے میں حق کی اور نصیحت کرتے صبر کی

حضرات محترم ان آیات مقدسہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نیک عمل کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری دی اُن سے وعدہ اجر و مغفرت فرمایا۔ انہیں جہاں میں کامیابی کا مژدہ سنایا۔ مگر دیکھیے عمل صالحہ کے ذکر سے ایمان کے ذکر کو مقدم بیان کر کے یہ بتایا کہ عبادت و ریاضت اُن کی قبول ہو گی جو صاحب ایمان ہوں گے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے کہ جو نیک عمل کرے گا ہم اسے حیات طیبہ یعنی اچھی زندگی عطا فرمائیں گے۔ آیئے تفاسیر کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ حیات طیبہ کسے کہتے ہیں۔ صاحب تفسیر فتح القدیر حیات طیبہ کے تحت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

هِيَ الْمَعْرِفَةُ بِاللّٰهِ۔ (فتح القدیر ...) حیات طیبہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی معرفت ہے

صاحب تفسیر ابن جریر حضرت ضحاک رضؓ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

يَأكُلُ حَلَالاً وَيَلْبَسُ حَلَالاً — جس کو حیاۃ طیبہ ہو جاتی ہے تو پھر وہ کھانا حلال ہے اور پہننا حلال ہے۔

(تفسیر ابن جریر للطبری صہ ۱۱۴)

صاحب تفسیر خازن حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً هِيَ الْجَنَّةُ — حیات طیبہ جنت کی زندگی ہے۔

(تفسیر خازن صہ ۹۲ جلد ۴)

صاحب تفسیر روح المعانی حضرت شریک کا قول نقل فرماتے ہیں۔

وَقَالَ شَرِيْكٌ هِيَ حَيَاةٌ فِي الْبَرْزَخِ فَقَدْ جَاءَ اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ۔ (روح المعانی ج۴ ص۲۰۶) — اور حضرت شریکؓ نے فرمایا احیاۃ طیبہ وہ برزخ کی حیاتی کہ تحقیق آیا ہے قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے

حضرات محترم ان مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال سے یہ معلوم ہوا کہ جو مومن لوگ اعمال صالحہ کرتے ہیں انہیں حیاۃ طیبہ حاصل ہوجاتی ہے۔ یعنی دنیا میں انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے۔ وہ عارف باللہ بن جاتے ہیں پھر اُن کا کھانا پینا اور پہننا حلال ہوجاتا ہے اور جب اس دار فانی سے رخصت ہوتے ہیں تو ان کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہے۔

حضرات محترم یہی وجہ ہے کہ صالحین کی قبور رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بن جاتی ہے اور اہل ایمان اولیاء کرام کے مزارات کی حاضری دیتے ہیں اور پھر جب ان کے وصال کا دن آتا ہے تو اس دن عرس مناتے ہیں۔ عرس کے معنی ہیں شادی — مقبول بارگاہ کے وصال کا وقت اُس شادی کا وقت ہوتا ہے اس لیے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو قبر میں حساب وکتاب کے وقت حضور آقا نامدار شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین کی زیارت نصیب ہوتی اور عاشق صادق

کے لیے، محب رسول کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کا وقت کون سا ہو سکتا ہے جیسا ایک شاعر کہتا ہے

وہ تنگی اور تاریکی لحد کی یہ سن کر میرے دل کی حالت بری تھی
مگر اس خبر نے مجھے دی تسلی کہ واں مصطفیٰ کا دیدار ہو گا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا وصال صاحب مدارج النبوت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے وصال باکمال کا وقت آیا تو اُن کی زوجہ محترمہ رونے لگیں۔ سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے جب انہیں روتے دیکھا تو فرمایا تم کیوں رو رہی ہو کتنی خوشی اور مسرت کا وقت ہے کہ کل صبح میں اپنے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب و احباب سے ملاقات کروں گا۔

حضرات محترم مومن کی موت وصال یار ہے، ایک اور شاعر کہتا ہے۔

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں پہ گروں
فرشتے گر مجھ کو اٹھائیں تو میں ان سے یوں کہوں
کہ میں اب پائے ناز سے اے فرشتوں کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

قبر اندر جاں منکر نکیر آگئے سیھے دفتر حساباں دے بیٹھے رہے
اودی بھل گئے سوالاں توں رب جھوٹے میں تو ہی نعت محمد سنا وندا رہیا

حضرات محترم قبر میں مومن کو دیدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوتا ہے اس لئے ہم صالحین کے وفات کے دن عرس کرتے ہیں۔ ایک اور روایت ہے کہ جب مومنین صالحین اپنی قبروں میں منکر نکیر کے سوال وجواب سے فارغ ہو جاتے ہیں تو فرشتے انہیں جنتی لباس پہنا کر بہشتی بستر بچھا دیتے ہیں اور ان کی قبر ...

کی کھڑکیاں کھول دیتے ہیں اور پھر اس سے کہتے ہیں۔

نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ — سو جا دلہن کی طرح

صفحہ ۲۵ مشکوٰۃ شریف

حضرات محترم اللہ والوں کا یوم وصال اُن کے دولہا بننے کا دن ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اس دن عرس مناتے ہیں۔ بعض لوگ اولیاء اللہ کے مزارات پر عرس کرنے کو بدعت کہتے ہیں کئی تو اس حد تک پہنچتے ہیں کہ عرس حرام ہے۔ حالانکہ مومنین کی قبور کی زیارت کرنا سُنت حبیب خدا سُنت صحابہ کرام و اولیاء عظام ہے باقی رہا سال کے بعد مقررہ دن مقربین کے عرس پر حاضر ہونا تو یہ بھی سنت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے۔ صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پاک نقل کرتے ہیں۔

وَعَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَاْتِيْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ رَاْسَ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ"

(تفسیر کبیر صہ ۲۰۰ جلد ۵) فتاویٰ شامی صہ ۲۴۲

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ ہر سال کے شروع میں شہدا کی قبور پر تشریف لے جاتے اور فرماتے۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور اسی طرح خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی کرتے رہے۔

حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چار دں خلفا کا شہدا کے مزارات عالیہ پر ہر سال تشریف لے جانا اور انہیں سلام کہنا ـــ بزرگان دین اولیاء کاملین کے اعراس کی ناقابلِ تردید دلیل ہے جس کو نہ تو رد کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کا انکار کیا جاسکتا ہے۔ اب ان لوگوں کو سوچنا چاہیئے جو کہتے ہیں کہ ہر سال صالحین کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا بدعت ہے۔ عرس حرام ہے کہ ان کے اس فتویٰ کی زد میں

سی کیسی مقدس ہستیاں آتی ہیں۔ وہ روز قیامت رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالیہ میں کس منہ سے پیش ہوں گے۔

حضرات محترم — عرس کو بدعت و حرام کہنے والوں کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ عرسوں میں غیر شرعی امور واقع ہوتے ہیں۔ مثلاً ناچ گانا، تھیٹر عورتوں مردوں کا اختلاط۔ بلاشک و شبہ ناچ گانا، تھیٹر، عورتوں مردوں کا اختلاط ناجائز ہے۔ تو ان بُری رسومات افعال سو کو ختم کرنا چاہیئے نہ کہ بُرے کام کی آڑ لے کر ایک جائز اور مستحسن کام کو حرام کہہ دیا جائے۔

دیکھئے اگر کسی شخص کے ناک پر مکھی بیٹھ جائے تو اس مکھی کو ہی اڑانا ہوگا مکھی اڑانے کی بجائے ناک کا کام ہی تمام کر دیا جائے یہ کہاں کی عقلمندی ہے اور یہ کہاں کی دانشمندی ہے — ایسے ہی اگر مسجد میں کتا داخل ہو جائے تو کتا نکالا جائے گا نہ کہ مسجد کو گرا دیا جائے۔ اسی طرح اگر عرسوں میں غیر شرعی امور واقع ہوتے ہیں تو ان کو ختم کرنا چاہیئے نہ کہ عرس کو ہی حرام قرار دے دینا چاہیئے۔ میں عرض کر رہا تھا۔

عرس ہے اج شہنشاہ اجمیر دا مست ساری دی ساری فضا ہوگئی
دولہا بنیا اے حیدر دا لخت جگر ہر کلی کھل کے نغمہ سرا ہوگئی

حضرات محترم اس خواجہ خواجگان کا عرس مقدس ہے۔ جس کی نگاہ فیض نے نوے لاکھ ہندوؤں کو دولت ایمان سے مشرف فرمایا۔

جس کی نگاہ ولایت نے کسی کو قطب الاقطاب کسی کو تاج العباد، کسی کو محبوب الٰہی کسی کو چراغ دہلوی کسی کو متوکل دلی کسی کو باقی باللہ کسی کو فنا فی اللہ، کسی کو قطب الدین کسی کو فریدالدین گنج شکر کسی کو صابر پیر کلیر بنا دیا کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

خواجہ خواجگان قبلہ چشتیاں مرکز عاشقاں تیری کیا بات ہے
مطلع سالکاں مقطع عارفاں خواجہ بے کساں تیری کیا بات ہے

مے کدہ تیرا خواجہ سلامت رہے تشنہ کاموں پہ نظر عنایت رہے
اپنی نظروں سے سب کو پلا دیجئے ساقی مے کشاں تیری کیا بات ہے

کون خواجہ اجمیری؟ جو پیر طریقت بھی تھے اور پاسبان شریعت بھی جو واصف حقیقت بھی تھے جو پیاسئے معرفت بھی۔ جو صاحب نسبت تھے اور صاحب اجازت بھی۔ جو رہبر گمگشتگان راہ بھی تھے اور خبستان ہدایت بھی جو آل رسول بھی تھے اور بدر ولایت بھی۔

خواجہ خواجگاں تیری کیا بات ہے

کون خواجہ اجمیری؟ جس کی زندگی سادہ تھی۔ لباس پیوند دار تھا۔ خوراک سوکھی روٹی تھی۔ رہنے کے لئے ایک جھونپڑی تھی۔ مگر بڑے بڑے اولعزم سلطان زمانہ آپ کے آستانہ پر حاضر ہو کر آپ کی قدم بوسی کو اپنے لیے سب سے بڑا اعزاز تصور کرتے تھے۔ کبھی شہاب الدین غوری آپ کی قدم بوسی کے لئے آیا۔ کبھی شمس الدین التمش نے آپ کے سامنے سر ارادت جھکایا اور یہ سلسلہ صرف ظاہر حیات میں ہی نہیں بلکہ بعد میں بھی جاری رہا۔ کبھی سلطان محمود خلجی آپ کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر فتح کی دعا مانگتا ہے تو فتحیاب ہوتا ہے اور کبھی اکبر بادشاہ آپ کی درگاہ اقدس میں اولاد کی درخواست پیش کرتا ہے تو بامراد لوٹتا ہے۔ کبھی جہانگیر اپنی شفایابی پر سر دربار آپ کا حلقہ بگوش غلام ہو جاتا ہے۔ اولیاء کرام آپ کے در کی خاک کو چوم کر اپنے قلب روح کو مجلیٰ کر کے عروج پاتے ہیں۔ آج بھی آپ کی شان غریب نوازی کار فرما ہے۔ آپ کا پیغام محبت اب تک فضائے عالم میں گونج رہا ہے۔ آپ کی محبت پھولوں کی خوشبو کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ صاحب دل اہل نظر آپ کے حسن باطن اور عشق حقیقی کے تصرفات سے آج بھی فیض یاب ہو رہے ہیں۔ آپ کے نور ولایت کا آفتاب آج بھی ——— چمک رہا ہے۔ آپ کا

قلبی نور آج بھی ضیاء بخش عالم ہے۔ آپ کی آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسو آج تک
آبِ حیات اور بارانِ رحمت کی طرح فیض رساں ہیں

خواجہ خواجگان قبلہ چشتیاں مرکز عاشقاں تیری کیا بات ہے۔

کون خواجہ دستگیری؟ جو روحانی خزانہ کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقِ حسنہ کا پیکر تھے۔ اُن کے محبت بھرے لافانی پیغام نے ہزاروں پروانوں کو پیکرِ اخلاق محمدی، روحانیت سراپا محبت بنا دیا۔ جو آپ سے ایک مرتبہ مل لیتا وہ آپ کا گرویدہ بن جاتا اور آپ کا دم بھرنے لگتا۔ آپ کی پُرخلوص ایت دلنشیں ہو جاتی۔ آپ کی دید سے خدا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

کون خواجہ دستگیری؟ جو عشق الٰہی کے اسیر، اور دینِ الٰہی کے نصیر تھے۔ وہ روشن ضمیر اور بے کسوں کے دستگیر تھے۔ وہ گوہرِ بے نظیر اور کامل پیر تھے۔

وہ اہلِ صفا بھی تھے اور ولیِ خدا بھی۔ ان کی حیاتِ طیبہ نکاتِ طریقت کا خزینہ بھی تھی اور حقیقت و معرفت کا آئینہ بھی۔ وصول الی اللہ کا زینہ بھی۔ وہ عالم با عمل بھی تھے اور صاحبِ جود و کرم بھی۔

غریب نواز

عید کا دن تھا ہر طرف خوشیوں کا دَور دورہ تھا۔ مسرتوں کی چہل پہل تھی۔ آبادی کی ہر جانب سے فرزندانِ توحید کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر بارگاہ خداوندی میں سر جھکانے کے لیے جا رہا تھا۔ خواجہ غریب نواز کا بچپن کا زمانہ تھا آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ عید گاہ کی جانب تشریف لے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے راستے میں ایک نابینا لڑکے پر نظر پڑی جو سڑک کے ایک کنارے پر حیران پریشان کھڑا تھا۔ اس کا شکستہ پیراہن اور چہرے کی اداسی اُس کی غربت کی گواہی دے رہی تھی۔ خواجہ غریب نواز نے جب اس شکستہ حال فقیر بے نوا کو دیکھا تو دل بھر آیا۔

آنکھیں پُرنم ہوگئیں۔آپ اس کے پاس گئے اور اپنا لباس فاخرانہ اتار کر اسے پہنا دیا۔ اور پھر عیدگاہ ساتھ لے گئے شاعر کہتا ہے۔

سُناتے اپنی بربادی کے افسانے کہاں جاتے
تیرا در چھوڑ کر خواجہ یہ دیوانے کہاں جاتے

حضرات محترم خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے مخلوق خدا کے ساتھ بڑی محبت فرماتے تھے آپ کے جودوکرم کا یہ عالم تھا کہ آپ کے آستانہ عالیہ پر آیا ہوا سوالی کبھی خالی نہیں لوٹتا تھا۔ اور اسی جذبہ خدمت خلق نے اور مرشد کامل کی نگاہ نے آپ کو عالی مرتبت بنا دیا تھا۔آپ بچپن ہی سے خدا ترس اور درویشوں اور فقیروں کے خدمتگار تھے۔آپ کے والد گرامی کا وصال ہو چکا تھا۔آپ کو ترکہ میں ایک پن چکی اور باغ حصہ میں آیا تھا۔

مردِ حق سے ملاقات

ایک دن اس باغ میں آپ پودوں کو پانی دے رہے تھے۔ایک مردِ حق آپ کے باغ میں تشریف فرما ہوئے وہ بزرگ ابراہیم قندوزی کے نام سے مشہور تھے۔آپ نے ان کو بڑی تعظیم و تکریم سے خوش آمدید کہا اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے انہیں بٹھایا پھر انگوروں کے خوشہ سے ان کی تواضع کی۔ آپ کے حسن سلوک سے وہ مردِ حق بہت خوش ہوئے ۔ پھر اپنی تھیلی میں سے ایک روٹی کا خشک ٹکڑا نکالا اور دانتوں سے چبا کر خواجہ غریب نواز کو عطا کر دیا۔ جونہی آپ نے وہ روٹی کا ٹکڑا تناول فرمایا۔ کھاتے ہی دِل کی دُنیا بدل گئی۔ سینہ انوار الٰہی سے معمور ہوگیا۔طبیعت علائق دنیا سے متنفر ہوگئی اور رگ رگ میں عشق الٰہی کا دریا موجزن ہوگیا۔ابراہیم قندوزی چلے گئے۔ اس کے بعد آپ نے باغ اور پن چکی کو فروخت کر کے سارے کا سارا مال غرباء میں تقسیم فرمادیا۔ والدہ ماجدہ سے اجازت حاصل کر کے تحصیل علم دینی

اور تلاش حق کے لیے گھر سے چل پڑے۔

سمرقند و بخارا کا سفر جب خواجہ غریب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وطن عزیز کو خیرباد کہہ کر گھر سے چلے تو اس وقت آپ کی عمر مبارک پندرہ برس تھی۔ اس زمانہ میں ذرائع آمد و رفت محدود تھے۔ راستے انتہائی دشوار گزار تھے۔ قدم قدم پر بھوک و پیاس اور رہزنوں کا خوف تھا۔ اس چھوٹی سی عمر میں حضرت کا گھر سے یکہ نکلنا بڑی جرأت کا کام تھا۔ لیکن جب دل میں طلب صادق ہو تو تمام مشکلیں ہیچ نظر آتی ہیں۔ آپ توکل بخدا سمرقند جانے والی سڑک پر چل دیے۔ سمرقند و بخارا میں بڑے بڑے جید علماء تھے۔ جن سے ہزاروں متلاشیان علم فیض یاب ہو رہے تھے۔ خواجہ غریب نواز بھی کٹھن راستے کی صعوبتیں برداشت کر کے وہاں جا پہنچے اور وہاں کے نامور عالم مولانا شرف الدین کے پاس حاضر ہوئے۔ پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا۔ پھر علوم ظاہری کو حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ سمرقند سے بخارا پہنچے۔ وہاں مولانا حسام الدین کی شاگردی اختیار کی۔ جب آپ نے تمام ضروری علوم کی تکمیل کر لی تو آپ نے مرشد کامل کی تلاش شروع کی۔

مرشدِ کامل جس وقت خواجہ غریب نواز مرشد کامل کی تلاش میں بخارا سے روانہ ہوئے۔ ان دنوں نیشاپور کے نواح میں قصبہ ہارون میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی ذات بابرکات کے انوار جگمگا رہے تھے۔ خواجہ عثمان ہارونی کے کمالات کی شہرت ایک عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ خواجہ غریب نواز نے جب یہ شہرت سنی تو سیدھے اُن کے پاس پہنچ گئے۔ جب آپ نے خواجہ عثمان ہارونی کی زیارت کی تو آپ کے دل نے یہ گواہی دی کہ یہی وہ ہستی پاک ہے۔ جن سے گوہر مراد حاصل ہو جائے گا۔ یہی وہ چشمہ فیض ہے جس سے میری روحانی پیاس بجھ جائے گی۔

بیعت سرکار غریب نواز بیعت ہونے کا واقعہ خود یوں بیان فرماتے ہیں۔

یہ فقیر بغداد میں خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد میں حضرت شیخ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت کی مجلس میں بہت سے درویش حاضر تھے۔ فقیر نے جونہی بیعت کا ارادہ کیا تو حضرت نے فرمایا وضو کرو اور دو رکعت نماز ادا کرو۔ فقیر نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر فرمایا۔ قبلہ رو ہو کر سورہ بقرہ شریف پڑھو۔ اس سے فارغ ہوا تو ارشاد ہوا اکیس مرتبہ درود شریف پڑھو۔ فقیر نے تعمیل کی تو حضرت نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور فقیر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

ترا بخدا رسانیدم و مقبول حضرت او گردیدم۔

اس کے بعد کلاہ چہار ترکی فقیر کے سر پر رکھی پھر اپنا گلیم خاص مرحمت فرمایا اور حکم فرمایا ہزار بار سورۃ اخلاص پڑھ۔ عاجز نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر فرمایا جاؤ آج کا دن اور رات مجاہدہ کرو۔ فقیر نے دن اور رات یاد الٰہی میں بسر کی۔

پھر حاضر ہوا تو فرمایا بیٹھ جاؤ اور فرمایا بتاؤ کہاں تک دیکھ سکتے ہو۔ آپ نے اوپر نظر اٹھائی تو عرش معلیٰ تک نگاہ پہنچ گئی۔ حضرت نے فرمایا نیچے دیکھو کہاں تک نگاہ پہنچتی ہے آپ نے نیچے دیکھا تو تحت الثریٰ تک نظر پہنچ گئی۔ پھر فرمایا ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھو، فقیر جب پڑھ چکا تو فرمایا اب اوپر کی جانب نظر کرو اور بتاؤ کہاں تک نظر جاتی ہے۔ فقیر نے اوپر دیکھا تو عرش کی حجاب عظمت تک سب کچھ عاجز کے سامنے روشن ہے۔ پھر فرمایا آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اس کے بعد فرمایا آنکھیں کھولو میں نے کھولیں تو حضرت نے فرمایا میری دونوں انگلیوں کے درمیان میں دیکھو اور بتاؤ اب کہاں تک نظر آتا ہے۔ فقیر نے عرض کیا حضور اٹھارہ ہزار عالم نظر آرہے ہیں۔ آپ کے مرشد کامل نے فرمایا اب تیرا کام مکمل ہو گیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مُرشدِ کامل نے آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں لیتے ہی تمام منازل طے کروا دیں اور مرتبہ کمال تک پہنچا دیا۔

اس کے بعد آپ نے بیس سال مرشد کامل کی خدمت کی۔ سفر و حضر میں اُن کے ساتھ رہے۔ اس خدمت و ارادت عقیدت و محبت کے سبب آپ اپنے پیر کامل کے محبوب بن گئے۔ اسی لیے ایک مرتبہ حضرت نے آپ سے فرمایا :۔

معین الدین محبوب خدا است و مرا	معین الدین خدا کے محبوب ہیں اور مجھے
فخر است بر مریدی او	اس کی مریدی پر فخر ہے۔

بیت اللہ شریف کی حاضری

خواجہ غریب نواز نے پیر کامل کی معیت میں عرصہ دراز گزرا جب آپ کے مجاہدات و ریاضت کی تکمیل ہوئی تو آپ اپنے پیر کامل کو ساتھ لے کر حج کرنے کے لیے مکہ شریف روانہ ہوئے۔ قربان جاؤں حضرت خواجہ غریب نواز کی قسمت پر کہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ آگے آگے پیر کامل ہیں اور پیچھے پیچھے مرید صادق، طواف سے فارغ ہو کر آپ کے مرشد پاک نے میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر خواجہ غریب نواز کا دست اقدس پکڑ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا یا اللہ معین الدین حسن کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے تو غیب سے آواز آئی :

معین الدین دوست ما است	معین الدین ہمارا دوست ہے اور ہم
اورا قبول کردم و برگزیدم	نے اس کو قبول فرمایا اور عزت بخشی۔

حاضری دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر لینے کے بعد خواجہ عثمان ہارونی ، حضرت غریب نواز کو ساتھ لئے مدینہ شریف پہنچ گئے۔ اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی حاضری دی۔ سلطان دوجہاں کی حاضری کا سماں احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ جب گنبدِ خضریٰ کی سنہری جالیوں کے پاس پہنچے تو پیر و مرشد نے فرمایا اے معین الدین محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہِ اقدس میں سلام عرض کرو۔ آپ نے پڑھا

ادب و احترام سے سرکار والا شان حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام کا نذرانہ پیش کیا تو روضہ مقدس سے آواز آئی، زندہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

"وعلیکم السلام یا قطب المشائخ"

یہ سن کر پیر و مرشد نے سجدہ شکر ادا کیا اور خواجہ سے فرمایا اب تو درجہ کمال تک پہنچ گیا ہے۔

اس کے بعد ایک دن دربار رسالت سے حکم ہوا اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے۔ تمہیں ہندوستان کی ولایت عطا کی جاتی ہے۔ وہاں کفر و شرک کا اندھیرا چھایا ہوا ہے تم وہاں اسلام کی شمع روشن کرو۔ آپ اس بشارت سے بڑے خوش ہوئے مگر حیران تھے کہ مجھے تو اس علاقہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ اسی خیال میں آنکھ لگ گئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہی نصیب ہوئی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سارے ہندوستان کی سیر کرادی۔

آپ نے اپنے مرشد کامل سے اجازت حاصل کی اور ہندوستان کی طرف رخ کیا اور راستہ میں کئی درویشوں اور مقبولان بارگاہ کی صحبت و معیت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ راستہ میں آپ بغداد شریف میں سیدنا غوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس پانچ ماہ تک رہے۔ اس دوران ستاون روز آپ سرکار غوث پاک کے ساتھ ایک ہی حجرہ میں مقیم رہے اور آپ سے فیض یاب ہوئے۔ بالآخر آپ لاہور پہنچ گئے۔ جہاں پر آپ نے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدسہ پر اعتکاف کیا اور فیض یاب ہونے کے بعد نوے لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کرنے والے خواجہ کی زبان اقدس سے بے ساختہ یہ نکلا جو آج بھی مزار مقدسہ پر لکھا ہوا ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

اجمیر شریف میں آمد پھر لاہور سے براستہ دہلی اجمیر شریف تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ چالیس درویش تھے جن کی صدائے توحید اور لا الہ الا اللہ کی ضرب سے اجمیر کے در و دیوار وجد میں آ گئے۔ خواجہ غریب نواز اور آپ کے ساتھی شہر سے باہر ایک سایہ دار مقام پر درختوں کے نیچے بیٹھ گئے۔ یہ وہ مقام تھا جہاں پر تھوی راج کے اونٹ بٹھائے جاتے تھے۔ شتر بانوں نے جب ان درویشوں فقیروں کو یہاں بیٹھے دیکھا تو کہا یہاں مت بیٹھو۔ اس جگہ پر تو راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اچھا بھئی اگر یہاں اونٹ بیٹھتے ہیں تو وہی بیٹھیں آپ اپنے درویشوں کے ساتھ اناساگر کے مقام پر تشریف لے گئے۔

چنانچہ ساربانوں نے جب شام کے وقت وہاں اونٹوں کو وہاں لا کر بٹھایا تو بیٹھ گئے مگر جب صبح کے وقت اُن کو وہاں سے اُٹھنے کے لیے کہا تو کوئی اونٹ بھی نہ اُٹھ سکا۔ ہر چند کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر کار انہوں نے سارا قصہ راجہ کو سنایا۔ راجہ نے کہا اگر تم چاہتے ہو کہ اونٹ کھڑے ہو جائیں تو خواجہ سے معافی مانگ لو۔ چنانچہ شتربانوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی طلب کی۔ آپ نے فرمایا جاؤ اونٹ کھڑے ہو گئے ہیں۔ جب ساربان واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ واقعی سارے اونٹ کھڑے ہیں۔

پانی خشک ہو گیا اجمیر شریف میں جب حضرت خواجہ غریب نواز نے اناساگر کے کنارے ڈیرہ لگایا۔ اناساگر کے اس تالاب کے چاروں طرف ہندوؤں کے بہت سے مندر تھے۔ خواجہ صاحب کے غلاموں اور عقیدتمندوں نے اس تالاب میں سے [illegible] پانی نہ لینے دیا اور

دھکے دے کر گھاٹ سے اتار دیا۔ غلاموں نے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے حضور سارا واقعہ عرض کر دیا۔ آپ نے ایک مرید کو اپنا لوٹا عطا کیا اور فرمایا کہ اس میں اتنا ساگر سے پانی بھر لاؤ۔ چنانچہ جب اس مرید نے اس تالاب سے اس میں پانی ڈالا، تو سارا پانی اس مٹی کے لوٹے میں جذب ہو گیا اور سارا تالاب خشک ہو گیا بروایت دیگر اجمیر کے تمام کنوئیں اور تالاب خشک ہو گئے اور شہر میں کہرام مچ گیا بالآخر شہر کے معززین خواجہ بے کساں کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے اے خواجہ غریب نواز پانی کے نہ ملنے سے پورے شہر میں مخلوق خدا تڑپ رہی ہے۔ آپ سے عرض ہے کہ آپ کرم فرمائیں اور ہماری غلطی معاف فرمائیں اور پانی کو جاری فرمادیں۔ آپ نے فرمایا پانی ہم جاری کر دیتے ہیں مگر آج کے بعد ہمارے کسی ساتھی پر کوئی زیادتی نہ کی جائے۔ پھر آپ نے اپنے مرید سے فرمایا کہ جاؤ یہ لوٹا لے جاؤ اور اسی تالاب میں پانی انڈیل آؤ

جے پال جوگی کا قبول اسلام

خواجہ خواجگان حضرت غریب نواز کی تبلیغ سعید کی برکت سے اجمیر شریف میں چہار سو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ کفر کے کھنڈرات اسلام کے گلشن میں تبدیل ہونا شروع ہو گئے کہ کفر و شرک، ضلالت کے اندھیروں میں اسلام کی شمع روشن ہونے لگی۔ پرتھوی راج جو وہاں کا راجہ تھا وہ ان حالات میں بڑا پریشان ہوا کہ اگر یہی عالم رہا تو وہ دن دور نہیں کہ یہاں اس درویش باصفا کا ہی سکہ چلے، ہمیں یہاں کون پوچھے گا۔

راجہ پرتھوی راج نے آپ کے کمالات، تصرفات و کرامات کو بھی سنا تھا مگر اس کی کوتاہ نظر اس تاجدار ولایت کی حقیقت کو نہ سمجھ سکی اس نے خیال کیا یہ درویش جادو کے زور سے لوگوں کو اپنے قریب کئے جا رہا ہے۔ صنم خانوں سے نکال کر لاالٰہ الا اللہ

کا درس دے رہا ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اس درویش کو زیر کرنے کا صرف یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ ملک کے نامور جادوگر جے پال جوگی کو بلایا جائے وہ اپنے ساحرانہ کمال سے اس درویش کو زیر کر دے۔ چنانچہ پرتھوی راج نے جے پال جوگی کو اپنے دربار میں بلایا اور خواجہ غریب نواز کے حالات سے انہیں آگاہ کیا۔ جے پال جوگی نے جب تمام قصہ سنا تو فوراً اپنے سینکڑوں شاگردوں کے ساتھ اجمیر شریف پہنچا۔

جے پال جوگی اپنے ساحرانہ کمالات پر بڑا نازاں تھا۔ وہ چند غریب الوطن اور بظاہر بے سروسامان جو کہ بباطن سلطانِ جہاں تھے فقیروں کو اپنی نظر میں کیا سمجھ سکتا تھا۔

وہ اپنے تمام شاگردوں کے ساتھ اپنے ساحرانہ طریقہ سے خواجہ غریب نواز کے پاس آیا۔ تمام جادوگر شیروں پر سوار تھے اور ہاتھوں میں آگ اگلنے والے سانپ تھے زمین ان کے اس دہشت خیز حملہ سے لرز رہی تھی۔ ساری فضا میں ایک ہولناک طوفان برپا تھا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان ساحروں کا یہ طوفان بدتمیزی دیکھا تو اپنے اور اپنے رفقاء کے گرد ایک دائرہ کھینچ دیا۔ آپ اور آپ کے رفقاء ان ساحروں کے شر سے محفوظ و مامون رہے۔

اور اس کے بعد آپؒ نے اُن ساحروں سے فرمایا۔ جاؤ درویشوں کو تنگ نہ کرو اور ہمارے سکون میں خلل نہ ڈالو۔ جادوگروں نے یہ سنا اور شر انگیزی میں مصروف ہو گئے آخر کار خواجہ ہند ولی نے ایک مٹھی خاک کی زمین سے اٹھائی اور ان پر پھینک دی اُن کا جادو آناً فاناً ختم ہو گیا نہ کوئی شیر رہا اور نہ سانپ۔ جادوگر حیرت زدہ ہو گئے۔ انھیں معلوم نہیں تھا کہ جادو اور ہے اور کرامت اور ہے یہ وہ اللہ کے ولی ہیں

اولیاء راہست قدرت از الہ

تیر جستہ بازگرد انند ز راہ

جادوگر خواجہ غریب نواز کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئے۔ اور آخر کار جے پال جوگی نے اپنے ساحرانہ کمال سے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا۔ خواجہ غریب نواز نے اپنی کھڑاویں کو اس کے پیچھے پھینک دیا جو اوپر جاتے ہی جے پال جوگی کے سر پر برسنا شروع ہو گئیں جے پال نیچے آنے پر مجبور ہو گیا اور نیچے اترتے ہی دل کی دنیا بدل گئی۔ خواجہ غریب نواز کی قدمبوسی کی اور اپنی غلطی کی معذرت طلب کی اور پھر خواجہ غریب نواز نے اُسے گلے لگا لیا جے پال جوگی مشرف باسلام ہو گیا۔ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا۔ پھر ساتھ ہی اس کے سینکڑوں شاگرد دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ حضرت میاں محمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مرد ملے تے درد نہ چھوڑے اوگن دے گن کردا

کامل مرد محمد بخشا لعل بنان پتھر دا

حاجت پوری کرنا

ایک دن سرکار غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے حضور ایک مرید باچشم گریاں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ حضور شہر کے حاکم نے مجھے بلاوجہ شہر سے نکل جانے کا حکم دے دیا ہے اور میں بہت پریشان ہوں۔ حضرت نے فرمایا میں شہر کے حاکم کو نہیں جانتا نہ ہی مجھے یہ علم ہے کہ تجھے کیوں نکالا گیا میں تو یہ جانتا ہوں کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ چنانچہ وہ مرید جب واپس اپنے شہر گیا تو شہر سے باہر ہی تھا کہ لوگوں نے بتایا حاکم مر چکا ہے۔

مدد کو رحمت پروردگار آتی ہے

پکارتا ہے اگر کوئی یا غریب نواز

غائبانہ امداد

سلطان شمس الدین التمش کو حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت و محبت

رکھتے تھے۔ کئی بدباطن لوگوں کو یہ بات بڑی ناگوار تھی۔ وہ ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتے تاکہ کسی نہ کسی طریقہ سے سلطان شمس الدین التمش کی عقیدت و محبت حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ سے ختم ہو جائے۔ ایک دفعہ ان لوگوں نے ایک ناپاک سازش کی۔ کہ ایک دن خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں سلطان التمش و دیگر امراء اہل عقیدت حاضر تھے اور ایک حاملہ عورت آئی اور سلطان التمش سے کہنے لگی کہ یہ شیخ مجھ سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے جبکہ میں اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔ اس بے حیا عورت کی اس گفتگو سے ساری مجلس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ خواجہ کاکیؒ اس کی بد زبانی سے بڑے پریشان ہو گئے اور آپ نے اسی عالم میں اپنے پیر کامل خواجہ غریب نواز کو پکارا کیا دیکھتے ہیں کہ اسی وقت سرکار غریب نوازؒ تشریف لے آئے ہیں اور اس بے حیا عورت کی طرف مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں۔ اے روسیاہ عورت کیوں خدا کے پاک باز بندے پر جھوٹی تہمت لگاتی ہے۔ اس وقت لوگوں نے سنا کہ اس عورت کے شکم سے بچے کی آواز آئی۔ اے لوگو میری ماں جھوٹی ہے۔ اس واقعہ کے بعد خواجہ غریب نواز مجلس سے غائب ہو گئے۔ چنانچہ سلطان التمش نے اس عورت کو اس کام پر تیار کرنے والوں کو سخت سزا دی۔

مدد کو رحمت پروردگار آتی ہے
پکارتا ہے اگر کوئی غریب نواز

دستگیری ایک دن آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے آپ کے خادم شیخ علی آپ کے ساتھ تھے۔ اثنائے راہ میں ایک شخص نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا۔ آپ نے پوچھا بھئی کیا معاملہ ہے۔ کہنے لگا اس پر میرا قرض ہے آپ نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دے سب یہ ادا کر دے گا۔ لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوا۔ اس پر آپ ... کر بچھا دیا اور وہ درہم و

دینار سے بھر گئی۔ فرمایا جس قدر تیرا قرض ہے لے لو۔ (معین الارواح صفحہ ۱۷۰)

ہمسایہ کا وصال پڑوسیوں میں سے جس کا انتقال ہو جاتا آپ اس کے جنازہ کے ہمراہ جاتے۔ جب میت کو دفن کر کے سب لوگ واپس آجاتے تو آپ قبر پر بیٹھے رہتے اور صاحب قبر کے لیے دعائیں مانگتے رہتے۔ ایک مرتبہ آپ کے ہمسایہ کا وصال ہو گیا۔ آپ حسب معمول جنازہ کے ساتھ شامل ہوئے حضرت قطب الاقطاب خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں آپ کے ساتھ تھا میت کو دفن کر کے جب سب لوگ چلے گئے تو آپ وہاں بیٹھے وظائف پڑھتے رہے۔ میں نے کیا دیکھا کہ یکایک آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور پھر اصلی حالت پر آگیا اور الحمد للہ کہتے ہوئے وہاں سے اٹھے۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ :-

"بیعت بھی عجیب چیز ہے" خواجہ بختیار کاکی فرماتے ہیں میں نے پوچھا آپ کا رنگ متغیر کیوں ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب میت کو دفن کیا گیا تو عذاب کے فرشتے آگئے اور انہوں نے صاحب قبر پر عذاب کرنا چاہا تو اسی وقت خواجہ عثمان ہارونی روحانی طور پر تشریف لے آئے اور فرشتوں سے فرمایا یہ میرا مرید ہے اس پر عذاب نہ کرو فرشتوں نے کہا یہ مرید تو آپ ہی کا تھا مگر اس کے عمل آپ جیسے نہ تھے آپ نے فرمایا مگر اس نے اپنی ذات کو فقیر کے ساتھ وابستہ تو کیا تھا۔ اسی وقت حکم ایزدی آیا کہ اس پر عذاب نہ کرو۔ (معین الارواح صفحہ ۱۷۱)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے کہ وہ ہمیں اللہ والوں کے ساتھ عقیدت و محبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وما علینا الا البلاغ المبین

شہنشاہ لاثانی

رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ ۔ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ۔

اودے پاسے رحمت خالق دا دھارا ہو گیا
جس طرف شاہِ لاثانی دا اشارا ہو گیا
عاصیو خوشیاں مناؤ شیخ کامل مل گیا
حشر دے دن واسطے کافی سہارا ہو گیا
نعرہ لاثانی دا لایا جد کسے تکلیف وچ
حسن ثانی دی قسم ہر غم دا چارا ہو گیا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (پ ۶ - ع ۱۰)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں (جانی و مالی طور پر) جہاد کرو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو جائے۔

اس آیہ مقدسہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کے لیے کسی وسیلہ کی تلاش کرو، اور اس کی راہ میں جانی و مالی طور پر جہاد کرو تاکہ تمہیں فلاح ہو جائے۔

سامعین کرام! اگر کپڑا خریدنا ہو تو کپڑے والے کی دکان پر جانا پڑے گا۔ اگر لوہا خریدنا ہو تو کسی لوہے والے کی دکان پر جانا پڑے گا۔ اگر علم حاصل کرنا ہو تو کسی عالم کی خدمت میں حاضر ہونا پڑے گا۔ اسی طرح اگر بارگاہِ ایزدی میں قرب حاصل کرنا ہو تو کسی اللہ والے کے پاس جانا پڑے گا۔ کسی اللہ والے کے بغیر معرفتِ خداوندی حاصل نہیں ہو سکتی ۔

اللہ اللہ کہنے جاننے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

سامعین کرام! اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں یہی حکم فرمایا کہ تم میری بارگاہ تک پہنچنے کے لیے کسی وسیلہ کی تلاش کرو۔ وسیلہ سے مراد مرشدِ کامل ہے۔ اس آیہ مقدسہ کا مفہوم وہابیوں کے مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب "صراطِ مستقیم" میں اس طرح بیان کیا ہے؛

"اس آیہ کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نجات کے واسطے چار چیزیں ایمان، تقویٰ، وسیلہ طلب کرنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا مقرر فرمائی ہیں۔ اہلِ سلوک اس آیت کو سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اور وسیلہ مرشد کو جانتے ہیں۔ پس حقیقی نجات کے لیے مجاہدہ سے پہلے مرشد کا ڈھونڈنا ضروری ہے۔ اسی واسطے رہبر کے سوا راستہ پالینا نہایت نادر اور کمیاب ہے۔"

(صراطِ مستقیم اردو ص۵۸ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ راشد دیوبند)

دیوبندیوں، وہابیوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل کی اس تشریح سے یہ واضح ہوگیا کہ وسیلہ سے مراد مرشدِ کامل ہے اور مجاہدہ سے پہلے کسی پیر کامل کی تلاش ضروری ہے۔

سامعین کرام! دینِ حق کے تجزیہ کے بعد یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ دینِ حق کا تعلق تین شعبوں سے ہے جن پر قائم ہوجانے سے انسان مومن کامل بن جاتا ہے۔ ان تین شعبوں میں سے پہلا شعبہ شعبۂ ایمانیات۔ دوسرا شعبۂ اعمالِ صالحہ۔ تیسرا شعبۂ کیفیاتِ روحانیہ ہے۔ اب ذرا ان کی تشریح سماعت فرمائیں:

۱۔ شعبۂ ایمانیات شعبۂ ایمانیات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، وحی و رسالت، ملائکہ و قیامت، حشر و نشر، دوزخ و جنت، جزا و سزا اور غیبی امور جن کی خبر حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے، ان تمام کا زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا۔ دینِ حق کا یہ شعبہ سب سے اہم ہے، اور اسی پر پورے دین کی اساس و بنیاد ہے، اسی لیے ایمانِ پختہ کے بغیر دربارِ خداوندی میں کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

۲۔ شعبۂ اعمال شعبۂ اعمالِ صالحہ دین کا وہ عملی حصہ ہے جس کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہے، اس میں عبادات، معاملات، آداب معاشرت، ہجرت و جہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر وغیرہ سب داخل ہیں۔ یہ شعبہ دین کا قالب ہے، یہی اسلام کا عملی نظام ہے، ہماری زندگی پر اس شعبہ کی حکومت ہے۔

۳۔ شعبۂ کیفیاتِ روحانیہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس طرح ایمانیات، اعتقادات اور اعمالِ صالحہ اور اخلاقیات کے متعلق تعلیم و تلقین فرمائی ہے اور اپنے عمل کا نمونہ پیش کیا ہے، اسی طرح آپ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت و خشیت، یقین و توکل، احسان و اخلاص جیسی روحانی و قلبی کیفیات کے متعلق بھی اہم ہدایات ارشاد فرما کر ان کو کمالِ دین اور کمالِ ایمان قرار دیا ہے

اوران باطنی احوال وکیفیات کا نہایت اعلیٰ اور معیاری نمونہ امت کے لیے چھوڑا ہے۔
دین کے ان تینوں شعبوں کا ذکر حدیثِ نبوی میں اس طرح ہے ؛

جبریل دربارِ رسالت میں

بخاری شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام میں جلوہ افروز تھے کہ ایک شخص خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا،

فَقَالَ مَا الْاِيْمَانُ — عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایمان کیا ہے؟

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

اَلْاِيْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَبِلِقَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ۔

ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر، اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان رکھے۔

پھر اس شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم!

قَالَ مَا الْاِسْلَامُ — کہا اسلام کیا ہے؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ۔

اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کا شریک نہ ٹھہرائے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے۔

اس شخص نے پھر عرض کیا،

مَا الْاِحْسَانُ — احسان کیا ہے؟

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے جواب میں فرمایا،

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ — کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ

فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ — اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو اس طرح عبادت کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے

ان سوالات کے بعد وہ شخص چلا گیا، حضور سید المرسلین نے فرمایا کہ اے میرے پیارے صحابہ! مجھ سے یہ سوالات کرنے والا کوئی آدمی نہ تھا بلکہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔

فَقَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِيْنَهُمْ (بخاری ص۱۲) — فرمایا یہ جبرئیل امین تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔

سامعین کرام! سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے ان تینوں سوالات کا تعلق ان تینوں شعبوں سے ہے ایک وہ جس کا تعلق شعبۂ ایمانیات سے ہے اور دوسرے کا تعلق شعبۂ اعمال سے ہے جسے اسلام کہا گیا اور تیسرے سوال کا تعلق شعبۂ کیفیاتِ روحانیہ سے ہے جسے احسان کہا گیا ہے۔

حضرات! ایمان و اعمال کا علم علماء سے حاصل ہوگا اور کیفیاتِ روحانیہ یعنی باطنی علم اہل اللہ اولیائے عظام سے ملے گا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں بارگاہِ خداوندی میں قرب حاصل کرنے کے لیے صرف کتاب و سنت ہی کافی ہے ہمیں کسی مرشد، کسی رہبر کسی پیر کی ضرورت نہیں۔ تو بلاشک و ریب کتاب و سنت ہمارے لیے رہبر و رہنما ہے، مگر اس کا فیضانِ کامل حاصل کرنے کے لیے کسی عارفِ کامل کی معیت و رفاقت بہت ضروری ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ مرشدِ کامل کی صحبت اختیار کیے بغیر صرف رسمی عبادت سے وہ اپنے باطن کا تزکیہ و تصفیہ کر سکتا ہے، تو یہ خیال محال ہے۔ بارہا کا یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ بہت سے علماء ایسے ہیں جو کہ ظاہری علم و فضل میں مسلم ہیں اور امر و مناہی کے پورے پابند ہیں، مگر رذائلِ نفسانیہ یعنی غصہ، حسد، غرور و حرص، شہوت و حسد، ریاء، بخل و تکبر سے وہ ہرگز محفوظ نہیں ہیں، اس کے مقابلے میں کچھ کم علم لوگ ایسے بھی ہیں جو کہ صرف شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر فیوض و برکات سمیٹ کر مذکورہ بالا تمام رذائلِ نفسانی سے بالکل پاک ہو گئے ہیں۔ عارف رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

ہیچ نہ کشد نفس را جز ظلِ پیر
دامن آں نفس کش محکم بگیر

یعنی پیر کے سوا کوئی اپنے نفس کو قتل نہیں کر سکتا اور اس نفس کے مارنے والے کے دامن کو مضبوط پکڑ۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

الف اللہ پڑھ پڑھ حافظ ہویا گیا حجابوں پردا ہُو
پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویا اجے وی طالب زر دا ہُو
لکھ ہزار کتاباں پڑھیاں ظالم نفس نہ مردا ہُو
باہجھ فقیراں کسے نہ ماریا یا ھُو چور اندر دا ہُو

سامعین کرام! جس طرح علم طب سے بغیر استاد کی تعلیم و تربیت اور تجربہ کروانے کے کوئی ممکنہ فوائد نہیں اٹھا سکتا، اسی طرح بغیر مرشد کامل کی رہنمائی کے کوئی کتاب و سنت کے علمی اور عملی کمال کو کماحقہ حاصل نہیں کر سکتا۔ ظاہری طہارت و پاکیزگی کا طریقہ غسل و وضو ہے جس کا علم علماء سے حاصل ہوگا اور باطن کی طہارت و نظافت کسی مرد درویش کی نگاہ ہی سے ہو سکتی ہے۔

فرمانِ سیدنا غوثِ اعظم

سرکار غوثِ صمدانی، قطبِ ربانی شہبازِ لامکانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ بغیر تربیتِ شیخ کامل کے کوئی شخص منازلِ سلوک طے نہیں کر سکتا۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ طالب کو اپنے شیخ کی خدمت سے اس وقت تک علیحدہ نہ ہونا چاہیے جب تک کہ وہ وصول الی اللہ یعنی منزلِ مقصود تک نہ پہنچ جائے۔

صاحب جامع الاصول نے بھی اس مسئلہ پر طویل بحث فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:
وہ فرماتے ہیں کہ قدیم زمانے سے یہ رسم چلی آرہی ہے اور تجربہ بھی اس پر شاہد ہے کہ اندرونی نجاستوں و غلاظتوں سے پاک صاف ہونا اور نماز کو حضورِ قلب اور خشوع سے پڑھنا جس کا

ذکر حدیثِ نبوی میں ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اُسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ ایسی عبادت بغیر شیخ کامل کے تربیت کرنے کے ممکن نہیں، کیونکہ شیخ ہی اندرونی امراض سے واقف ہے اور ان امراض کے علاج کی مہارت رکھتا ہے ان باطنی امراض کا علاج صرف کتابوں کے مطالعہ سے نہیں ہوگا، بلکہ پیرِ کامل کی نگاہِ پُرتاثیر سے دل کی بیماریاں دُور ہوتی ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

امام شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب انوارِ قدسیہ میں شیخ کامل کی پیروی کو واجب ثابت کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ اندرونی نجاستوں کے دور کرنے کے لیے بجز اتباعِ شیخ کے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ کوئی شخص خود اپنی اصلاحِ نفس کرنے لگے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا، اگرچہ وہ ہزار وں کتابیں حفظ کرلے۔ سو اے عزیز! تجھے لازم ہے کہ کسی شیخ کامل کی تلاش کرے اور امرِ آخرت میں غور سے کام لے۔"

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں : ؎

نیست ممکن در رہِ عشق اے پسر
راہِ بُردن بے دلیلِ رہبر

اے عزیز! راہِ عشق (راہِ حق) میں بغیر دلیل اور راہبر کے چلنا ناممکن ہے۔

سامعین کرام! فرمانِ خداوندی، ارشادِ نبوی، اقوالِ بزرگانِ دین سے ثابت ہوگیا کہ باطن کی طہارت کے لیے، نفسِ امارہ کو قتل کرنے کے لیے، بارگاہِ خداوندی میں قرب حاصل کرنے کے لیے، باطنی اسرار سے واقف ہونے کے لئے اولیاء اللہ کے دامن سے وابستگی ضروری ہے۔ مرشد کامل کی رفاقت و معیت کے بغیر انسان مقبولِ بارگاہ نہیں بن سکتا مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ہیچ چیزے خود بخود پیدا نہ شد
ہیچ آہن خود بخود تیغا نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے رُوم
تا غلام شمس تبریزی نہ شُد

یعنی کوئی چیز اپنے آپ پیدا نہیں ہوتی اور نہ کوئی لوہا اپنے آپ تلوار ہوا ہے۔
مولوی اس وقت تک مولانا روم نہ ہوا جب تک شمس تبریزی کا غلام نہ بنا۔
سامعین کرام! جیسے کوئی چیز بنائے بغیر نہیں بنتی، لوہا کسی کاریگر کے بغیر تلوار نہیں بنتا
اسی طرح کوئی شخص کسی اللہ والے کی نگاہ کے بغیر اللہ والا نہیں بن سکتا۔ ایک پنجابی شاعر کہتا ہے

بن تیل توں دیوا بلدا ناں   بن پانیوں بوٹا پھلدا ناں
بن مرشد کلمہ چلدا ناں   پڑھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

سامعین کرام! مرشدِ کامل کی تعلیم و تربیت کے بغیر قربِ خداوندی حاصل نہیں ہو سکتا۔
سوال یہ ہے کہ مرشدِ کامل کی پہچان کیا ہے؟ اس لیے کہ دورِ حاضرہ میں لاتعداد لوگوں نے پیری کا
دھندا چلا رکھا ہے جو چاہتا ہے پیر بن جاتا ہے۔ تو آئیے قرآن کریم سے دریافت کریں کہ اللہ کا
ولی کون ہے؟ قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

اِنْ اَوْلِیَآءُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ (پ ۹ ع ۱۸)   اولیاء کرام تو پرہیزگار ہی ہیں۔
اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ (پ ۱۰ ع ۸)   بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (پ ۲۶ ع ۱۴)   بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔
وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (پ ۱۹ ع ۹)   اور قریب لائی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے لیے

ولی اللہ وہ ہے جو متقی اور پرہیزگار ہے اور اللہ کریم پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ
کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو پرہیزگار ہے۔ پرہیزگاروں کے لیے جنت کو لایا جائیگا۔

سامعین کرام: اللہ کا ولی وہ ہے جو متقی اور پرہیزگار ہو اور شریعتِ مصطفےٰ پر صحیح کاربند ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے سے انسان کے دل سے دنیا کی محبت جاتی رہے اور مولیٰ تعالیٰ کی یاد اور محبت بڑھتی جائے اور جو شخص آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعتِ پاک سے باغی ہو وہ ولی کیسے ہو سکتا ہے؟ دورِ حاضرہ میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کئی ایسے نام نہاد پیر بنے بیٹھے ہیں جو نہ نماز پڑھتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں، نہ حج ادا کرتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں نہ ان کی سیرت ہے نہ ہی چہرے پر نبی کی سنت ہے۔ ایسا شخص چاروں ائمہ شریعت اور ائمہ طریقت کے نزدیک فاسق معلن ہے اور فاسق کے متعلق قرآن کریم کا یہ فیصلہ ہے:

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (پ ۲۸) اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا

سامعینِ محترم: جاہل لوگ شریعتِ مصطفےٰ کے باغی اور داڑھی منڈوانے والوں کو بھی ولی سمجھتے ہیں جبکہ ایسے پیر فاسق و فاجر ہیں اور فاسق کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ سزا ملی ہے کہ اسے ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ تو اب غور فرمایئے جو خود ہدایت یافتہ نہیں، وہ دوسروں کو کیا ہدایت دے گا؟ اس کی صحبت میں بیٹھنے والے کو کیسے معرفتِ خداوندی حاصل ہو گی۔ ہمیں تو اس مقبولِ بارگاہ کے دست حق پرست پر بیعت ہونا چاہیے، اس اللہ والے کی محبت و رفاقت میں رہنا چاہیے جو شریعتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پابند ہو اور جس کی صورت و سیرت فرمانِ خدا جل وعلا اور ارشادِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے مطابق ہو۔

مُرشدِ حقانی

سامعینِ کرام! مرشدِ حقانی پیرِ لاثانی، شہبازِ طریقت، بدرِ شریعت، سرچشمۂ ولایت، گنجینۂ فیوض و برکات، مخزنِ سعادت و حسنات، قطبِ جہاں، رہبرِ کاملاں، غوثِ زماں، دستگیرِ بے کساں قبلۂ عالم حضور پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار بھی ان معزز اور مقدس ہستیوں میں ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگانی فرمانِ ربانی اور ارشادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بسر کی ہے

شاہ علی پور مرد حقانی اُچیاں شاناں والا
قطب مدار تے غوث قلندر حق دا ولی نرالا

آپ کی صورت وسیرت گفتار وکردار اور رفتار، قال وحال نشست وبرخاست، جلوت وخلوت سُنتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں ڈھلی ہوئی تھی۔

آپ کی رفتار وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا کا عملی نمونہ تھی ـــــــ آپ کی گفتار وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا کی صحیح تصویر تھی ـــــــ آپ کے خصائل واعمال يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا کی عملی تفسیر تھی ـــــــ آپ کا سینہ ظہر تجلیاتِ الہٰیہ کا مرکز تھا ـــــــ آپکا قلب مبارک معارفِ خداوندی کا گنجینہ تھا ـــــــ نگاہوں میں حسن یار کے جلوے تھے ـــــــ دل میں محبتِ خداوندی اور عشق نبوی کا دریا موجزن تھا ـــــــ غرضیکہ آپ کا ہر عمل تسلیم ورضا کا گوہرِ نایاب تھا۔ آپ رحم وکرم اور عفو ودرگزر کا پیکر تھے۔ سادگی کا یہ عالم تھا کہ آنے والا اُن سے ہی اُن کا پتہ پوچھتا تھا ـــ

پیر میرے دیاں دُھماں دھمیاں ہوگئی خلق دیوانی
پین و دھائیاں لبندے چڑھدے ہوئی لاثانی لاثانی

حضراتِ محترم! آج بھی جس طالبِ حق کو حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمہ اللہ کی زیارت کا شوق ہو تو آپ کے پوتے میرے مرشد کامل قطب جہاں، رہبر کاملاں، عکس لاثانی حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی زیارت کرلے اس لیے کہ آپ کی ذات والا صفات میں بھی سرکارِ لاثانی قدس سرہ السامی کے انوار جلوہ نما ہیں ـــ

لاثانی دا جس نے کرنا ایں ظاہر وچہ نظارا
سید علی حسین دے رُخ چوں ویکھے جلوہ سارا

آپ ظاہری وباطنی [illegible] نے ہزاروں طالبانِ

راہِ طریقت کے قلوب کو منور کیا۔ آج بھی سفید گنبد تلے آرام کرنے والے مردِ حق شہبازِ طریقت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمہ اللہ کے روضے کا سنہری کلس ہر آنے والے سے یہ کہہ رہا ہے کہ اگر میری زندگی کی عملی تصویر دیکھنا چاہتے ہو تو علی حسین کو دیکھ لو۔ اگر میرے دربار گوہر بار سے فیضان حاصل کرنا چاہتے ہو تو علی حسین کے قدم چوم لو۔ اگر سیدنا علی المرتضیٰ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تعلق جوڑنا چاہتے ہو تو علی حسین سے تعلق قائم کر لو اور اگر کالی کملی والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملنا چاہو اور خالق دو جہاں جل شانہ کا قرب حاصل کرنا چاہو تو علی حسین کے ہو جاؤ۔

پیرِ لاثانی

کون مرشدِ لاثانی؟ واقفِ اسرارِ ربانی، شانِ فقر کے تاجدار، راہِ حق کے رازدار، محبوبِ حقانی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاں اس مردِ حق کو شریعت و طریقت، معرفت و حقیقت کی دولت عظمیٰ سے مالا مال کیا وہاں ظاہری مال و اسباب کی بھی کوئی کمی نہ تھی، آپ چاہتے تو اعلیٰ سے اعلیٰ لباس زیب تن فرما سکتے تھے، مگر زمانہ گواہ ہے کہ باوجود سب کچھ ہونے کے آپ نے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کہنے والے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و غلامی کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے ساری عمر لباس فاخرہ نہیں پہنا، وہی کھدر کی ٹوپی، ململ کی دستار اور سادہ پیراہن جو شباب کے نصف النہار میں زیب تن تھا، دمِ آخر تک ویسا ہی رہا۔

سادگی کی تلقین

حضور شہنشاہِ لاثانی خود بھی سادگی سے رہتے اور دوسروں کو بھی سادگی کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ مولانا حافظ ظفر علی پسروری ایک قیمتی زری دار جوتا پہن کر حاضر خدمت ہوئے تو جونہی اس فقر کے تاجدار کی نظر اس زری دار جوتے پر پڑی تو فرمایا "مولانا! آپ نے اسراف کیا ہے۔ اگر آپ ... [illegible] ... دس پابرہنہ اپنے

پاؤں ڈھانپ سکتے تھے۔" اکثر اسراف اور فضول خرچی سے روکنے کے لیے آپ یہ آیت تلاوت فرماتے تھے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ (پ ۱۵ ع ۳) — بیشک فضول خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

تکلفات سے پرہیز

ایک مرتبہ معمول کے مطابق خشک روٹی نمک کے ساتھ تناول کر رہے تھے کہ کسی عزیز نے عرض کیا کہ حضور کچھ نہ کچھ تو استعمال فرما لیا کریں۔ تو آپ نے جواباً فرمایا "میاں انسان کا پیٹ ایک تنور کی طرح ہے جو گھاس پھوس سے بھی گرم ہو سکتا ہے اور چھت کی لکڑیوں سے بھی، مگر مناسب یہی ہے کہ گھاس پھوس سے ہی مطلب پورا کر لیا جائے۔"

غذا و لباس کے علاوہ آپ اپنے مکان کی عمارت میں بھی سادگی کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ میرا دل تکلفات اور عالی شان عمارات کو پسند نہیں کرتا اس لیے کہ میرے مرشدِ کامل حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بڑے بنگلوں اور عمارتوں سے نفرت رکھتے تھے اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت
رفت و منزل بدیگرے پرداخت

مہمان نوازی

حضور شہنشاہِ لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود تو ساری زندگی فقر و فاقہ میں گزاری، مگر کسی آنے والے سائل کو کبھی خالی جھولی نہیں لوٹایا۔ آپ نے ہمیشہ بیکسوں کی دستگیری کی اور یتیموں کی خبرگیری و مدد فرمائی۔ آپ کسی کو اعلانیہ طور پر کچھ دینے کی بجائے پوشیدہ طریقے سے دینا زیادہ پسند فرماتے۔ آپ کے آستانۂ عالیہ پر ہر وقت لنگر جاری رہتا۔ امیر و غریب کو بلا امتیاز ایک ہی صف میں ایک ہی دسترخوان پر بٹھاتے۔

کوئی بھوکا نہ جاتے

میرے مرشد کامل عکس لاثانی حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کو ایک مرتبہ ارشاد فرمایا،
میں تجھے ایک بات بتاتا ہوں یاد رکھنا کہ وہ سادا اور کچا مکان شیش محل سے بدرجہا بہتر ہے جہاں سے کوئی مسافر بھی بھوکا نہ جاتے۔

آخری ایام علالت میں حکماء اطباء جو نسخہ آپ کے لیے تجویز کرتے، آپ اس نسخہ کو تیار کرانے اور کھانے کی بجائے اس کی قیمت کا اندازہ لگا کر فی سبیل اللہ خیرات کر دیتے۔

کون مرشد لاثانی ؟ وہ جو بے کسوں کے مونس وغم خوار، محبوب محبوب پروردگار، اولیاء کے سردار، ولایت کے شہریار ہیں، جن کی نگاہِ فیض سے لاکھوں انسانوں کی دل کی اُجڑی بستی آباد ہو گئی، جن کے فیضِ باطنی سے گم گشتگانِ راہ کو ہدایت نصیب ہوئی، جن کی لب کشائی سے سائلوں کی مشکل کشائی ہو جاتی تھی۔ جہاں فقیر آیا تو امیر ہو گیا، جاہل آیا تو عالم بن گیا، بے عمل آیا تو عامل بن گیا، بے مراد آیا تو بامراد ہو گیا، سیہ کار آیا تو ابرار ہو گیا۔ غرضیکہ جو بھی ان کے دامنِ پاک سے لپٹ گیا، اس کا بیڑا پار ہو گیا۔

ڈنگیاں دی لاجاں پالے جھڑک نہ دور ہٹاوے

اس دے در توں منگن والا جو چاہے سو پاوے

پروانہ نجات

نام تو ان کا کچھ اور تھا، مگر مرشد پاک رحمۃ اللہ انہیں پیار سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ "یہ میرے ڈیرے کا نمبردار ہے"
پھر وہ نمبردار کے نام سے ہی مشہور ہو گیا۔ ان کا کام صرف مرشد پاک کی بھینسوں کو چارہ ڈالنا تھا۔ ایک دن مرشدِ لاثانی رحمۃ اللہ نے فرمایا "نمبردار! جب قبر میں منکر نکیر سوالات کریں گے تو کیا جواب دو گے؟ مرید باصفا نے عرض کی کہ میں تو یہی کہہ دوں گا کہ "میں اپنے پیر دیاں مجھاں نوں پٹھے پاندا ہوندا ساں" شہنشاہِ لاثانی رحمۃ اللہ نے اس پر مسکرا کر فرمایا "نمبردار! تم یہی کہہ دینا تمہاری نجات ہو جائے گی۔"

کنارے لگا دیا

حضرت مولانا حافظ ظفر علی صاحب پسروری رحمۃ اللہ ہر جمعرات کو پیدل چل کر اپنے پیر و مرشد کی زیارت اور قدم بوسی کے لیے آستانہ عالیہ نقشبندیہ علی پور سیداں شریف حاضری دیا کرتے تھے ایک مرتبہ ساون کے مہینے میں کثرتِ بارش سے نالہ ڈیک میں طغیانی آگئی۔ حافظ صاحب اپنے مرشد لاثانی کی شرابِ محبت و عقیدت کے نشے میں مخمور حسبِ معمول پسرور سے چل پڑے۔ جب ڈیک کے کنارے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پانی اپنے پورے زور و شور سے بہہ رہا ہے اور طوفانی موجیں آپس میں ٹکرا رہی ہیں۔ حافظ صاحب ڈیک کے اس طوفانی منظر کو دیکھ کر متفکر ہوتے کہ اب کیا کیا جائے۔ آگے چلتے ہیں تو ڈوبنے کا خطرہ ہے اور اگر واپس گھر جائیں تو عشق کی توہین ہے، جذبہ محبت کو لاج لگتی ہے۔

پھر یہ سوچ کر کہ گجرات کی ایک عورت اگر اپنے مجازی محبوب کو ملنے کے لیے دریائے چناب کی طوفانی لہروں میں کچے گھڑے پر دریا میں کود پڑی تھی، تو میں تو مرد ہوں اور میرا محبوب بھی مجازی نہیں حقیقی ہے، تو پھر میں کیوں واپس چلا جاؤں؟ یہ سوچنے کے بعد ڈیک کی طوفانی موجوں میں اترنے لگے تو آواز آئی، ہوں ہوں۔ مگر یہ مریدِ صادق نشۂ محبت میں سرشار ڈیک میں داخل ہو گیا۔ پانی سر سے اونچا تھا اور اس کا بہاؤ بھی تیز تھا جب درمیان میں پہنچے تو پانی کی تیزی کا مقابلہ نہ کر سکے اور ڈوبنے لگے۔ اس عالم میں مرشدِ کامل کو پکارا تو کیا دیکھتے ہیں کہ مرشدِ لاثانی کے مقدس ہاتھوں نے مریدِ صادق کو پانی کی طغیانی سے نکال کر کنارے لگا دیا۔ پھر حافظ صاحب آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے تو شہنشاہِ لاثانی کی قدم بوسی کی تو اس مددگارِ بے کساں نے فرمایا: "حافظ صاحب کیا میں نے آپ کو آواز نہیں دی تھی کہ آج نہ آنا؟"

ڈوبتوں کا سہارا

باباجی حکیم عبدالغنی رحمہ اللہ جو کہ بلند پایہ حکیم ہونے کے ساتھ ساتھ عالم باعمل اور قبلہ عالم کے منظورِ نظر

اور خلیفہ مجاز بھی تھے، فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کی نماز کے بعد کچھ حلقہ بگوشان ارادت
مرشد کے حضور سر نیاز جھکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ مرشد لاثانی کے رخ انور سے انوار و تجلیات برس رہی
تھیں ناگاہ آپ پر کیفیت طاری ہوگئی اور چہرے پر جلال فقر و ولایت ٹپکنے لگا۔ پھر آپ اسی جلال
کی حالت میں اٹھے، دو قدم گئے اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئے تو ہم نے دیکھا
کہ آپ کا تہبند بھیگا ہوا ہے۔ میں نے جرأت رندانہ کر کے عرض کی آقا آپ کہاں تشریف لے گئے
تھے اور یہ تہبند بھیگا ہوا کیوں ہے؟ فرمایا حکیم صاحب! دریائے جہلم میں ایک مرید ڈوب رہا
تھا اس نے مجھے پکارا تو میں اسے کنارے لگا آیا ہوں۔ پھر فرمایا حکیم صاحب یہ لوگ نہ تو خود
آرام کرتے ہیں اور نہ ہی مجھے آرام کرنے دیتے ہیں۔"

مریدوں کے نگہبان

تحصیل شکر گڑھ سے ایک میاں بیوی رات کو پیدل چل کر اپنے مرشد لاثانی کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک
ایسی جگہ تھی جہاں جنات کا ڈیرا تھا۔ جب میاں بیوی اس خطرناک مقام سے آگے گزر گئے تو پیچھے
نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ ایک خوفناک جن اپنے بازو پھیلائے پکڑنے کے لیے آ رہا ہے۔ دونوں نے
اس مشکل وقت میں اپنے پیر کامل مرشد لاثانی کو یاد کیا اور عرض کی آقا ہم تیری زیارت کو آ رہے
ہیں اور پیچھے سے جن ہمیں پکڑنے کے لیے آ رہا ہے۔ وہ دونوں جنات کے خوف سے تیزی
سے بھاگے جا رہے تھے اور جن ان کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ تھوڑی دور جا کر ایک آواز
آئی کہ جن ہو کر ابھی تک ان معمولی آدمیوں کو نہیں پکڑ سکا؟ یہ آواز اس جن کی مادہ کی تھی۔ تو اس
جن نے جواب دیا کہ میں کیا کروں جب بھی میں انہیں پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں تو ایک سفید ٹوپی والا
بابا درمیان میں حائل ہو جاتا ہے۔ آخر وہ دونوں میاں بیوی آستانہ عالیہ علی پور شریف پہنچ گئے۔
مرشد پاک کی قدم بوسی کی تو حضرت نے فرمایا "میں کیا کروں لوگ رات کو نہ خود سوتے ہیں
اور نہ ہی مجھے سونے دیتے ہیں۔"

(مقامات اولیاء صفحہ ۱۴۰)

فیضانِ شب برات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ۝

مبارک ہو مومنو آئی شب برات،
رحمت خدا کی بن کے چھائی شب برات
رب قدیر بندوں سے کہتا ہے مانگ لو
ہم نے ہے اس لیے بنائی شب برات
کرتے رہے تلاوت، عبادت تمام رات
خود مصطفٰے نے ایسے منائی شب برات
سنت رسول کی ہے زیارت قبور کی
کیجیے کچھ ان کے حق میں بھلائی شب برات

معزز سامعین حضرات! یہ ماہِ مکرم شعبان المعظم ہے حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مہینہ بڑی عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے۔ ام المؤمنین، محبوبہ محبوب رب العالمین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس ماہ میں اکثر روزے رکھا کرتے تھے۔

قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ وَكَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيْلًا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۸)

وہ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے شعبان کے روزے رکھتے، سوائے تھوڑے دن کے سارے شعبان کے روزے رکھتے۔

ماثبت بالسنہ میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

شَعْبَانُ شَهْرِىْ وَرَمَضَانُ شَهْرُ اللّٰهِ۔ (ماثبت بالسنہ)

شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تبارک وتعالیٰ کا مہینہ ہے۔

حضراتِ محترم! اس فرمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ معلوم ہوا کہ محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کو شعبان کا مہینہ محبوب تھا۔ اسی لیے اس میں زیادہ روزے سے رہتے اور اس کے متعلق فرمایا شَعْبَانُ شَهْرِىْ شعبان میرا مہینہ ہے۔

محبت کا یہ اصول ہے کہ محبوب کی ہر شے محبوب ہوتی ہے۔ عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے ایک عاشق سے پوچھا کہ تم نے بہت سے شہروں کو دیکھا مگر یہ تو بتاؤ

پس کدامے شہر زاں ہا خوشتر است

پس ان شہروں میں سب سے زیادہ اچھا شہر کون سا ہے!

گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است

اس نے جواب دیا وہ شہر سب سے زیادہ حسین ہے جہاں میرا محبوب رہتا ہے

محبت کی نگاہ محبوب کی ہر چیز پر ہوتی ہے۔ دیکھئے قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کے شہر کی قسم اٹھائی،

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ مجھے قسم ہے اس شہر کی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک سے فرمایا کہ اے محبوب! مجھے تیرے شہر کی قسم ہے

اور یہ قسم اس لیے نہیں کھائی کہ یہاں بیت اللہ شریف اور حجرِ اسود کا جنتی پتھر ہے۔ مقامِ ابراہیم ہے یا صفا، مروہ کی پہاڑیاں جو کہ شعائر اللہ ہیں۔ اس لیے قسم نہیں کھائی کہ یہاں آبِ زمزم کا کنواں ہے۔ اس لیے نہیں کہ یہاں عرفات کا مقدس میدان ہے۔ اس لیے نہیں کہ یہاں مزدلفہ و منیٰ ہیں، بلکہ اس لیے اے محبوب! ہم نے اس شہر کی قسم کھائی وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۞ کہ تم اس شہر میں جلوہ فرما ہو۔ سرکارِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ اس مقام کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں ؎

وہ خدا نے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کے ساتھ محبت فرمائی جیسی تو فرمایا کہ اے محبوب! مجھے تیرے مقدس شہر کی قسم۔ اس لیے کہ اس شہرِ مقدس نے تمہارے قدموں کے بوسے لیے ہیں۔ سرکارِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اے میرے پیارے آقا اللہ جل وشانہ نے جو عظمت و شان آپ کو عطا فرمائی وہ نہ تو پہلے کسی کو نصیب ہوئی اور نہ ہی قیامت تک کسی کو مل سکے گی۔ اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہارے شہر کی قسم اٹھائی۔ تمہارے کلام پاک کی قسم کھائی۔ پنجابی شاعر کہتا ہے ؎

رب آکھیا سوہنیا محبوبا تیرے سوہنا ز اٹھاناں ہاں
لوکی میریاں قسماں کھاندے نے میں تیریاں قسماں کھاناں ہاں

اسی لیے غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ ہے کہ محبوب پاک کی ہر شے کو محبوب جانتے ہیں۔ دیکھیے حدیث پاک میں روایت موجود ہے۔

کدّو شریف سے پیار

ایک مرتبہ مدینہ شریف میں ایک شخص نے حضور نبی کریم تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی۔ چنانچہ آپ اس کے گھر اپنے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

ٹوٹ پڑے گئے۔ صاحب خادم نے جب کھانا پیش کیا تو اس میں جو کی روٹیاں اور شوربا جس میں خشک گوشت اور کدو شریف تھا۔ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانا شروع فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ساتھ کھانا کھا رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کدو شریف بڑی رغبت سے تناول فرما رہے ہیں اور وہ سمجھ گئے کہ حضور کو کدو شریف بہت پسند ہے۔ چنانچہ حضرت انس صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمَئِذٍ۔ (بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۳۶۵)	اس دن کے بعد میں بھی کدو شریف سے محبت کرنے لگا۔

سنگِ اسود ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حجر اسود جو جنتی پتھر اور دیوار خانہ کعبہ میں نصب ہے اس کے چومنے کے متعلق پوچھا، تو آپ نے جواب دیا،

فَقَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهٗ وَ يُقَبِّلُهٗ (مشکوٰۃ ص۲۲۸)	انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسے ہاتھ لگاتے اور اسے چومتے دیکھا۔

چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پتھر کو چومتے وقت کہا کہ اے حجر اسود! عمر نے تجھے اس لیے بوسہ دیا ہے کہ تجھے میرے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔

اللہ اللہ صحابہ کرام کا عقیدہ دیکھو کہ حجر اسود کو بوسے اس لیے نہیں دے رہے تھے کہ یہ جنتی پتھر ہے یا بیت اللہ شریف میں ہے یا دیوار کعبہ میں نصب ہے، بلکہ محبت سے اس لیے بوسے دے رہے ہیں کہ امام الانبیاء، محبوب کبریا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے چوما ہے۔

ثمامہ بن اثال یمامی کا قبولِ اسلام

سنہ ۶ھ میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نجد کی جانب روانہ فرمایا، چنانچہ اصحاب اس علاقے میں پہنچے اور قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک شخص جو کہ یمامہ والوں کا سردار تھا (یمامہ نجد کے ایک شہر کا نام ہے) اس کا نام ثمامہ بن اثال تھا، اسے پکڑ کر مدینہ شریف میں لائے، پھر اسے مسجد نبوی شریف کے ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ ثمامہ مسجد کے ستون کے ساتھ بندھے ہوئے حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے دیکھتے۔ کھانا پینا بھی وہاں ہی ہوتا اور حاجت کے لیے آپ کو کھول دیا جاتا۔ اس قید میں جو لطف حاصل تھا، وہ اہلِ محبت ہی سمجھ سکتے ہیں ؎

قید پیاں ہے ملے پیارا واہ واہ بندی خانہ

قیدُانوں چا میں واراں جو بے قید زمانہ

محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے اسیر کی قید پر ہزاروں آزادیاں قربان۔ شاعر اس کی یوں منظر کشی کرتا ہے ؎

دیکھا جو انہیں محشر میں تو رحمت نے پکارا

آزاد ہے جو آپ کے دامن میں بندھا ہو

ثمامہ ستون کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لاتے اور فرمایا ثمامہ تیرا کیا حال ہے؟ اور تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے اس نے جواب دیا میں خیریت سے ہوں مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں۔ اگر آپ مجھے قتل کریں تو آپ ایک خونی کو ماریں گے۔ مطلب یہ کہ آپ ایسے شخص کو قتل کریں گے جو واقعی قتل کا مستحق ہے اور اگر آپ احسان فرمائیں گے، یعنی اگر آپ میری جان بخشی کریں گے تو میں ساری زندگی آپ کا احسان مند رہوں گا۔ اگر آپ مجھ سے مال چاہیں گے تو آپ جتنا مال طلب کریں گے، میں ادا کردوں گا۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے۔ جب دوسرا دن ہوا تو یہی سوال فرمایا اور اس نے بھی وہی جواب دیا۔ تین دن تک آپ یہی ایک سوال فرماتے رہے اور وہ بھی ایک ہی جواب دیتا رہا۔ جب تیسرا دن ہوا تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ (مشکوٰۃ شریف ص۳۲۲) ثمامہ کو چھوڑ دو

ثمامہ تین دن تک محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کرتا رہا اور آپ کے پرتاثیر کلام سے مستفید ہوتا رہا۔ آج جب اسے بغیر کسی سزا کے آزاد کر دیا گیا تو وہ تو زلف رسول کا اسیر ہو چکا تھا۔ مدینے کے چاند کی ضیا اس کے دل میں گھر کر چکی تھی اور تاجدار مدینہ کی شفقت سے غلام رسول بن چکا تھا۔ چنانچہ ثمامہ آزاد ہوتے ہی مسجد سے باہر نکلے۔ قریب ہی ایک باغ تھا۔ وہاں پانی سے غسل کیا اور پھر واپس مسجد نبوی میں پہنچ کر حضور آقا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

گر کے قدموں پہ وہ قرباں ہو گئے !

پڑھ لیا کلمہ مسلماں ہو گئے !

کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی دشمن نہ تھا مگر اب آپ کا رُخ انور میرے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ میں آپ کے دین کو سب سے بُرا سمجھتا رہا لیکن خدا کی قسم اب مجھے آپ کا دین تمام دینوں سے زیادہ پیارا اور محبوب ہے۔ آپ کا شہر مدینہ جو پہلے مجھے ناپسندیدہ تھا اب مجھے تمام شہروں سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۔ و مدارج النبوۃ ص۔)

حضرات محترم جب تک دولت ایمان حاصل نہ تھی، دین مصطفیٰ سے محبت نہ تھی اور نہ مدینے سے پیار تھا، نہ مدینے والے سے محبت تھی۔ جب دل نور ایمان سے منور ہو گیا تو محبوب کی ہر شے سے محبت و عقیدت پیدا ہو گئی۔

حضرات محترم [illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا، شعبان شھری شعبان میرا مہینہ ہے۔ تو اہلِ محبت نے شعبان کے مہینے کے ساتھ محبت قائم کرلی۔ محبوب کی ہر شے محبوب ہوا کرتی ہے۔

شب برات

حضرات محترم: سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محبوب مہینہ شعبان المعظم سارا ہی عظمت و برکت والا ہے۔ ہم اس کو شعبان المعظم سمجھتے اور کہتے ہیں، مگر اس میں ایک رات ایسی بھی ہے جو بڑی برکت والی ہے جسے شب برات کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے رب کائنات کا ارشادِ مبارک ہے۔

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ — اس میں بانٹ دیا جاتا ہے، ہر حکمت والا کام

(پ ۲۵ ع ۱۴)

صاحب تفسیر روح البیان اس آیہ مقدسہ کے تحت لکھتے ہیں،

"کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس رات میں روزی و رزق کا پروگرام حضرت میکائیل علیہ السلام کے سپرد فرما دیتے ہیں اور اعمال و افعال کا پروگرام آسمانِ اول کے فرشتے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ مصائب و آلام کا پروگرام حضرت عزرائیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ (روح البیان ص ۵۹۸ ج ۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم پیغمبر رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا گیا کہ شعبان المعظم میں آپ کے روزہ دار رہنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا، شعبان سے شعبان تک مرنے والوں کی اجل لکھی جاتی ہے، تو میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میری اجل لکھی جائے تو میں روزہ دار ہوں۔ (الترغیب و الترہیب ص ۲۰۹)

حضرات محترم ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ شب برات وہ رات ہے جس میں سارے سال میں واقع ہونے والے امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ سے بخشش حاصل کرنے کے لیے اس رات کو عبادت و ریاضت توبہ و استغفار میں گزاریں۔ کچھ لوگ اس رات میں توبہ و استغفار اور عبادت کرنے کو بدعت

سکتے ہیں۔ تو آیئے دیکھئے! اس رات میں عبادت و ریاضت کرنا بدعت نہیں، بلکہ سنت رسولِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

پندرہ شعبان کی رات

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں حدیث نقل فرماتے ہیں،

اُم المومنین محبوبۂ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پندرہ شعبان کی رات کو قیام فرمایا اور پھر اس قدر دراز سجدہ فرمایا کہ میں یہ گمان کرنے لگی کہ شاید آپ کی روحِ مبارک پرواز کر گئی ہے۔ چنانچہ جب میں نے یہ حال دیکھا تو میں آپ کے پاس پہنچی اور پاؤں انور کے انگوٹھا مبارک کو ہلایا اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرِ اقدس کو جنبش دی اور اپنے سرِ انور کو سجدے سے اٹھایا پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے اے عائشہ! تم نے گمان کیا ہے کہ رسولِ خدا نے تمہارے حق میں خیانت کی ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ بات نہیں بلکہ میں نے آپ کے سجدے کی درازی سے یہ گمان کیا کہ شاید آپ کی روح پرواز کر گئی ہے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتیں یہ کونسی رات ہے، میں نے عرض کیا خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے فرمایا، اے عائشہ یہ پندرہ شعبان المعظم کی رات ہے اس رات میں حق تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں پر خاص توجہ فرماتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ غروب آفتاب سے لے کر طلوعِ فجر تک۔ مطلب یہ ہے کہ اور راتوں سے زیادہ اس رات میں توجہ فرماتا ہے اور مغفرت مانگنے والوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ طالبانِ رحمت پر اپنی رحمت فرما کر بخش دیتا ہے۔ (مدارج النبوۃ ج

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس رات کو عبادت و ریاضت میں گزارا۔ شاعر نے کہا ہے ؎

کرتے رہے تلاوت عبادت تمام رات
خود مصطفےٰ نے ایسے منائی شب برات

ہمیں بھی اس رات کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی میں عبادت و ریاضت کرنی چاہیے۔

اس لیے کہ یہ وہ پیاری رات ہے جس میں خداوند عالم اپنی رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے۔ گناہ گاروں کی بخشش ہوتی ہے۔ اب ان لوگوں کو سوچنا چاہیے جو اس رات میں طلب بخشش کے بجائے آتش بازی کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتے اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ناراض کرتے رہیں۔ آئیے عہد کریں کہ ہم ان افعال بد سے پرہیز کریں گے۔

اسی طرح ان بدقسمت لوگوں کو بھی توبہ کر کے اس رات کے فیضانِ رحمت کو حاصل کرنا چاہیے۔ جن کے بارے میں ہے کہ وہ اس رات عطائے خداوندی سے محروم رہتے۔ یعنی مشرک، جادوگر، شرابی، سود خور۔

حضراتِ محترم! آئیے سابقہ گناہوں سے توبہ کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور جبینِ نیاز جھکا کر گڑگڑائیں اور پھر آئندہ گناہوں سے بچنے کا عہد کریں اور دعا مانگیں۔

یا الٰہی رحم فرما مصطفےٰ کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجیو خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہیدِ کربلا کے واسطے

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

زیارتِ قبور

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت ہے کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور پھر جلدی ہی اٹھ گئے، جبکہ یہ رات میری باری کی تھی۔ تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل دی۔ میں نے کیا دیکھا کہ آپ بقیع شریف (مدینہ کا قبرستان) میں تشریف لے گئے اور سرِ انور آسمان کی طرف اٹھا کر دُعا مانگ رہے ہیں۔ پھر جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے عائشہ! کیا تم نے خیال کیا کہ میں نے تم پر ظلم کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے گمان کیا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! یہ پندرہ شعبان المعظم کی رات ہے۔ اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزولِ اجلال فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی گنتی سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتا ہے۔ (مدارج النبوۃ ص ۲۹۹ ج ۱)

سنت رسول کی ہے زیارت قبور کی
کیجئے ان سب کے حق میں بھلائی شب برات

شبِ نزولِ رحمت

غوثِ صمدانی قطبِ ربانی شہبازِ لامکانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں۔

حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شعبان المعظم کی پندرھویں رات کو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اپنا سرِ انور آسمان کی طرف اٹھاؤ۔ میں نے پوچھا یہ کیسی رات ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا،

هٰذِهٖ لَيْلَةٌ يَفْتَحُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى فِيْهَا ثَلَاثَ مِائَةِ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ ... یہ وہ رات ہے جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ ... رحمت کے دروازے کھول دیتا

الرَّحْمَةِ يَغْفِرُ لِكُلِّ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ سَاحِرًا اَوْ كَاهِنًا اَوْ مُدْمِنَ خَمْرٍ اَوْ مُصِرًّا عَلَى الرِّبٰوا فَاِنَّ هٰؤُلَاءِ لَا يَغْفِرُ لَهُمْ حَتّٰى يَتُوْبُوْا۔ (غنیۃ الطالبین صـ٥٢٧)

ہے اور ہر شخص کو بخش دیتا ہے جو شرک نہ ہو۔ اس رات میں بخشش فرما دیتا ہے مگر جادوگر اور ہمیشہ شراب پینے والا اور سود خور کو، اس رات میں نہیں بخشتا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لیں۔

انعامِ خداوندی

حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام ایک دن ایک پہاڑ سے گزرے کہ وہاں ایک سفید پتھر دیکھا۔ اس کی خوبصورتی اور دلکشی پر آپ بہت متعجب ہوئے۔ آپ کے اظہار تعجب پہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے روح اللہ! کیا تم چاہتے ہو کہ اس پتھر سے زیادہ تعجب خیز ایک چیز تم پر ظاہر کر دوں؟ روح اللہ علیہ السلام نے عرض کیا، یا اللہ! ہاں میں اسے بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حکمِ خداوندی سے وہ سفید پتھر پھٹ گیا اور اس میں سے ایک بزرگی والا شخص نکلا جس کے ہاتھ میں ایک سرسبز شاخ تھی جس کے ساتھ انگور لگے ہوئے تھے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ میرے ہر دن کی خوراک ہے اور میں یہاں عبادتِ خداوندی میں مصروف رہتا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تو کب سے اس پتھر میں عبادت کر رہا ہے؟ تو اس نے جواب دیا چار سو سال سے۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تو بڑا خوش نصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیارے روح اللہ! میرے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں سے جو شخص شعبان کی پندرھویں رات میں دو رکعت نفل پڑھے گا۔ وہ اس شخص کی چار سو سالہ عبادت سے بھی زیادہ ثواب پائے گا۔ (نزہۃ المجالس صـ٢٩٢ ج ١)

حضراتِ محترم! ان دونوں روایات سے یہ معلوم ہوا کہ یہ رات بڑی ہی عظمت والی رات ہے۔ اسے عبادت [illegible] گزارنا [illegible] بھی جا مزید [illegible] چاہئے

تجلّیاتِ رمضان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ فَمَنْ شَہِدَ مِنْکُمُ الشَّہْرَ فَلْیَصُمْہُ ○ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ○

ماہِ رمضاں کا چاند ظاہر ہوا، فضل کی بدلیاں چار سُو چھا گئیں
رحمتِ کبریا جوش پر آگئی، بارشیں فیض و عرفاں کی برسا گئیں

حق تعالیٰ نے اس ماہِ ذیشان میں — کیسے کیسے انعامات بخشے ہمیں
ایک رمضان دنیا میں کیا آگئے — عرش کی نعمتیں فرش پر آگئیں
پھر یہ پُرفیض دن ہم کو حاصل ہوئے — پھر یہ پُرنور راتیں ہمیں مل گئیں
زندگی میں میری پھر بفضلِ خدا — ماہِ رمضان کی ساعتیں آگئیں
ایک نیکی کی ستّر ملیں نیکیاں — اس عبادت کا کتنا اجر ہے
روزہ داروں کی رمضان میں قسمتیں — بے شبہ، بے گماں اوج پر آگئیں
یہ بھی اعجاز ہے ماہِ رمضان کا — اے سکندر نہیں اس میں چون و چرا
وہ جبینیں جو سجدوں سے محروم تھیں [illegible] ہوگئیں

معزز سامعین حضرات! یہ مقدس مہینہ، رمضان المبارک ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہٗ و اعظم شانہٗ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے ایک سال بعد پھر ہمیں رحمت و بخشش نجات و مغفرت کے اس مہینے کے فیوض و برکات حاصل کرنے کی سعادت بخشی۔ ہمارے کتنے ہی بزرگ، دوست و احباب اور عزیز و اقارب جو پچھلے سال اس ماہ مقدس میں بقید حیات تھے اور ہماری ان پیاری پیاری نوری مجالس و محافل کی زینت بنتے تھے، وہ آج ہمیں نظر نہیں آرہے ہیں۔ کسے معلوم ہے کہ آئندہ سال ہمیں یہ مبارک اور مقدس مہینہ دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔ شاعر کہتا ہے ؎

جیویں جیویں لے چھوٹا لا موت کھڑی سر اُتے
لکھ کروڑاں تیں تھیں سوہنے خاک اندر رل گئے

عظمتِ ماہِ رمضان

حضراتِ محترم! یہ وہ مقدس ماہ مبارک ہے جس کی تیسری تاریخ کو سرکارِ احمد مختار حضور تاجدار انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی پیاری لختِ جگر نورِ نظر، ملکہ فردوس بریں سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا کا وصال باکمال ہوا۔ اسی مقدس مہینے کی سترہ تاریخ کو اسلام کی عظیم جنگ، بدر کے مقام پر لڑی گئی۔ اسی ماہ مبارک میں حضور سید المرسلین، امام الاولین و آخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غمگسار، وفا شعار رفیقۂ حیات جناب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال باکمال ہوا۔ رمضان کی سترہ تاریخ کو ہی محبوبۂ محبوب رب العالمین ام المومنین سیدۃ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال باکمال ہوا۔ اسی بزرگ مہینے کی اکیس تاریخ کو جناب مولا مشکل کشا شیر خدا دامادِ مصطفےٰ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم منصبِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اسی مبارک مہینہ میں سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو صحیفے عطا فرمائے گئے۔ سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کی گئی۔ اسی تکریم والے مہینے میں سیدنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو تورات شریف عطا کی گئی۔ اسی عظمت والے ماہ مقدس میں سیدنا حضرت عیسیٰ روح اللہ کو

انجیل مقدس عطا فرمائی گئی۔ ہاں ہاں! یہی وہ رحمت و برکت، عظمت و جلالت والا مہینہ ہے۔ جس میں خالق کائنات نے اپنا آخری پیغام قرآن مجید فرقان حمید لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر نازل فرمایا۔

نزول قرآن

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد مبارک ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ

(پ ۲ ع ۷)

رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن پاک کا نزول ہوا (جس میں) لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں ہیں۔

حضرات محترم! یہ وہ ماہِ مقدس ہے جس میں قرآن پاک کا نزول پہلے آسمان پر ہوا اور پھر تیئیس سال کے عرصے میں حضور تاجدار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ رمضان المبارک ہی وہ پیارا مہینہ ہے جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ بزرگانِ دین، اولیائے کاملین کا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ وہ اس بابرکت مہینے میں کثرت سے کلام پاک تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی ماہِ مبارک میں اکسٹھ مرتبہ کلامِ مبارک قرآن کریم ختم فرماتے تھے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اسی ماہِ مبارک میں ساٹھ مرتبہ قرآن پاک ختم فرمایا کرتے تھے۔ شاعر کہتا ہے ؎

ایہہ رمضان بزرگ مرتبہ رب سچے فرمایا!
باقی سب مہینیاں اندر عالی رتبہ پایا
ذکر دعا عبادت جو کوئی ایس مہینے کردا

حضراتِ محترم! رمضان المبارک کا ہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں ایک ایسی معظم رات ہے جو ہزار ماہ کی عبادات سے بہتر ہے۔ یہی وہ ماہِ مقدس ہے جس کے روزے ایمان والوں پر فرض ہیں۔ اسی ماہ کی خاص عبادت نماز تراویح ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے، جس میں نوافل کا ثواب فرائض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ملتا ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا اجر قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (پ۲ البقرۃ ۱۵۳)	اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو بلاشبہ حق تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (پ۱۰ - الانفال ۴۶)	اور صبر کرو تحقیق اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (پ۴۔ آل عمران ۱۴۶)	اور اللہ تعالیٰ صابروں سے محبت فرماتا ہے۔
اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (پ۲۳۔ الزمر ۱۰)	صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے حساب۔

حضراتِ محترم ان آیات بینات سے معلوم ہوا کہ صبر ردّ البلاء ہے۔ صبر کرنے والوں کے ساتھ خدا تعالیٰ ہے۔ صبر کا اجر بے حساب، بے انتہا ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ہیچ تسبیحے نہ دارد آں درج
صبر کن الصبر مفتاح الفرج

(کوئی تسبیح وہ درجہ نہیں رکھتی (جو صبر کو حاصل ہے) اے مومن! صبر اختیار کر کہ صبر آسانی کی کنجی ہے)

حضرات محترم میں عرض کر رہا تھا کہ رمضان المبارک وہ بابرکت مہینہ ہے جو مومن کو صبر

شاکر بنا دیتا ہے۔ یہی وہ مقدس مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے اور ہر انسان کے دل میں غریب پروری اور غمگساری کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطاب

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شعبان المعظم کے آخر میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ مُبَارَكٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيهِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةً لِذُنُوبِهِ وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ

اے لوگو! تم پر وہ برکت وعظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے جس میں ایک ایسی رات آتی ہے جو ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور اس کی رات کا قیام نفل بنایا ہے۔ جو شخص اس ماہ میں نفل نیکی کرے گا، تو گویا اس نے کسی دوسرے مہینے میں فرض ادا کیا اور جو اس ماہ میں ایک فرض ادا کرے گا تو وہ ایسا ہو گا جیسے کسی دوسرے مہینے میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ غرباء کی غمخواری کا مہینہ ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھتا ہے جو اس مہینے میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو اس کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اس کی گردن [illegible] گی اور اس کو

اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ۔

(مشکوٰۃ شریف ص۱۷۴)

روزے دار جتنا ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کمی ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم میں سے ہر شخص وہ نہیں پاتا۔ (یعنی اتنی استطاعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کا روزہ افطار کروائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس کو بھی دے گا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرائے جو روزہ دار کو پیٹ بھر پلائے کھلائے اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض سے وہ پانی پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہو گا حتیٰ کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کا اول حصہ رحمت، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا ہے۔ جو اس مہینہ میں اپنے ماتحت سے کام میں تخفیف کرے اس شخص کو بخش دیا جائے گا اور آگ سے آزاد کر دیا جائے گا۔

حضرات محترم! سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشادِ مبارک سے معلوم ہوا کہ اس ماہِ مقدس کی تشریف آوری پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ایہہ رمضان مبارک جس دن دنیا دے وچ آوے

دوزخ دے دروازے اللہ اوس دن بند کرا دے

ایک اور شاعر اس ماہِ مقدس کے متعلق لکھتا ہے ؎

سعادت کے جلو میں رحمتِ پروردگار آئی
مسلمانوں کے گھر چل کر خدا کا لطفِ عام آیا
درِ میخانۂ وحدت کے در جبرئیل نے کھولے
ترستے تھے جسے مے خوار گردش میں وہ جام آیا

فیضانِ رمضان

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُرنور شافع النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے :

اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَغُلِقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ

(مسلم۔ بخاری ص ۲۵۵، مشکوٰۃ ص ۱۷۳)

جب رمضان المبارک آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

ماہِ رمضان کا چاند ظاہر ہوا فضل کی بدلیاں چار سو چھا گئیں
رحمتِ کبریا جوش میں آگئی بارشیں فیض و عرفاں کی برسا گئیں
حق تعالیٰ نے اس ماہِ ذیشان میں کیسے کیسے انعامات بخشے ہیں
ایک رمضان دنیا میں کیا آگیا عرش کی نعمتیں فرش پر آگئیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیہ ہے :

إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا وَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَابَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَابَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَ لِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔

(ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۱۷۳)

جب پہلی رات رمضان المبارک کی آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی بھی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک منادی کرنے والا منادی کرتا ہے کہ اے بھلائی کے چاہنے والے (نیکی اور بھلائی کی طرف) آ اور اے برائی کو بدی کے چاہنے والے (برائی سے) رک جا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگ آگ سے آزاد کیے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ ہر رات جاری رہتا ہے)

حضراتِ محترم! ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کی آمد پر آسمانوں کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں اور خداوند مقدس کی رحمت کے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں۔ جنت کے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازوں کو بند کر کے شیاطین اور سرکش جنوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور پھر ایک منادی کرنے والا کہتا ہے اے نیک بختو! خوش نصیبو! اعمالِ صالحہ کے لیے کمربستہ ہو جاؤ، رحمت و بخشش کا مہینہ جلوہ فگن ہو گیا ہے۔ اے خیر و فلاح کے چاہنے والو! نیکی کی طرف آؤ، بارگاہِ خداوندی کی طرف آؤ۔ مساجد کی طرف آؤ۔ عبادت و ریاضت کی طرف آؤ۔ جنت کی طرف آؤ۔ یہی تو وہ ماہِ مقدس ہے جس میں عملِ قلیل پر بھی جزائے جلیل عطا کی جاتی ہے۔

پھر منادی کرنے والا کہتا ہے یَابَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ اے برائی کے چاہنے والے برائی سے رک جا۔ اس برکتوں رحمتوں والے مہینے کا احترام کر کے خداوندِ عالم اور اس کے رسولِ معظم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے۔ یہی وہ ماہِ مقدس ہے جس کے لیے جنت کو سجایا جاتا ہے۔ اسی ماہِ مبارک میں روزے رکھنے والوں کی حورانِ جنت مشتاق ہیں۔

جنت کی آرائش

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کو ماہِ رمضان المبارک کے لیے شروع سال سے آخر سال تک سجایا جاتا ہے اور پھر جب رمضان المبارک کا پہلا دن ہوتا ہے تو جنت کے برگ و بار سے حور العین پر ایک خوش گوار ہوا چلتی ہے تو حوریں بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتی ہیں،

يَا رَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ	یارب اپنے بندوں کو ہمارا شوہر بنا اور
اَزْوَاجًا تُقِرُّ اَعْيُنَهُمْ	ان سے ہماری آنکھیں اور ہم سے ان کی
بِنَا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۳)	آنکھیں ٹھنڈی فرما۔

حضراتِ محترم! رمضان المبارک، وہ عظمت و رفعت والا مہینہ ہے کہ جس کے لیے پورا سال جنت کو سنوارا اور نکھارا جاتا ہے۔ پھر جب رمضان شریف کا پہلا دن آتا ہے تو پھولوں کی خوشبو سے لبریز معطر و عنبر ہوائیں چلتی ہیں۔ حوریں خداوندِ عالم کی بارگاہِ اقدس میں دعائیں کرتی ہیں یا اللہ! ہمیں روزہ داروں کی زوجیت میں دے دے۔

روزہ کی فرضیت

حضرات محترم! رمضان المبارک ہی وہ بزرگی والا مہینہ ہے جس کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے،

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ	پس تم میں سے جو کوئی یہ مہینہ پائے تو وہ
فَلْيَصُمْهُ ط (پ ۲ ع ۷)	اس کے روزے رکھے۔

معزز سامعین کرام! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا اور پھر اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کی

تسلی و تشفی کے لیے یہ بھی فرمایا کہ کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ ہم نے صرف تم پر ہی روزے فرض کیے ہیں بلکہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیے گئے اور تمہارا بھوک و پیاس برداشت کرنا بھی تمہارے لیے ہی فائدہ مند ہے کہ اس سے تقویٰ اور پرہیزگاری حاصل ہو جائے گی۔ ارشادِ خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ	اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے
الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ	جیسے تمہارے اگلوں پر فرض کیے گئے تھے
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (پ۲ البقرہ)	تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

زکوٰۃ بدنی

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ شَیْءٍ زَكٰوةٌ وَّزَكٰوةُ الْجَسَدِ	ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ
الصَّوْمُ۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۱۸۱)	روزہ ہے

حضراتِ محترم! اگر مال سے زکوٰۃ نکال دی جائے تو مال میں برکت آجاتی ہے۔ مال طیب و طاہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح روزہ زکوٰۃ بدنی ہے۔ جو شخص جسم کی یہ زکوٰۃ ادا کرتا ہے اس کی روح اور جسم طاہر و طیب اور پاک و مطہر ہو جاتا ہے۔ روزہ دار جسمانی طور پر صحت مند اور روحانی طور پر طاقت ور ہو جاتا ہے۔ جس مال سے زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ چوروں اور غصب ناروں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جب جسم کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو مومن شیطان کی فریب کاریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے روزے کے فوائد کے متعلق فرمایا، لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تمہیں پرہیزگاری حاصل ہو جائے اور تم شیطان لعین کے دامِ فریب سے بچ جاؤ۔ تمہیں تقویٰ و طہارت کی دولت نصیب ہو جائے اور اس روزے کی برکت سے تمہارے سابقہ گناہ بھی معاف ہو جائیں۔

گناہوں کی بخشش

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (مشکوٰۃ ص۱۷۳)۔

جو ایمان و اخلاص کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے گا، اس کے پچھلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

دوزخ سے دوری

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور آقا نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ يَوْمًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا (مسلم بخاری مشکوٰۃ)

جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اسے آگ سے ستر سال کی راہ سے دور رکھے گا

حضرت ابی امامہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا:

مَنْ صَامَ يَوْمًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ (ترمذی مشکوٰۃ ص۱۷۳)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک خندق بنادے گا، جیسی آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

حضور اکرم شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں،

مَنْ صَامَ يَوْمًا اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ بَعَّدَهُ اللّٰهُ مِنْ جَهَنَّمَ كَبُعْدِ غُرَابٍ طَائِرٍ وَهُوَ فَرْخٌ حَتّٰى مَاتَ هَرِمًا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۸۱)۔

جو شخص رضائے الٰہی کے لیے ایک دن کا روزہ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے اتنا دور کردے گا جیسے اڑنے والے کوے کی دوری، جب وہ بچہ ہو، حتیٰ کہ بوڑھا ہو کر مرجائے۔

دو خوشیاں

حضور تاجدار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ

روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی

عِنْدَ فِطْرِهٖ وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ (مشکوٰۃ ص۱۷۳) — تو افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت

حضرات محترم! اس حدیث پاک کے مطابق روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔ ایک خوشی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے۔ آپ نے تجربہ کیا ہوگا کہ سارا سال کھانے پینے میں وہ لطف نہیں آتا جو روزہ دار کو افطاری کے وقت آتا ہے۔ دوسری خوشی لقائے باری تعالیٰ ہے۔ ایک اور حدیث شریف ہے،

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضٰعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی ساری نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھائی جائیں گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے سوائے روزہ کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

(مسلم۔ بخاری ص۲۵۴ مشکوٰۃ ص۱۷۳)

حضرات محترم! اس فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ تمام نیکیاں دس سے سات سو تک بڑھائی جائیں گی، مگر روزہ دار کے متعلق خالقِ دو جہاں نے فرمایا، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا عطا کروں گا۔

حضرات محترم! اس حدیث پاک میں جو لفظ اَجْزِیْ ہے، اس کو اُجْزٰی بھی پڑھا جاتا ہے۔ پھر اس حدیث کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے؛

"روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔"

سبحان اللہ! ہر عبادت کا ثواب جنت ہے، روزہ دار کے لیے لقائے خالقِ جنت ہے۔

شفیعانِ محشر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يُشَفَّعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَيْ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ۔
(مشکوٰۃ شریف ص۱۷۳)

روزے اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے۔ روزے عرض کریں گے۔ اے اللہ! میں نے اس کو دن میں کھانے اور شہوت سے روکا، اس لیے تو اس کے لیے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کریم کہے گا میں نے اسے رات میں سونے سے روکا لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما پس دونوں کی شفاعت قبول ہوگی۔

حضرات محترم! ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ روزہ مومن کامل کے لیے عظیم سرمایۂ آخرت ہے۔ آیئے عہد کریں کہ ہم جب تک زندہ ہیں۔ اس معزز مہمان خداوند قدوس کی تعظیم و تکریم کریں گے۔ علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نزہۃ المجالس میں ایک روایت نقل فرمائی ہے۔

مجوسی جنت میں

بخارا شہر میں ایک مجوسی کا بیٹا مسلمانوں کے بازار میں ماہ رمضان المبارک میں دن کے وقت سرعام کھانا کھا رہا تھا۔ بیٹے کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھ کر اس کے مجوسی باپ نے اس کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا اور اسے سختی سے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ تجھے معلوم نہیں کہ یہ رمضان المبارک (مسلمانوں کے روزوں کا) مہینہ ہے؟ بیٹے نے جواب دیا اے ابا جان! تم بھی تو اس مہینے میں دن کے وقت کھاتے پیتے ہو؟ تو مجوسی نے جواب دیا یہ تو درست ہے کہ میں روزہ نہیں رکھتا، مگر میں اس مبارک مہینے کا احترام کرتے ہوئے لوگوں سے پوشیدہ ہو کر چھپ کر کھاتا پیتا ہوں۔

چنانچہ وہ مجوسی جب اس دار فانی سے رخصت ہوا تو بخارا کے ایک شخص نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت بریں میں ٹہل رہا ہے۔ تو اس نے پوچھا: اے مجوسی! تو تو مسلمان نہ تھا، پھر جنت میں کیسے پہنچ گیا؟ تو مجوسی نے جواب دیا کہ میں رمضان المبارک

معزز سامعین حضرات! یہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ ہے اور اسی کی تین تاریخ کو تاجدارِ دو جہاں، سید الکونین، امام الانبیاء حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی پیاری جلیل القدر مخدومۂ کائنات، ملکۂ فردوسِ بریں، نورِ چشم رحمۃ للعالمین حضرت سیدہ طیبہ، طاہرہ، عابدہ زاہدہ، راکعہ، ساجدہ، بتیرہ، منورہ، فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال باکمال ہوا۔ تین رمضان المبارک کو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اپنی شفیق رفیقۂ حیات کی رفاقت سے محروم ہو گئے۔ حسنین کریمین کی مادرِ مہربان ان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئیں۔ قرآن کی لوریاں سنا سنا کر سلانے والی ماں ابدی نیند سو گئیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سینے سے لگانے والی ماں دارِ فانی سے رخصت ہو گئیں۔ تاجدارِ ہل اتیٰ کا گھر خالی ہو گیا۔ مدینہ منورہ کی پاک بیبیاں عکسِ مصطفیٰ، جگر گوشۂ محبوبِ خدا، تصویرِ رسول، سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت سے محروم ہو گئیں۔ پردہ نشینوں کی سردار ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پردہ میں چلی گئیں۔ حجرۂ فاطمہ کے در و دیوار گریہ کناں ہو گئے۔ اولادِ فاطمہ پر قیامتِ صغریٰ برپا ہو گئی۔ کائناتِ عالم کے ذرّے ذرّے میں صدائے آہ و فغاں بلند ہو گئی۔ اور آج بھی شہیدانِ وفا کی مادرِ مہربان کے وصال کا جب تذکرہ ہوتا ہے تو غلامانِ اہل بیت اطہار کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ دل تڑپنے لگتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو، اہلِ بیت مصطفیٰ کے غم میں ڈوب جانا ہی تو ایمان کی جان ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:

قُل لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى	اے محبوب! فرما دیجئے کہ میں تم سے اس پر کچھ اجر طلب نہیں کرتا مگر میری اقربا سے مودّت محبت رکھو۔
(پ ۲۵ - ع ۴)	

حضراتِ محترم! اس آیۂ مقدسہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ آپ اعلان فرما دیجئے کہ اے میرا کلمہ پڑھنے والے امتیو! میں تم سے صدقے

بارگاہِ خداوندی سے سب کچھ ملا۔ میں تم سے اس کا کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر یہ کہ تم میرے اقرباء سے محبت و مؤدت رکھنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، قربیٰ سے مراد کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

قَالَ عَلِیٌّ وَفَاطِمَۃُ وَوَلَدُھُمَا — فرمایا علی اور فاطمہ اور ان کے بیٹے

حضراتِ محترم! مشہود تاجدارِ دوجہاں سیدِ مرسلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمانِ مقدس سے معلوم ہوا کہ قربیٰ سے مراد حضرت علی المرتضیٰ، حضرت سیدۃ النساء اور حسنین کریمین ہیں، جن کے ساتھ عقیدت و محبت رکھنا ہم سب پر واجب ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے ؎

جنہوں پنجتن نال پیار نہیں، اوہدے کلمے دا اعتبار نہیں
جہڑا چونہہ یاراں دا یار نہیں، اوہ جنت دا حقدار نہیں
لکھ نفل نمازاں پڑھ بھانویں لکھ لمے سجدے کر بھانویں
جے آلِ رسول دا دشمن ایں تیرا بیڑا ہونا پار نہیں

شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مقدس ہے،

اَلَا اِنَّ مِثْلَ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ	بے شک میری اہل بیت کی مثال تم میں کشتی
مِثْلُ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا	نوح کی طرح ہے جو اس پر سوار ہو گیا
نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا	نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا
ھَلَکَ (مشکوٰۃ شریف ص۵۷۳)	ہلاک ہو گیا۔

فرمانِ مصطفےٰ کے مطابق جس شخص نے اہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع اور فرمانبرداری کی اور ان کے ساتھ مؤدت و محبت کی، وہ نجات پا گیا اور جس نے ان کی مخالفت کی، وہ ہلاک ہو گیا ع

سمرقند کی سیدزادی

سمرقند کے علاقہ میں ایک بیوہ سیدزادی رہتی تھی، غربت کی وجہ سے اس کے بچے فاقہ سے تھے۔

بچوں نے جب ماں سے روٹی کا سوال کیا، تو ماں کی مامتا تڑپ اٹھی۔ مجبور ہو کر ایک مسلمان رئیس کے دروازے پہ پہنچی اور اس سے کہا اے اللہ کے بندے! اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے مال دیا ہے میں غریب سیدزادی ہوں اور میرے بچے فاقے سے ہیں اور ان کی بھوک کی شدت مجھے تیرے دروازے پر لے آئی ہے اور تو انہیں کھانا کھلا کر خدا تعالیٰ اور اس کے رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کرلے۔ وہ رئیس جو کہ اپنی دولت کے نشے میں بدمست تھا کہنے لگا، بی بی! تیرے پاس سید ہونے کی کیا دلیل ہے؟ سیدزادی نے آہ بھری اور کہا کہ میں تجھے سید ہونے کی کیا دلیل پیش کروں۔ یہ کہہ کر وہ آگے چل دی اور کچھ دور جا کر ایک اور مکان پر دستک دی۔ مالکِ مکان باہر آیا اور دروازے پر بچوں کے ساتھ ایک پریشان حال پردہ دار خاتون کو دیکھا تو پوچھا بی بی! کیا بات ہے؟ بی بی پاک نے فرمایا میں سیدزادی ہوں، یہ میرے بچے فاقے سے ہیں، ان کی بھوک مجھے تیرے دروازے تک لے آئی ہے۔ صاحب خانہ مسلمان نہ تھا، بلکہ ایک آتش پرست تھا۔ بی بی کا حال سن کر تڑپ اٹھا اور آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ دل میں خیال آیا کہ یہ عورت آلِ نبی، اولادِ علی ہے میرے لیے یہ بڑی سعادت مندی ہے کہ مجھے ان کی خدمت کا موقع مل گیا ہے۔ پھر اس مجوسی نے ادب سے کہا بی بی اندر تشریف لے آئیں پھر اس مجوسی نے اس سیدزادی کی خوب خدمت و تواضع کی۔

جب رات ہوئی تو وہ امیر مسلمان سویا تو خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ میدانِ محشر قائم ہے حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت کے ایک محل کے پاس جلوہ افروز ہیں، تو اس امیر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ محل کس کے لیے ہے؟ فرمایا، مسلمان مرد کے لیے اس امیر نے کہا میں بھی مسلمان ہوں۔ فرمایا: تیرے پاس مسلمان ہونے کی دلیل کیا ہے؟ پھر فرمایا کہ تیرے دروازے پر میری بیٹی آئی تھی اور تو نے اس سے سید ہونے کی دلیل

طلب کی تھی؟ اور تجھے شرم نہ آئی۔ سرکارِ دو عالم شفیعِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ہی تھا کہ وہ زار و قطار روتا ہوا بیدار ہوا اور اس سیدزادی کی تلاش شروع کردی تاکہ اپنے جرم کی معافی طلب کرسکے۔ جب معلوم ہوا کہ وہ سیدزادی فلاں مجوسی کے گھر میں ہے تو وہاں پہنچا اور اس مجوسی کو کہا کہ مجھ سے ایک ہزار روپیہ لے لو اور سیدزادی کو میرے گھر بھیج دو۔ اس نے کہا کہ تم سیدزادی کو اپنے گھر کیوں لے جانا چاہتے ہو؟ تو امیر نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے کہا کہ مجھے میرے نبی پاک نے دھتکار دیا ہے۔ تو اس نے کہا جس آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے دھتکار دیا ہے انہوں نے خواب میں مجھے مل کر میرا مقدر سنوار دیا ہے۔ اس پاک بی بی کے صدقے مجھے رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، اور انہوں نے مجھے اور میرے اہل خانہ کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیا ہے۔

وَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتَ وَاَھْلُ بَیْتِکَ فِی الْجَنَّۃِ (نزہۃ المجالس صفحہ ۲/۲۲۴)

اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اور تیرے اہل خانہ جنت میں ہیں۔

لکھ نفل نمازاں پڑھ جاویں لکھ لمے سجدے کر جاویں
جے آلِ رسول دا دشمن ایں تیرا بیڑا ہونا پار نہیں

حضرات محترم! سمرقند کی سیدزادی کا احترام کرنے سے مجوسی کو دولتِ ایمان کے ساتھ ساتھ جنت بھی حاصل ہوگئی۔ آپ ذرا غور فرمائیں جو مدینے والے آقا محبوب ربِّ علا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی، امام الاولیاء تاجدارِ ہل اتی کی بانو، حسنین کریمین کی مادرِ مہرباں، شہزادیٔ کون و مکاں، عصمت کا درِ نہاں، عفت کا گنجِ گراں، پیکرِ شرم و حیاء، منبعِ وفا، مصدرِ جود و سخا مخزنِ لطف و عطا، سراپا صبر و رضا، صورتِ شمس الضحیٰ سیرتِ بدر الدجیٰ، نقشۂ خیرالوریٰ جگر گوشۂ رسولِ مقبول، حضرت سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقیدت رکھے گا، وہ کیوں نہ جنتی ہوگا؟ جس کی [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمائی؛

جنّتی عورتوں کی سردار

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ۔ سَیِّدَۃَ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (مشکوٰۃ ص۵۶۸)

فرمایا:
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ اے فاطمہ! کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تجھے تمام جنت کی عورتوں کا سردار بنا دیا ہے۔

سب سے زیادہ محبوب کون؟

حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا:

اَیُّ النَّاسِ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَۃُ فَقِیْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُھَا (مشکوٰۃ ص۵۶۸)

کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ فرمایا حضرت فاطمہ پھر میں نے عرض کی مردوں میں سے کون؟ فرمایا ان کے شوہر (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا سَافَرَ کَانَ اٰخِرَ النَّاسِ عَھْدًا بِہٖ فَاطِمَۃَ وَاِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ کَانَ اَوَّلَ النَّاسِ بِہٖ عَھْدًا فَاطِمَۃَ۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب سفر کو تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ سے ملتے اور جب آپ واپس تشریف لاتے، تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات فرماتے۔

(المستدرک ص۱۵۵)

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اٹھنے بیٹھنے میں، چلنے پھرنے میں، عادات و اطوار میں حسنِ کردار و گفتار میں سب سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ تھیں۔

قَالَتْ وَكَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ اِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَاَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهٖ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَاَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا۔

(ترمذی، المستدرک ص ۱۶۰ ج ۳)

ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے اور انہیں بوسہ دیتے اور محبت سے اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو آپ کھڑی ہو جاتیں اور آپ کے دست مبارک کو چوم لیتیں اور ادب و احترام سے اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

حضرات محترم! ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت الفردوس کی تمام عورتوں کی سردار ہیں اور امتِ مصطفےٰ میں خیر النساء ہیں۔ آپ گوشۂ جگر نورِ نظر محبوبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جاتے تو اپنی بیٹی کے گھر سے رخصت ہوتے اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے انہیں ہی شرفِ زیارت سے مستفید فرماتے۔ اور جب سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کاشانہ نبوت پر تشریف لاتیں، تو تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے۔

غور فرمائیں کہ جن کے قدموں کے بوسے عرش معلیٰ نے لیے، وہ آقا اپنی بیٹی کی پیشانی اقدس پر بوسہ دیتے ہیں۔ حضرات! شہزادیِ رسول سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ خالقِ کائنات بھی [illegible] محبت فرماتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَغْضَبُ بِغَضَبِ فَاطِمَۃَ وَیَرْضٰی بِرِضَاءِ ھَا۔ (المستدرک صفحہ ۱۵۴ ج ۳)

بیشک اللہ تعالیٰ فاطمہ کے غضبناک ہونے سے غضبناک ہو جاتا ہے اور اس کے راضی ہو جانے سے راضی ہو جاتا ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ۔

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔

(بخاری، مسلم۔ ترمذی صفحہ ۵۶۸)

حضراتِ محترم! حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راضی کرنا خدائے کریم کو راضی کرنا ہے اور ان کو ناراض کرنا خدا تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے۔ جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے مجھے ناراض کیا، اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔

کون فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا؟ سرکارِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر　　ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ　　حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ　　جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

شانِ اہلِ بیت میں مولانا حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

بے اجازت جن کے گھر جبریل بھی آتے نہیں!
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلِ بیت
اہلِ بیتِ پاک سے گستاخیاں، بیباکیاں
لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ دشمنانِ اہلِ بیت

شادی کی تقریب

ایک مرتبہ قریشی عورتیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں کہ اے ابوالقاسم! ہمارے ہاں شادی ہے۔ یہ تو درست ہے کہ ہم تمہارے دین سے علیحدہ ہیں مگر رشتہ داری کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ کو ہمارے گھر شادی کی تقریب میں بھیج دیں۔ ان کے اس سوال پر پہلے تو آپ خاموش رہے۔ پھر فرمایا: اچھا تم جاؤ ہم فاطمہ کو تمہارے گھر بھیج دیں گے۔ جب وہ چلی گئیں تو جناب سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: پیاری بیٹی! آج قریش کی چند عورتیں یہ درخواست لے کر میرے پاس آئی تھیں کہ تم ان کی شادی میں شرکت کرو۔ ہماری شانِ رحمت و شفقت کا یہی تقاضا تھا کہ ہمارے در پر آیا ہوا کوئی سوالی خالی ہاتھ نہ جائے۔ اس لیے ہم نے ان سے وعدہ کر لیا ہے، اب بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے؟

جناب سیدہ نے عرض کیا ابا حضور! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، مگر میں یہ سوچ رہی ہوں کہ وہاں قریش کے سرداروں کی عورتیں بھی آئیں گی جو بیش قیمت ریشمی لباس میں ملبوس اور سونے چاندی کے زیورات سے آراستہ ہوں گی اور وہ میرے پھٹے پرانے لباس اور پیوند دار چادر کو دیکھ کر نہ صرف میرا مذاق ہی اڑائیں گی بلکہ اسلام اور آپ کی شانِ رسالت میں زبان درازی بھی کریں گی۔ ابا حضور اگر آج میری والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیات ہوتیں، تو سارا انتظام فرما دیتیں، مگر وہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئیں۔ کملی والے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے پیاری بیٹی! پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر زنانِ قریش دنیاوی زیور سے مزین ہیں، تو تم دولتِ ایمان سے مالا مال ہو۔ وہ تو صرف مکہ کے سرداروں کی عورتیں ہیں اور تم سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی ہو اور جنت کی عورتوں کی سردار ہو، ان کے پاس دنیا کا ساز و سامان ہے تو تمہارے پاس دولتِ ایمان۔ حضور تاجدارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابھی یہ فرما ہی رہے تھے

کہ جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوتے اور ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ آپ اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمائیں کہ وہ اپنے پھٹے پُرانے لباس سے ہرگز پریشان نہ ہوں، وہ اسی لباس میں قریشِ مکہ کے سرداروں کی عورتوں میں جائیں اور پھر ہماری قدرت کا نظارہ دیکھیں۔

جناب سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدۃ النساء العالمین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو یہ مژدہ جانفزا سنایا۔ سیدہ نے جب یہ فرمان خداوندی سنا تو آپ نے اپنی پھٹی پُرانی چادرِ تطہیر کو سر پر رکھا اور سوئے خانۂ شادی روانہ ہو گئیں۔ ادھر قریش کی عورتیں انتظار کر رہی تھیں کہ دیکھیں چاند کو دو ٹکڑے کرنے والے نبی کی بیٹی کس شان سے آتی ہے۔

چنانچہ وہ عورتیں حضرت سیدۃ النساء کا راہ دیکھ ہی رہی تھیں کہ یکایک کانوں میں آواز آئی کہ اے قریشی عورتو! ادب و احترام کے ساتھ کھڑی ہو جاؤ اور تعظیم بجالاؤ، اس لیے کہ شہزادیٔ کونین، جگر گوشہ رسول الثقلین تشریف لا رہی ہیں۔ چنانچہ قریشی عورتیں کھڑی ہو گئیں اور کیا دیکھتی ہیں کہ ملکۂ فردوسِ بریں، سیدۃ نساء العالمین، نورِ چشم رحمۃ للعالمین اس شان سے تشریف لا رہی ہیں کہ ان کے ملبوسات سے پھوٹنے والے انوار سے در و دیوار روشن ہو رہے ہیں، سینکڑوں کنیزیں ان کے ساتھ ہیں، کسی نے چادر مبارک کو تھام رکھا ہے اور کوئی پنکھا جھل رہی ہے اور کوئی جناب سیدہ کی خاکِ پا کو بوسہ دے رہی ہے۔ قریشی عورتوں نے جب دیکھا کہ حضرت سیدہ نے ایسا بہترین لباس زیبِ تن فرما رکھا ہے کہ جو کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ چنانچہ آپ کے اس لباس اور عزت و کرامت کو دیکھ کر کئی قریشی عورتیں قیدِ کفر سے رہا ہو گئیں۔

حضرت سُلیمان علیہ السلام کی بیٹی

حضرت مولا مشکل کشاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ دربارِ رسالت سے گھر تشریف لائے تو حضرت سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا نے پوچھا: اے سرتاجِ من سلامت! کیا وجہ ہوئی کہ آج آپ گھر تاخیر سے تشریف لاتے ہیں؟ تاجدارِ ولایت نے کہا: اے بنتِ رسول! آج

میں اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور آپ اپنے ارشادات عالیہ سے ہمیں مستفید فرما رہے تھے اور میں بھی ان کی پیاری پیاری باتیں سنتا رہا اس لیے دیر ہو گئی"

جناب سیدہ نے پوچھا کہ آج آپ میرے پیارے ابا جان سے کیا سن کر تشریف لاتے ہیں؟"

جناب علی پاک نے کہا کہ آج میرے نبی علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیٹی کے جہیز کا بھی ذکر فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بیٹی کو جہیز میں ایک ایسی جوتی دی تھی جس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے اور اپنے داماد کو ایک تاج دیا تھا جس میں ہیرے اور موتی لگائے گئے تھے۔

حضرت سیدۃ النساء نے جب یہ بات سنی تو دل میں یہ خیال آیا کہ میرے شوہر نے یہ بات شاید اس لیے دہرائی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بیٹی کو جہیز میں بہت کچھ دیا تھا اور میرے جہیز میں بڑا مختصر سامان تھا۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رات کو سوئے تو خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت میں ایک ارفع اعلیٰ مقام پر ایک نورانی تخت پر جلوہ فرما ہیں اور ہزاروں حوریں غلامی میں کھڑی ہیں ان میں سے ایک لڑکی جس کا حسن و جمال بے مثال اور شان و شوکت حوروں کے حسن و جمال پر غالب آ رہی ہے ہاتھوں میں دو طشت موتیوں اور جواہرات کے بھرے ہوئے کھڑی ہے اور بار بار جناب سیدہ کی طرف دیکھ رہی ہے کہ آپ اس کی جانب ایک نظر ہی دیکھ لیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ لڑکی کون ہے؟ تو سیدہ فاطمہ نے فرمایا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیٹی ہے۔ (معارج النبوت ص۱۲)

شاہِ حبشہ کا نذرانہ

ایک مرتبہ شاہِ حبشہ نے شہنشاہِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں قیمتی تحائف بھیجے جو کہ مستحقین میں تقسیم کیے گئے۔ شاہِ حبشہ نے ایک بیش قیمت جواہر نگار، ایک جوڑا بازو بند حضرت سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے علیحدہ بھیجا اور یہ تاکید مزید کی کہ یہ تحفہ بنتِ رسول کو پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ جب وہ بازو بند شہزادیٔ مصطفیٰ کے گھر پہنچا دیے گئے۔ جناب سیدہ کو تو زیورات سے

محبت ہی نہ تھی اس لیے کہ انہوں نے الفقر فخری کہنے والے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گود میں پرورش پائی تھی۔ انہیں ان زیورات کی چاہت بھی کیسے ہو سکتی تھی۔ بہر حال نجاشی کے ہدیہ کیے ہوئے بازو بند اس لیے پہن لیے تاکہ اسے اس کا پورا پورا اجر و ثواب حاصل ہو جائے۔ ابھی سیدہ نے بازو بند پہنے ہی تھے کہ یتیموں کے والی، غریبوں کے حامی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ جناب سیدہ ابا حضور کے استقبال کے لیے کھڑی ہوئیں اور دست مبارک کو بوسہ دیا۔ امام الانبیاء شہ سرور دوسرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا بیٹی! یہ جواہر نگار کنگن تم نے کیسے پسند کر لیے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم دنیا کے بدلے آخرت کو ترجیح دیتے ہیں۔ جناب سیدہ نے عرض کی ابا حضور یہ نجاشی کا تحفہ تھا، میں نے پہن لیا اور ابھی اتارے دیتی ہوں۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس تشریف لے گئے تو جناب سیدہ نے کنگن اتارے اور فروخت کرنے کے لیے بھیج دیئے۔ کنگن تو بازار پہنچ چکے تھے مگر بنت رسول کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ رہی تھیں اور آپ یہ فرما رہی تھیں کہ کاش میں یہ کنگن نہ پہنتی جو کہ میرے ابا جان کے پریشان ہونے کا سبب بنے۔ اے اللہ میری خطا معاف فرمائے۔ چنانچہ جب بازو بند فروخت ہو گئے اور ان کی قیمت سیدہ کے ہاتھ آئی تو آپ نے اسے مدینہ منورہ کے غریبوں، یتیموں، مسکینوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جب چوکھٹ فاطمہ پر فقیروں کے شور و غل کی آواز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچی تو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ یہ شور و غل کیسا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی کہ حضور! سیدہ فاطمہ کو نجاشی نے جو بازو بند بھیجے تھے، سیدہ نے انہیں فروخت کر دیا ہے اور اب وہ رقم محتاجوں میں تقسیم ہو رہی ہے۔ جب آپ نے یہ بات سنی تو آپ پا برہنہ حضرت سیدۃ النساء کے پاس پہنچے اور اپنی پیاری بیٹی کو آغوش میں لے لیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے فرمایا اے بیٹی! ہمیں تو روز قیامت گناہ گاروں کی شفاعت

کرتا ہے، اس لیے دنیا کی راحت کو چھوڑ کر ہم نے فقر اختیار کر لیا ہے (کتاب الفضائل ص۹)

بے مثال ایثار

سیدالانبیاء حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ مقدسہ میں ایک سائل نے صدا دیتے ہوئے عرض کیا کہ میں فاقے سے ہوں۔ اس وقت سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں جلوہ افروز تھے اور اس وقت گھر میں روٹی کا سوکھا ہوا ٹکڑا بھی موجود نہ تھا جو کہ سائل کو عطا کیا جاتا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ تم میری بیٹی سیدہ فاطمہ کے در والتے پر چلے جاؤ۔ سائل چوکھٹ بتول پر حاضر ہو گیا اور عرض کیا۔ اے اہل بیت رسول! میں کئی روز سے بھوکا ہوں مجھے کھانا عنایت فرمائیں۔ مادرِ حسنین کریمین نے جب سائل کی درد بھری آواز سنی تو دل بھر آیا مگر سیدۃ النساء العالمین کے گھر میں بھی دو روز سے فاقہ تھا اور کوئی چیز بھی ایسی نظر نہ آتی تھی جو سائل کو دے دی جاتے۔ آخر ایک بکری کی کھال کے مصلیٰ پر نظر پڑی جس پر حسنین کریمین شہزادگانِ بتول آرام فرما تھے۔ جناب سیدہ نے دونوں شہزادوں کو مصلیٰ سے اٹھایا اور زمین پر لٹا دیا اور اسے جھاڑ کر سائل کو عطا کر دیا اور فرمایا اسے فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کر لو۔ (البتول)

حسن مجتبیٰ کا قمیض

حضرت سیدۃ النساء کے پڑوس میں بسنے والی ایک عورت کاشانۂ ولایت پر آئی، اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا جس کا کرتا پھٹا پرانا تھا۔ بچے کے اس پیراہن کو دیکھ کر سیدہ تڑپ گئیں ادھر اس عورت نے سوال کر دیا کہ اے سیدہ! اگر تیرے شہزادگان میں سے کسی کی اتری ہوئی قمیض ہو تو میرے بچے کو عنایت فرما دیجئے۔ حضرت سیدہ پہلے ہی بچے کی پھٹی ہوئی قمیض دیکھ کر پریشان تھیں۔ آپ نے اپنے بیٹے حسن مجتبیٰ جو اس وقت سو رہے تھے انہیں بیدار کیا ان کے گلے سے قمیض اتار کر اس بچے کو دے دی۔ اور پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پرانی قمیض دھو کر پہنا دی۔ سیدۃ النساء نے اپنی ضرورت کو نظر انداز کر کے سائل کا سوال پورا فرما دیا۔

اعرابی سائل

بنی سلیم کے قبیلے کا ایک اعرابی دربارِ رسالت میں حاضر ہوا اور آتے ہی بڑی بے ادبی سے کلام کرنے لگا۔ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے جب اس کا یہ رویّہ دیکھا تو غصّے سے سب کے چہرے سرخ ہو گئے۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار میان سے باہر نکال لی تاکہ اس گستاخ کا سر قلم کر دیا جائے، مگر رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ آپ کے اخلاقِ حسنہ کو ملاحظہ کر کے اس اعرابی کے دل کی دنیا بدل گئی اور وہ تاجدارِ دوجہاں، سرتاجِ مرسلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں گر پڑا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ پھر عرض کی آقا! مجھے بھی اپنے غلاموں میں شامل کر لیجئے۔ بعد عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہایت مفلس و نادار اور فاقہ سے ہوں اور میرے اہلِ خانہ بھی فاقے سے ہیں، میری حاجت روائی فرمائی جائے۔

تاجدارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تم میں سے کون ہے جو اس اعرابی کو اونٹ دے دے؟ یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا آقا میرے پاس ایک ہی اونٹنی ہے، میں ابھی لاتے دیتا ہوں۔ پھر سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو اس کے ننگے سر کو ڈھانپے؟ تو حضرت مولیٰ مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر اس کے سر پر رکھ دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو اس فاقہ مست اور اس کے اہلِ خانہ کے لیے کھانے کا سامان مہیا کرے؟ یہ فرمانِ نبوی سن کر تمام صحابہ کرام ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ یہ سعادت کس کے حصے میں آتی ہے۔ وہ فقر و فاقہ کا زمانہ تھا، جب کوئی بھی نہ اٹھا تو آپ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اس سائل کو ساتھ لے جاؤ اور مدینہ منورہ کے مہاجر اور انصار کے مکانوں پر لے جاؤ، جہاں سے بھی ہو سکے اس کی حاجت کو پوری کر دو۔ چنانچہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس اعرابی کو ساتھ لے کر مہاجرین و انصار کے مکانوں

پڑ گئے مگر ہر طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تو آخر کار انہوں نے سوچا کہ اس در اقدس پر جانا چاہیے جہاں سے کبھی کوئی سوالی خالی نہیں گیا، چنانچہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعرابی کو لے کر سیدۃ النساء کی چوکھٹ پر حاضر ہو گئے۔

جب حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعرابی کو لے کر سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر پہنچے اور عرض کیا یا سیدہ! یہ ایک سائل ساتھ لایا ہوں، یہ خود بھی بھوکا ہے اور اس کے گھر والے بھی فاقے سے ہیں۔ سیدۃ النساء نے جب یہ بات سنی تو اپنے گھر پر نظر ڈالی مگر گھر میں کوئی بھی ایسی چیز نظر نہ آئی تھی جس سے اس سوالی کی حاجت کو پورا کیا جا سکے آپ کے پاس صرف ایک ہی چادر تھی جس کی طرف بار بار نظر جاتی تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنی چادرِ تطہیر اٹھائی اور یہ کہتے ہوئے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دی کہ اس چادر کو شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور اسے کہنا کہ یہ بنتِ رسول کی چادر ہے اسے خرید لو اور اس کے عوض جتنا غلہ دینا چاہو، اس سائل کو دے دو۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ردائے پاک کو لیا اور شمعون یہودی کے پاس پہنچ کر سارا واقعہ بیان کر دیا۔ شمعون نے جب یہ واقعہ سنا تو چادرِ تطہیر کے بدلے اس اعرابی کو غلہ دے دیا۔ اعرابی کا کام بھی بن گیا اور اس کے ساتھ ہی شمعون یہودی کی تقدیر بھی بدل گئی۔ اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ جس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صاحبزادی کے ایثار کا یہ عالم ہے، وہ واقعی سچے نبی ہیں، چنانچہ اس نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا، اور حضرت سیدۃ النساء کی ردائے پاک واپس بھیج دی۔ حضرت علامہ اقبال اس مقام پر فرماتے ہیں۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل، بتول
بہرِ محتاجے دلش آں گونہ سوخت
با یہودی چادرِ خود را فروخت

اُمت کی بخشش

حضرات گرامی! خداوند کریم جل شانہٗ نے سیدۃ النساء کے تصدق سے گنہگار سیہ کار امت کی بخشش کا وعدہ فرمایا۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (پ ۱۶ مریم آیت ۷۱-۷۲)

اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ یہ ٹھہری ہوئی بات ہے۔ پھر ہم ڈر والوں کو بچا لیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو جناب سرورِ کائنات، رحمتِ دو عالم، نبی معظم شہنشاہِ دوسرا احمد مجتبٰی محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی چشمانِ مبارکہ سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر اسی غمِ امت میں روتے ہوئے جبلِ صلاح کے دامن میں تنگ و تاریک غار میں تشریف لے گئے اور وہاں سر بسجود ہو کر بارگاہِ رب العزت میں اپنی امت کے گنہگاروں کی بخشش کی دُعا مانگنے لگے۔

جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو غار میں گنہگار امت کی بخشش کے لیے دعائیں مانگ رہے تھے، مگر عاشقانِ رسول صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپکی فرقت اور جدائی میں گریہ کناں تھے اور ہر طرف اداسی ہی اداسی چھائی تھی۔ عارف رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں،

اسی عالمِ حزن وملال میں ایک صحابی جب محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے مدینے میں تلاش کر چکا اور آپ کو کہیں بھی نہ پایا تو روتا ہوا جنگل کی طرف چل دیا۔ کیا دیکھا کہ جنگل میں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا ہے۔ صحابیٔ رسول نے اس چرواہے سے پوچھا اے چرواہے کیا تو نے کالی کالی زلفوں والے، مازاغ البصر آنکھوں والے نورانی چہرے والے میرے آقا علیہ السلام کو یہاں سے گزرتے ہوئے تو نہیں دیکھا؟ چرواہے نے جواب دیا،

گفت چوپاں مرمرا معلوم نیست   من نمی دانم محمد نام کیست

چرواہے نے کہا مجھے تیرے محبوب کی کوئی خبر نہیں اور میں نہیں جانتا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

کس کا نام ہے؟

پھر جب اس چرواہے نے اس عاشقِ صادق۔ بے حال زار کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں تیرے محبوب کو تو نہیں جانتا، ہاں ایک نئی بات میرے علم میں آئی ہے۔

این قدر دانم کہ اندر تیرہ غار زاری نالہ کسے لیل و نہار
مے کند با گریۂ بر ساحتی نالۂ یا اُمتی یا امتی
جانور از نالۂ اُو خستہ اند از چرا کردن دہن پا بستہ اند

ہاں مجھے اس قدر معلوم ہے کہ اس سامنے والی تنگ و تاریک غار میں کوئی رات دن روتا رہتا ہے اور یا ربِ اُمتی یا ربِ اُمتی کی صدائیں دیتا رہتا ہے۔ اس کی دردناک آواز کو سُن کر میری بکریوں نے چرنا چھوڑ دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میرے جانور بھی اس کے غم میں رو رہے ہیں۔

جب اس چرواہے نے یہ باتیں بیان کیں، تو امید کی کرن پھوٹی۔ عاشقِ رسول سمجھ گیا کہ وہ میرے آقا ہی ہوں گے۔ چنانچہ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس غار کی طرف بڑھا۔ جب وہاں پہنچا تو کیا دیکھا کہ آپ سربسجود ہیں اور خداوند قدوس کی بارگاہِ اقدس میں عرض کر رہے ہیں، جس کا نقشہ عارفِ رومی علیہ الرحمہ نے یوں کھینچا ہے ؎

زاری نالید و می گفت اے الٰہ تا نہ بخشی امتم را گناہ
من نہ بردارم سرِ خود از زمیں تا بروزِ حشر باشم ایں چنیں
ایں چنیں می گفت و می نالید زار با دلِ پُر درد چشم اشکبار
بعد آمد اے محمد اے مصطفےٰ بندۂ تو با ہزاراں التجا
بر در آمد مصطفےٰ زاری کناں معذرت خواہِ گناہ اُمتاں

بر در آمد اے گدائے کوئے تو

جناب سید المرسلین زار و قطار رو رہے ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کر رہے ہیں کہ اے الٰہ العالمین! جب تک تو میری گناہ گار اُمت کی بخشش کا وعدہ نہ فرمائے گا میں اپنا سر سجدے سے نہ اٹھاؤں گا حتیٰ کہ اسی طرح قیامت بھی قائم ہو جاتی۔ جب آپ یہ فرمالیتے تو پھر دلِ پُردرد اور چشمِ اشکبار سے رونا شروع کر دیتے اور فرماتے اے رب العالمین محمد تیرا بندہ ہزاروں التجاؤں اور آہوں کے ساتھ تیرے دربار میں حاضر ہے۔ تیرا مصطفےٰ روتا ہوا اپنی امت کے گناہوں کی مغفرت کا طالب ہے۔ یا اللہ تیرے دربار میں تیرا فقیر حاضر ہے۔ یا اللہ عنانِ خلق تیرے ہاتھ میں ہے۔ یا اللہ میری امت کی بخشش فرما دے۔

دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی آپ کی تلاش میں وہاں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی، وہ بھی رونے لگے۔ اور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے اے گناہگاروں کے غمخوار، نبیوں کے تاجدار، غریبوں کے والی، یتیموں کے مولا، سیاہ کاروں اور بدکرداروں کے غم میں رونے والے آقا اپنا سرِ اقدس سجدے سے اٹھائیے۔ آپ کے غلام چہرۂ انور کی زیارت کے لیے بیقرار و بے تاب ہیں۔ اے ہمارے آقا و مولیٰ آپ کے شہر مدینہ کے در و دیوار بھی سوگوار ہیں، للہ ہم پر کرم فرمائیں ؎

اے تماشا گاہِ عالم رُوئے تو
تو کجا بہرِ تماشا می روی

عاشقانِ مصطفےٰ روتے ہوئے بارگاہ حبیب میں فریادیں کر رہے ہیں کہ اے آقا سجدے سے سرِ مبارک اٹھائیے اور مشتاقانِ دید کو جمالِ جہاں آرا سے بہرہ ور فرمائیے۔ مگر آپ پھر سجدے میں رکھے ہوئے رو رو کر دعائیں مانگ رہے ہیں۔ آخر کار مایوس ہو کر کچھ اصحاب حضرت سیدۃ النساء کے درِ اقدس پر حاضر ہوئے اور تمام واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا کہ ہم نے بڑی التجائیں کیں مگر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدے سے سرِ اقدس نہیں اٹھاتے۔ ہمیں امید ہے کہ اگر آپ ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں تو ہمارا کام بن جائے گا۔ جناب سیدہ نے جب یہ واقعہ سنا

تو ان کی آنکھوں نے بھی اشکباری شروع کر دی ۔ ادھر سید المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم امت کے غم میں رو رہے ہیں، ادھر بنت رسول اپنے والد گرامی کے فراق میں رو رہی ہیں۔ تین دن ہو گئے ہیں، حسنین کریمین امام الانبیاء کی آغوشِ مقدس میں کھیلنے والے شہزادے اپنے نانا جان کی جدائی میں رو رہے ہیں۔ بچے جب اپنی مادرِ محترم سے پوچھتے کہ امی جان! ہمارے نانا جان کہاں ہیں؟ تو جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تڑپ کر رہ جاتیں ؎

دردِ دل من کمتر از یعقوب نیست

اُو پسر گم کردہ و من پدر را گم کردہ ام

شہزادی رسول سیدہ بتول اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہو گئیں۔ آپ نے اپنے لباس کے اوپر جو چادر اوڑھی وہ اُون کا ایک کمبل تھا اور کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور بارہ مختلف کپڑوں کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ مخدومۂ کائنات بنتِ رسول کا یہ سادہ پیوند دار لباس سارے جہان کی عورتوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اگر کائنات کے والی کی بیٹی پیوند دار لباس پہن کر فقر و فاقہ میں زندگی بسر کر سکتی ہے تو پھر ہماری عورتیں اگر سادہ لباس پہننا شروع کر دیں، تو کیا حرج ہے؟ کاش ہماری مائیں بہنیں اور بیٹیاں ظاہری سج دھج اور بناؤ سنگار کے بجائے اعمالِ صالحہ کی زینت سے مزین ہو جائیں۔

حضرت سیدہ پاک نے اسی پیوند والے کمبل سے جسمِ اطہر کو اس طرح لپیٹ لیا کہ کوئی دوسرا کپڑا نظر نہ آتا تھا۔ پھر آپ اصحابِ رسول کی بیویوں کے ساتھ اس غار میں تشریف لے گئیں، جہاں تاجدارِ مرسلاں امت کے گناہوں کی بخشش کے لیے رو رہے تھے۔ حضرت سیدہ جب غار میں پہنچیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ ابا حضور نے نوکیلے پتھروں پر پیشانی انور رکھی ہوئی ہے اور امت کے لیے دُعا مانگ رہے ہیں۔ جناب سیدہ نے یہ حالت دیکھی تو عرض کرنے لگیں،

اے رُخت را ماہِ تاباں بندۂ | وسعتِ مہر اَفگندۂ
اے فروغِ نورِ بینا [illegible]

اے پدر ہستی چرا اندوہ گیں اے پدر بردار سرہا از زمیں

اے پدر جانم فدائے نامِ تو اے پدر رُوحِ روانم رامِ تو

اے میرے پیارے ابا حضور فاطمہ کی جان تمہارے نام پر قربان' سرِ انور کو سجدے سے اٹھایئے اور مجھ غم زدہ اور مہجور کو شرفِ زیارت بخشئے۔ اے میرے پیارے ابا جان آپ کی بیٹی آپ کے غم میں بے قرار ہے۔ اے ابا جان سر سجدے سے اٹھا کر میری اشکبار آنکھیں دیکھئے۔ اب مجھ سے آپ کا رونا دیکھا نہیں جاتا۔ میں تو آپ کا انتظار کرتے کرتے موت کے منہ میں چلی جا رہی ہوں۔ ابا جان اپنی گنہ گار امت کی بخشش کا غم نہ کرو۔ میں روزِ محشر آپ کی امت کے اعمال میں اپنے حسن کا زہر آلود جامہ رکھ دوں گی۔ اگر پھر بھی پورا نہ ہوا تو اپنے حسین کی خون آلود قمیص رکھ کر پورا کر دوں گی۔ سیدہ کی اس آہ و فغاں کے باوجود سید المرسلین نے سر سجدے سے نہ اٹھایا

پھر سیدۃ النساء نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا یا اللہ! آج تک تیرے محبوب پاک کی بیٹی کے سر کا ایک بال بھی کسی نے نہیں دیکھا۔ آج تیرے حضور اپنی چادرِ تطہیر اتار کر دُعا مانگتی ہوں کہ میرے ابا حضور کی تمام اُمت کی بخشش فرما دے۔ سیدہ پاک نے اپنا دستِ اقدس ابھی چادر کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ حضرت روح الامین پیغامِ رب العالمین لے کر بارگاہِ رحمۃ للعالمین میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی پیاری فاطمہ سے فرما دو کہ وہ اپنی چادرِ تطہیر سر سے نہ اتاریں۔ اللہ کریم نے آپ کی امت کی بخشش کا وعدہ فرما لیا ہے۔

پس ندا آمد زیزداں کائے رسول من دُعائے فاطمہ کردم قبول

گر طلب کردی زمین و آسماں جملہ بخشد بہش ترا در یک زماں

وصال مخدومۂ کائنات

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے ابا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت نہ کر سکتی تھیں' چنانچہ جب تاجدارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دارِ فانی سے [illegible] جہاں کے فراق میں روتی رہتیں

اسی درد و الم میں چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ ایک دن مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم گھر تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بنتِ رسول الثقلین نے حسنین کریمین کو نہلا کر کپڑے پہنائے اور زلفیں سنواری ہیں اور اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ کر انہیں کھانا کھلایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ مصروفیت دیکھی تو فرمایا اے نورِ چشم رحمۃ للعالمین، اے حسنین کی مادرِ مہربان! کیا وجہ ہے کہ آج تم نے خلافِ معمول بڑے اہتمام کے ساتھ شہزادگان کو نہلایا اور پھر خود اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا ہے؟ مولائے کائنات کے اس سوال پر مخدومۂ کائنات حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہا اے میرے سرتاج! ہماری اور تمہاری جدائی کا وقت قریب آگیا ہے۔ آج رات مجھے خواب میں ابا حضور کی زیارت نصیب ہوئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ آپ میرے سرہانے تشریف فرما ہیں اور اِدھر اُدھر ملاحظہ فرما رہے ہیں جیسے کسی کا انتظار ہو۔ جونہی میں نے ابا جان کو دیکھا تو بیتاب ہو کر پکاری یَا اَبَتَاہُ اَیْنَ اَنْتَ اے ابا جان آپ کہاں ہیں؟ میں تو آپ کے لیے بے قرار و بے چین ہوں اور آپ کی فرقت میں تڑپتی رہتی ہوں۔ تو سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے جانِ پدر! ایامِ فراق گزر گئے اور وقتِ وصال قریب آگیا ہے۔ اب تم جلد مجھ سے آملو گی، میں تمہیں لینے آیا ہوں۔

اس خواب کو بیان کرنے کے بعد جناب سیدہ نے عرض کیا اے حسنین کے ابا جان! میرا خیال ہے کہ آج شب میں تم سے جدا ہو جاؤں گی، اس لیے اپنے ہاتھ سے روٹیاں پکا کر اپنے حسنین کو کھلا رہی ہوں اور انہیں کپڑے پہنا کر دولہا بنا رہی ہوں۔ میرے وصال کے بعد میرے شہزادگان یتیم ہو جائیں گے، وہ میرے بعد روٹی کس سے مانگیں گے؟ وہ امی کہہ کر کسے پکاریں گے، نامعلوم! ان کے کپڑے کوئی دھوئے یا نہ دھوئے؟

حضرت مولا مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب سیدہ کی یہ گفتگو سنی، تو آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔

جناب سیدہ نے عرض کی اے شیرِ خدا [illegible] میرے وصال کے بعد رو[illegible]!

تمہارے رونے سے میرے حسنین کو صدمہ ہوگا اور ان کے صدمے سے میری روح پریشان ہوگی

پھر مخدومۂ کائنات نے چند وصیتیں فرمائیں۔

اگر میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو خدا کے لیے مجھے معاف فرما دیں۔

دوسری بات یہ کہ میرے وصال کے بعد میرے بچے یتیم ہو جائیں گے ان پر شفقت فرمانا۔

انہیں رونے نہ دینا اور انہیں یتیمی کا احساس نہ ہونے دینا۔

تیسری وصیت یہ ہے کہ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھانا۔

چوتھی وصیت یہ ہے کہ مجھے بھلا نہ دینا میری قبر پر تشریف لاتے رہنا اور میرے

لیے دُعائے خیر فرماتے رہنا۔

یہ وصیتیں سن کر جناب مولا مشکل کشا کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور روتے ہوئے

فرمایا کہ تمہاری وصیتوں پر پورا پورا عمل کیا جائے گا۔

بعد ازاں حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ سیدنا صدیق اکبر

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف متوجہ ہوئیں اور ان سے فرمایا اے اسماء مجھے اس بات کی بڑی

فکر ہے کہ میرا جنازہ جب باہر جائے گا، تو لوگ دیکھیں گے۔ حضرت اسماء نے عرض کیا

یا سیدہ! میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ عورتوں کے جنازوں پر نرم شاخوں کو کمان کی طرح

باندھ کر اوپر سے چادر ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح جنازہ نکالنے سے پردہ دری نہیں ہوتی۔

جناب سیدہ نے وہ گہوارہ بنوا کر ملاحظہ فرمایا اور بہت خوش ہوئیں۔ پھر وصیت فرمائی کہ میرا

جنازہ اسی گہوارہ میں اٹھایا جائے۔ اے اسماء مجھے غسل بھی تم دینا۔

پھر جناب سیدہ نے حضرت اسماء سے فرمایا کہ تم تھوڑی دیر کے لیے حجرہ سے باہر

چلی جاؤ تاکہ میں تھوڑی دیر اپنے رب کے حضور مناجات عرض کر لوں۔ حضرت اسماء

حسب حکم باہر تشریف لے گئیں۔ چند لمحے گزرنے کے بعد جب آپ کے دل میں کچھ خیال

آیا اور دروازے کے قریب آگئیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب دروازے پر کان لگایا تو اندر سے آہ و فغاں کی آواز آ رہی تھی۔ حضرت اسماء بیتاب ہو کر حجرہ کے اندر تشریف لے گئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ مخدومہ کائنات بنت رسول سیدہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہیں اور روتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں یہ دُعا مانگ رہی ہیں کہ اے میرے اللہ میرے ابا حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے سے میرے جگر گوشوں کو میرے وصال کے بعد بچا فرمانا۔ اے اللہ میرے ابا حضور کے صدقے میری خطائیں معاف فرما۔ اے اللہ میرے ابا جان کے صدقے میرے ابا حضور کے گناہ گار امتیوں کی بخشش فرما۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ مناجات سنی تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضرت اسماء کے رونے کی آواز سُنی تو سجدے سے سر اٹھایا اور فرمایا اے اسماء میں نے تم سے کہا تھا کہ تم تھوڑی دیر باہر رہنا۔ حضرت اسماء پھر باہر چلی گئیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم پر باہر آ گئی اور کچھ دیر انتظار کیا، پھر میں نے دروازہ پر آہستہ سے آواز دی —

یَا قُرَّةَ عَیْنِ الرَّسُوْل مگر کچھ جواب نہ ملا۔ تو پھر پکارا،

یَا سَیِّدَةَ النِّسَاءِ یَا بِنْتَ مُصْطَفٰی، پھر بھی جواب نہ ملا، تو میں بے تاب ہو کر اندر داخل ہو گئی اور آپ کے چہرۂ انور سے ردائے مبارک کو ہٹایا تو دیکھا کہ آپ کی رُوحِ پاک قفسِ عنصری سے پرواز کر کے دار الفناء سے دار البقاء کی طرف پرواز کر چکی تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝

جنگِ بدر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُہٗ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ○

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

معزز سامعین حضرات! آج میں نے آپ کے سامنے جو آیۂ کریمہ تلاوت کی ہے اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○ (پ ۴ - ع ۴)

اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی جبکہ تم بے سروسامان تھے، تو اللہ سے ڈرو کہیں تم شکرگزار رہو۔

اس آیۂ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر میں مومنوں پر جو احسان فرمایا، اس کا تذکرہ فرمایا ہے کہ بیشک اے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلامو! ہم نے تمہاری بے سروسامانی کے عالم میں بھی تمہاری مدد فرمائی۔

معزز سامعین حضرات! حضور تاجدار انبیاء خیر الہدیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کو تین سال کا عرصہ گزر گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ارشاد فرمایا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ	تو اعلانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور
عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۔ (پ ۱۴ الحجر ۹۴)	مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (پ ۱۹ الشعراء ۲۱۴) اور اے محبوب! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ

کوہِ صفا پر جلوہ گری

حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد حرم سے اٹھے اور کوہِ صفا پر تشریف لے گئے

چنانچہ بخاری شریف میں آتا ہے۔

صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوہِ صفا پر تشریف
عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِي يَا بَنِي	لے گئے اور بلند آواز سے لوگوں کو پکارا اے
فِهْرٍ يَا بَنِي عَدِيٍّ لِبُطُونِ قُرَيْشٍ	بنی فہر اے بنی عدی، قریش کے تمام لوگوں کو
(بخاری شریف صفحہ ۷۰۲)	بلایا۔

جب سارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سن کر آپ کے خویش و اقارب کے علاوہ دوسرے لوگ بھی جمع ہو گئے تو مخبر صادق، ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے عقب میں ایک بھاری فوج ہے جو تم پر حملہ کرنے والی ہے تو بتاؤ کیا تم میری اس بات کو تسلیم کرو گے؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہا ہاں! اس لیے کہ آپ کی صداقت پر ہمیں پورا اعتماد ہے۔ پھر جناب سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو تمہارے سمجھانے کے لیے تھا۔ اے لوگو! میں اللہ کا رسول ہوں تم مجھ پر ایمان لے آؤ۔ بہائم کی صفت چھوڑ کر انسان بن جاؤ۔ بے حیائی سے تائب ہو کر نیک ہو جاؤ۔ خداوند عالم کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کر کے ایک ہو جاؤ۔ اللہ رب العالمین ہی سارے کائنات کا معبود ہے۔ وہی مطلوب و

مسجود ہے۔ وہی سب کا خالق و مالک ہے۔ یہ تمہارے خود ساختہ معبودات دمنات، عزیٰ و ہبل سب پتھر کی بے جان مورتیاں ہیں۔ اے لوگو!

بتوں کی بندگی کے دام سے آزاد ہو جاؤ
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہو جاؤ

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تبلیغ سعید اور دعوتِ الی الحق کو سُن کر تمام لوگ دم بخود رہ گئے۔ انہیں کبھی یہ توقع بھی نہ تھی کہ گنتی کے چند افراد کی ہمنوائی کے سہارے حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے اتنی بڑی بات کہہ دیں گے۔

وہ تصوّر بھی نہیں کر سکتے کہ ان کی عقیدت و محبت کے مرکز و مرجع محور ان کے خداؤں کے بارے میں کوئی ایسا لفظ کہہ سکتا ہے۔

دعوتِ حق کو سُن کر دوسرے لوگ ابھی یہ میگوئیاں ہی کر رہے تھے کہ شقاوتِ ازلی کے پیکر ابولہب لعین نے اپنا ناپاک منہ کھولا اور گستاخانہ انداز میں کلمات کہنے شروع کر دیئے اور یوں کہنے لگا؎

نبوّت کیا تھی تیرے واسطے ہی اس گھرانے میں
نبوّت کے لیے بس تو ہی تھا سارے زمانے میں؟
یہی باتیں سنانے کے لیے تو نے بلایا ہے
سمجھ میں کچھ نہیں آیا یہ کیا تو نے بنایا ہے

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی بے اعتنائی کا شدید صدمہ ہوا۔ آپ غمزدہ ہو کر بیت اللہ شریف میں تشریف لے گئے۔ اس کے فوراً ہی بعد اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حکم آ گیا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

امام الانبیاء شہ ہر دوسرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باوجود حالات کی سنگینی کے دوبارہ اپنے خاندان والوں کو بلایا۔ یہ کل چالیس آدمی تھے۔ ان کے سامنے پہلے تکثیرِ طعام کا معجزہ پیش کیا۔

اور پھر ان کو توحید و رسالت کی تبلیغ فرمائی۔ آپ کے قبیلے کے لوگ ابھی آپ کی باتوں پر غور کر ہی رہے تھے کہ ابولہب لعین نے پھر اپنی شقاوتِ قلبی کا اظہار کر دیا اور چالاکی سے کام لیتے ہوئے کہا، بھتیجے! ہم تیرے لیے اور تیرے نئے دین کے لیے تمام عرب کو دشمن نہیں بنا سکتے۔ اس کے ساتھ ہی تمام لوگ اٹھ کر چلے گئے۔

تاجدارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس دوہرے صدمے نے پریشان کر دیا۔ ایک طرف جن لوگوں نے کوہِ صفا پر آپ کی باتیں سنی تھیں، وہ خوب نمک مرچ لگا کر دوسروں کو سنا رہے تھے اور دوسری طرف اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اخفاء کی بجائے علی الاعلان تبلیغ کرنے کا حکم صادر فرما رکھا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ جبلِ صفا پر آپ کے فرمائے ہوئے چند کلمات ہی میدانِ بدر قائم ہونے کا سبب بنے تھے۔ جیسے جیسے حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے فریضہ تبلیغ کو تیز کرتے گئے، ویسے ویسے کفارِ مکہ کے دلوں میں بغض و عناد اور عداوت و شقاوت کے شعلے بھڑکتے گئے۔

پورے مکہ میں حضرت ابوطالب ہی کی ایک ایسی شخصیت تھی جو آپ کی حمایت و صیانت اور حفاظت و اعانت میں مکمل طور پر کمربستہ تھی۔ اس کے باوجود ضعفاء اسلام پر مشرکین کی طرف سے ستم آرائیوں کا سلسلہ جاری تھا بلکہ سفیہانِ قریش جب کبھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اکیلا دیکھتے تو آپ کو تکلیف پہنچانے میں ایک دوسرے سے پیش پیش ہوتے۔

حضرت ابوطالب سے درخواست

مشرکینِ مکہ کے ظلم و ستم کے باوجود دینِ حقہ قبول کرنے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا جو ان کے لیے بہت ہی ناگوار تھا، وہ شجرِ اسلام کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھنا چاہتے۔ آخر کار ایک دن وہ اکٹھے ہو کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارا بھتیجا ہمیں بے دین، ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ، ہمارے معبود لات و منات، عزیٰ و ہبل وغیرہ کو

جھوٹا کہتا ہے ہم اپنے معبودوں کی تذلیل واہانت سن کر خاموش نہیں رہ سکتے۔ ہم تمہارے پاس صرف اس لیے آئے ہیں ؎

تم اُس کا ساتھ چھوڑ دو یا اسے تنبیہ فرماؤ
وگرنہ جنگ کا سامان کرو میدان میں آؤ

مشرکین مکہ یہ دھمکی دے کر چلے گئے تو حضرت ابوطالب نے سوچا کہیں ایسا نہ ہو کہ قوم میں جنگ کی آگ بھڑک اٹھے اور کشت وخون کا میدان گرم ہو جائے۔ چنانچہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آپ کے پاس تشریف لائے تو حضرت ابوطالب نے مشرکین مکہ کی آمد کی مکمل روئیداد سنانے کے بعد نہایت ہی شفقت سے عرض کیا ؎

میں بوڑھا ہوں، اکیلا کُل عرب سے لڑ نہیں سکتا
میں لڑ بھی جاؤں تو سارا قبیلہ لڑ نہیں سکتا

حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے شفیق و مہربان چچا کی گفتگو سُنی تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا:

يَا عَمِّ وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ عَلٰى اَنْ اَتْرُكَ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ اَوْ اَهْلِكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهٗ. (سیرت ابن ہشام صـ ۹۲)

اے چچا جان! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھیں اور کہیں کہ میں فریضہ تبلیغ حق ترک کر دوں، تو جب بھی میں اسے نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس امر کو غالب کر دے یا میں ہلاک کر دیا جاؤں۔

جفا و ظلم کی آندھی چلے، طوفان آ جائیں
مٹانے کو مرے شداد اور ہامان آ جائیں
میرے ہاتھوں پہ لا کر چاند سورج بھی اگر رکھ دیں
میرے پاؤں تلے رُوئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں

خدا کے کام سے میں باز ہرگز رہ نہیں سکتا
یہ بُت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا

جب حضرت ابوطالب نے ہادیِ دوجہاں سیدِ مرسلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عزم و استقلال اور جرأت و استقامت کو دیکھا تو عرض کیا۔

اِذْهَبْ يَا ابْنَ اَخِيْ فَقُلْ مَا اَحْبَبْتَ فَوَاللّٰهِ لَا اُسْلِمُكَ بِشَيْءٍ اَبَدًا۔

اے جانِ عم! جو تمہارا جی چاہے کہو خدا کی قسم میں کبھی بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

(ابن ہشام صہ ۹۲)

کہا اے جانِ عم! اب میں کسی سے ڈر نہیں سکتا
جہاں میں کوئی تیرا بال بیکا کر نہیں سکتا

عتبہ دربارِ رسالت میں

پھر مشرکینِ مکہ نے باہمی مشورہ کر کے عتبہ بن ربیعہ کو دربارِ رسالت میں گفتگو کرنے کے لیے بھیجا چنانچہ عتبہ حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"اے بھتیجے! اس نئے دین سے اگر آپ کا مقصود مال و دولت جمع کرنا ہے تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنا مال جمع کر دیں گے کہ آپ مالدار ہو جائیں گے۔ اگر آپ ہم پر شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر آپ سلطنت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اگر آپ پر کوئی آسیب کا اثر ہے تو ہم اس کا علاج کروا دیتے ہیں۔ آپ جو بھی چاہیں ہم وہی کرنے کے لیے تیار ہیں، مگر آپ جو بھی چاہیں کریں، لیکن اپنا یہ طریق چھوڑ دیں۔"

عتبہ جب اپنی بات مکمل کر چکا تو حضور تاجدارِ انبیاء حبیبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے جو کچھ کہا مجھے اس میں سے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں، اور پھر آپ نے قرآن مجید فرقان حمید میں سے سورۂ حم سجدہ کی چند آیاتِ مقدسہ تلاوت فرمائیں۔

قرآن پاک کی تلاوت سننے کے بعد عتبہ پر محویت کا عالم طاری ہو گیا اور وہ ہاتھوں

پر سہارا لیے گردن پشت پر ڈالے سنتا رہا اور چپ چاپ اُٹھ کر چلا گیا۔ کفار قریش تو اس ملاقات کا نتیجہ سننے کے انتظار میں ہی تھے، لہٰذا فوراً عتبہ کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھا کہ عتبہ کیا دیکھا؟ کیا کہا؟ کیا سنا؟

عتبہ بولا اے قریش! میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں جو نہ کہانت ہے نہ شعر ہے نہ جادو ہے نہ منتر۔ تم اگر میرا کہا مانو اور میری رائے کو قبول کرو، تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اپنے حال پر چھوڑ دو، کفار قریش نے یہ رائے سن کر کہا کہ عتبہ پر بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان کا جادو چل گیا۔

مظالم کی انتہا

قریش کی تمام تدبیریں رائیگاں ہو گئیں اور اسلام کو دن بدن فروغ حاصل ہوتا چلا گیا۔ بہت سے سلیم الفطرت انسان حق کی سربلندی کی خاطر سب کچھ قربان کر دینے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ ادھر مشرکین مکہ نے بھی حق پرستوں پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا، کہیں سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عین دوپہر کے وقت آگ کی طرح تپتے ہوئے ریتلے میدان میں ان کے سینۂ اقدس پر بھاری پتھر رکھا جا رہا تھا، کہیں حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تختۂ مشق بنایا جا رہا ہے، کہیں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طرح طرح کی اذیتیں دی جا رہی ہیں، کہیں حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا جا رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اسلام قبول کیا، تو ان کے چچا نے ان کو رسی سے باندھ کر خوب مارا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چچا آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھونی دیا کرتا تھا۔ مسلمان صحابیات میں سے حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابوجہل لعین نے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔

غرضیکہ اکثر غلاموں اور کنیزوں کو دعوتِ اسلام قبول کرنے کی پاداش میں ایسی ہولناک اور وحشیانہ سزائیں دی گئیں کہ ان کے تصور سے ہی انسان کا رواں رواں کانپ اٹھتا ہے۔ کفار و مشرکین اپنی پوری قوتیں صرف کرنے کے باوجود کسی ایک حق پرست کو

راہِ ہدایت سے برگشتہ دکھے۔

حضرت محترم امام الانبیاء، محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا سلسلۂ تبلیغ وارشاد جاری رکھا۔ دشمنانِ مصطفےٰ آپ کے راستے میں کانٹے بچھاتے۔ کوئی پتھر مارتا، کوئی آپ کو کاہن کہتا، کوئی آپ کو شاعر کہتا، کوئی آپ کو ساحر کہتا۔ غرضیکہ طرح طرح سے آپ کو پریشان کیا گیا۔

ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بیت اللہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ازلی شقی عقبہ ابی معیط آیا اور اس نے اپنی چادر کو لپیٹ کر رسی جیسا بنایا اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے چادر کو آپ کی گردن میں ڈال دیا اور پیچ دینے شروع کر دیئے جس سے آپ کا گلوئے نازنیں گھٹنے لگا، مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پورے اطمینان وسکون سے بارگاہِ خداوندی میں سربسجود رہے۔ اتنے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اور انہوں نے عقبہ کو دھکے دے کر پیچھے ہٹایا۔

ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم صحن کعبہ شریف میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ ادھر قریشِ مکہ بھی صحن کعبہ میں جا بیٹھے۔ ابوجہل لعین بولا کہ آج شہر میں فلاں مقام پر اونٹ ذبح ہوا تھا اور اس کی اوجھ وہاں پڑی ہے، کوئی جائے اُسے اٹھا کر لے آئے اور اس کو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی پشت پر رکھ دے۔ ازلی شقی عقبہ اٹھا اور نجاست بھری اوجھ اُٹھا لایا۔ اور جب سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سجدہ میں گئے، تو اس ظالم بدبخت شقی ازلی نے پشتِ انور پہ رکھ دی۔ یہ دیکھ کر مشرکینِ مکہ نے قہقہہ لگایا۔ حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب اس کی خبر ہوئی تو فوراً وہاں پہنچ گئیں اور اپنے ابا حضور کی پشت انور سے غلیظ اوجھڑی کو اتار کر پھینک دیا۔

حضرت امیر حمزہ کا قبول اسلام

نبوت کے پانچویں سال ایک روز ابوجہل ملعون نے سرورِ کائنات فخرِ موجودات کو زخمی کر دیا۔ حضرت امیر حمزہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں جو ابھی تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے اشکار کو گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو آپ کی کنیز نے ابوجہل کی اس قبیح حرکت سے آگاہ کیا۔ حضرت حمزہ اسی وقت ابوجہل کے پاس پہنچے اور اس کے سر پر کمان کو اس زور سے مارا کہ ابوجہل لعین کا سر پھٹ گیا۔

حضرت حمزہ اس کام سے فارغ ہو کر سیدھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور ابوجہل سے انتقام لینے کا قصہ بیان کیا۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی جان کی پرواہ ہی کب تھی جو اپنے ذاتی انتقام کی خوشی ہوتی۔ آپ نے فرمایا: اے چچا! مجھے تو خوشی تبھی ہو سکتی ہے جب آپ اسلام قبول کریں گے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دوعالم، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس خواہش کو دیکھا تو سرِ تسلیم خم کر دیا اور دولتِ اسلام سے مشرف ہو گئے۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام کرنا تھا کہ قریش کی آتشِ عناد میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ان کا خیال تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو چند لوگ مل گئے ہیں انہیں کسی وقت بھی ملیامیٹ کیا جا سکتا ہے۔ اب جو انہوں نے دیکھا کہ ایک جری اور بہادر شخص بھی آپ کا غلام بن چکا ہے، تو انہیں خطرے کی گھنٹی بجتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

سیدنا فاروقِ اعظم کا قبولِ اسلام

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام کے بعد ابوجہل و دیگر مشرکین مکہ نے تمام سرداروں کو جمع کیا اور اس صورتِ حال سے نپٹنے کی تجاویز کو زیرِ غور لایا گیا اور پھر اجتماعی طور پر فیصلہ ہوا کہ عمر ابن خطاب جو کہ زبردست جنگجو، دلیر اور بہادر شخص ہیں، وہ جائیں اور خاموشی سے سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سر کاٹ کر لے آئیں۔ عمر ابن خطاب

کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا اسی وقت برہنہ تلوار لیے آستانۂ رسول کی طرف چل دیئے۔ راستے میں اپنی ہمشیرہ صاحبہ سے قرآنِ عظیم کی چند آیات سنیں تو وہیں دل ہار بیٹھے۔ اور پھر سر لانے والا سر دینے کے لیے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔

حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمر کو بڑی شفقت و محبت سے حلقہ بگوش اسلام کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج چھپ چھپ کر نماز پڑھنے کی بجائے خانہ کعبہ میں نماز ادا فرمائیں اور اگر قریشِ مکہ نے کچھ تعرض کیا تو عمر کی تلوار ان کی گردنوں پر ہو گی چنانچہ اسی روز حرم محترم میں مسلمانوں نے پہلی مرتبہ علی الاعلان نماز ادا کی ۔

عمر کی حق پسندی سے بڑھی اسلام کی شوکت
علی الاعلان اب ہونے لگی تبلیغ کی خدمت

اہلِ اسلام کے علی الاعلان نماز ادا کرنے سے مشرکینِ مکہ کو زبردست دھچکا لگا کیونکہ وہ تو اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ حضرت عمر ابن خطاب مسلمانوں کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر لے کر آ رہے ہیں، مگر جب انہوں نے عمر کو امام الانبیاء محبوب کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کی صف میں دیکھا تو تڑپ کر رہ گئے، چنانچہ اسی دن سے کفارِ مکہ کی مخالفت تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ باقی اسلام اور اہل اسلام پر ہر قسم کے تشدد کو روا رکھا گیا اور دن رات اس کوشش میں بسر ہونے لگے کہ جس طرح بھی ہو اسلام کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ حتیٰ کہ ان کے مظالم کی شدت دیکھتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو حبشہ کی طرف جانے کا حکم فرما دیا چنانچہ آپ کے اکثر ساتھی حبشہ کی طرف چلے گئے۔ قریشِ مکہ کو یہ بات شدید ناگوار گزری۔ انہوں نے مسلمانوں کو حبشہ میں ختم کرنے کی پوری کوشش کی مگر شاہِ حبشہ کے دربار میں ان کی کوئی شنوائی نہ ہو سکی۔ کافروں کی اس ذہنی شکست نے بھی جلتی پر تیل کا کام دیا [illegible] لگے۔

شعب ابی طالب میں محصوری

پھر ان تمام ذہنی اور عملی شکستوں کا بدلہ لینے کے لیے ان لوگوں نے اپنا آخری حربہ بھی استعمال کر لیا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محسن و مربی اور حفاظت و صیانت کرنے والے چچا حضرت ابوطالب کو کہنے لگے کہ تم اس کا ساتھ دینے سے باز نہیں آتے، تو ہم تیرے ساتھ مقاطعہ کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوطالب اور تمام بنو ہاشم کو سوائے ابولہب کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔

اور ان لوگوں پر سامانِ خورد و نوش کی رسد پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔ تین سال تک کا یہ صبر آزما عرصہ کس طرح گزرا، مورخ اسے بیان کرتے ہوئے کانپ جاتا ہے کہ کفارِ مکہ کے خیال میں اسلام پر یہ آخری ضرب تھی، مگر اسلام تو آزمائش و ابتلا کی بھٹی میں کندن بنتا جا رہا تھا۔ بالآخر کفار کو مجبور ہو کر خود ہی یہ محاصرہ توڑنا پڑا۔

عام الحزن

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شعب ابی طالب سے رہائی ملے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کی مونس و غمخوار رفیقۂ حیات حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا داغِ مفارقت دے گئیں۔

یہ جانکاہ صدمہ ابھی تازہ ہی تھا کہ آپ کے غم خوار اور مددگار چچا حضرت ابوطالب کا بھی وصال ہو گیا۔ مورخ جب ان پے در پے آنے والے واقعات کی کڑیاں ملاتا ہے تو دم بخود رہ جاتا ہے۔ بہرحال بانیِ اسلام اور اہلِ اسلام پر انتہائی کٹھن وقت تھا۔ حضرت ابوطالب کی زندگی کے زمانے میں قریش جو کچھ نہ کر سکے تھے۔ اب اس کا آغاز کر دیا۔ آپ کے مکان پر سنگباری کی گئی۔ آپ کے سرِ انور پر بحالت نماز مٹی پھینکی گئی۔ آپ کے دروازے پر غلاظت کے ڈھیر لگائے گئے۔ حتیٰ کہ جہاں تک بھی ان بدبختوں کا بس چلتا شمعِ اسلام کو گل کر دینے کے درپے رہے۔

ہجرت

دین کا عناد تمام دشمنیوں سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی عداوت ہے جس میں باپ بیٹا اور بیٹا باپ کا دشمن ہو جاتا ہے۔ یہی حال کفارِ مکہ کا

ان شریروں نے مسلمانوں کے خلاف ایسی ایسی یورشیں برپا کیں کہ اہلِ ایمان کا عرصۂ حیات تنگ سے تنگ تر ہوتا چلا گیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر کیے جانے والے مظالم جب حد سے بڑھ گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے اہلِ مدینہ کے دلوں کو کھول دیا اور آپ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا۔

چنانچہ حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلے اپنے ساتھیوں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفیا کو تشریف لے گئے۔ حالات کی سنگینی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر کا شبِ ہجرت سے ان لوگوں نے محاصرہ کر رکھا تھا اور محاصرین میں تمام قبائل کے جری جوان موجود تھے تاکہ آپ کے قتل کی ذمہ داری کسی ایک قبیلہ پر عائد نہ کی جاسکے۔ حضور آقائے نامدار تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سورۂ یٰسین پڑھتے ہوئے شاہت الوجوہ کہتے ہوئے ان کے سروں پر مٹی پھینک کر ان کے درمیان سے گزر گئے اور ان کو نظر بھی نہ آئے۔ مگر وہ لوگ ساری رات کاشانۂ نبوی پر سنگ باری کرتے رہے اور یہی سمجھتے رہے کہ آپ اندر ہیں۔

صبح کو جب آپ کی جگہ انہیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیٹے ہوئے ملے تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور مدینہ منورہ کو جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی اور آپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا تاکہ جس طرح بھی ہو سکے شمع اسلام کو گل کر دیا جائے۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بخیر وخوبی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

اہلِ مدینہ میں سے مشہور قبائل میں سے کچھ لوگ پہلے ہی دولتِ اسلام سے مشرف ہو چکے تھے۔ جب حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ کی [illegible]

کفارِ مکہ کا اب خاص کام یہ بھی تھا کہ وہ مدینہ منورہ کے حالات کو جاننے کے لیے بیقرار تھے۔ ادھر مدینہ منورہ کے اکثر یہودیوں کو بھی حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا آنا انتہائی ناگوار تھا۔ وہ جب آپ کے ساتھ انصارِ مدینہ کا حسن سلوک دیکھتے تو حسد سے جل جاتے۔ گروہِ منافقینِ مدینہ نے بھی مکمل طور پر آپ کی عداوت اور دشمنی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ یہ بدبخت لوگ مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر خفیہ راز معلوم کر کے مشرکینِ مکہ کی طرف منتقل کرتے۔

اسلام کا یہ دور بھی بڑا کٹھن تھا۔ اگرچہ انصارِ مدینہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر کے آنے والوں کی خدمت کرنے میں مثالی کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنی ہر چیز ان پر قربان کر دی، تاہم اتنے خاندانوں کو نئے سرے سے آباد ہونے میں بے شمار تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

انہی حالات میں دو سال کا عرصہ گزر گیا اور منافقینِ مدینہ نے اس عرصے میں اسلام کے متعلق تجزیہ یہ کیا کہ یہ چند غریبوں اور مسکینوں اور فقیروں کی ٹولی ہے جو کسی وقت بھی کسی حادثہ کا شکار ہو کر ختم ہو سکتی ہے۔

براہِ راست لڑنے سے وہ اس لیے گریز کرتے تھے کہ ان کے اپنے ہی قبیلوں کے کئی لوگ اسلام قبول کر چکے تھے، چنانچہ انہوں نے اس قسم کی سیاسی چالوں سے کام لینا شروع کر دیا۔ کہ کبھی تو اپنی دولت کے بل بوتے پر غلہ اس قدر مہنگا کر دیتے کہ مسلمانوں کو قحط کی سی صورت سے دوچار ہونا پڑتا۔

بالآخر انہوں نے کفارِ مکہ کو پورے حالات سے باخبر کر دیا اور انہیں بتایا کہ اہلِ اسلام پر غربت کا شدید دور ہے۔ اگر کسی کے پاس تلوار ہے تو سواری نہیں۔ اگر نیزہ ہے تو ڈھال نہیں۔ اندریں حالات اگر پوری قوت سے حملہ کر دیا جائے تو ہم لوگ بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔ اور مسلمانوں کا قصہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔

ابوجہل کی فریب کاری

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ابوجہل لعین بے دین نے مکہ میں یہ مشہور کر دیا کہ ہمارا قافلہ جو مال و زر سے بھرپور ملکِ شام سے آرہا ہے، مسلمان اسے راستہ میں لوٹ لیں گے۔ ابوجہل نے اس قافلہ کی مدد کے بہانے مشرکین کو مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار کر لیا۔ اس نے مشرکینِ مکہ سے کہا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے،

اِسْتَنْفَرَ اَبُوْجَهْلٍ النَّاسَ قَالَ اَدْرِكُوْا عِيْرَكُمْ (بخاری ص ۵۶۳ ج ۲) ابوجہل نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا اپنے قافلے کی مدد کرو۔

ابوجہل لعین کی فریب کاری سے وہ لوگ جن کا مال و اسباب اس قافلے میں تھا اور جن کے اقرباء قافلے کے ساتھ تھے، ان سب کے سینے میں آتشِ انتقام اور عناد شعلہ زن ہوگئی۔ چنانچہ ابوجہل کی اس چال سے ایک ہزار جاں باز بہادروں کا خونخوار لشکر ابوجہل کے ساتھ تیار ہوکر مدینہ کی طرف چل پڑا، ادھر جس قافلے کی حفاظت کا بہانہ کرکے لوگوں کو جمع کیا گیا تھا، وہ قافلہ بھی واپس بخیریت پہنچ گیا، مگر ابوجہل کے دل میں شعلہ بپا کرنے والی بغض و عناد کی چنگاریوں کو کیسے بجھایا جاسکتا تھا۔ اس لعین نے کہا اب جو بھی ہو ہم اسلام اور اہلِ اسلام کا نام لوحِ ہستی سے مٹا کر ہی دم لیں گے۔ یہ ابلیسی لشکر برابر مدینۃ الرسول کی طرف بڑھ رہا تھا۔

مجلسِ مشاورت

حضور نبی کریم تاجدارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اس شیطانی لشکر کی آمد کی خبر ہوتی تو آپ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جمع کیا اور حالات سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مشرکینِ مکہ پوری قوت سے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے آرہے ہیں، اب بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے؟

مہاجرین میں سے سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا جس کا نقشہ شاعرِ اسلام جناب حفیظ جالندھری نے اس طرح کھینچا ہے ۔

ادب سے عرض کی صدیق اور فاروق نے اٹھ کر
ہمارا آپ پر قربان سب اولاد مال و زر
ہمارا سر ہے حاضر خواہ یہ کٹ جائے یا رہ جائے
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

پھر مہاجرین میں سے حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور عرض کیا،

فَقَالَ لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ۔

پس عرض کیا ہم قوم موسیٰ کی طرح نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا لڑے، بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑیں گے۔

(بخاری ص۵۶۴ ج ۲)

ادب سے عرض کی مقداد نے اے سید خوباں
نہیں مرنے سے ہم ڈرتے حبیب خالق یزداں
بحمد اللہ کہ ہم ہیں صاحب لولاک کی امت
ہمیں ہرگز نہیں ہے قوم موسیٰ سے کوئی نسبت
کہ واللہ ہم بجان و دل غلامانِ محمد ہیں
ثنا خوانِ محمد ہیں فدایانِ محمد ہیں

پھر انصار میں سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

نبی کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرۂ اللہ اکبر میں

تاجدار کشورِ رسالت سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب انصار کا یہ جوش

ملاحت ملاحظہ فرمایا، تو چہرۂ انور کو آسمان کی طرف اٹھا کر ان سب کے لیئے دعائے خیر کی اور پھر فتح و نصرت کی خوشخبری سنائی اور کفار سے مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کا حکم فرمایا۔
جاں نثارانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت تیاریاں شروع کر دیں۔

جیشِ اسلام کی روانگی

چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری کو ان جاں نثار ساتھیوں کو لے کر میدانِ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ مقامِ بدر مدینہ منورہ سے اسی میل دور تھا۔ جہاں پانی کے چند کنوئیں تھے اور ملکِ شام سے آنے والے قافلے اسی مقام پر ٹھہرا کرتے تھے۔ جب آپ اپنے مختصر سے لشکر کو لے کر مدینہ منورہ سے تھوڑی دور پہنچے، تو جیشِ اسلام کو شمار فرمایا ؎

جنابِ سرورِ عالم نے کی افراد کی گنتی
تھی ساری تین سو تیرہ فقط تعداد کی گنتی
کھجوریں تک میسر تھیں نہ جن کے پیٹ بھرنے کو
یہ اللہ کے مجاہد تھے چلے تھے جنگ کرنے کو

چلتے چلتے یہ قافلہ میدان بدر میں پہنچ گیا۔ ابوجہل لعین پہلے ہی وہاں اپنا لشکر اتار چکا تھا۔ یہ ابلیسی لشکر تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل اور ہر قسم کے سامانِ جنگ سے لیس تھا۔ غلامانِ رسول تعداد میں بھی کم تھے اور سامان جنگ بھی مختصر تھا۔ مشرکین کے پاس لحم شتر بھی تھا۔ اور مے کی روانی بھی تھی اور ساز و سامان کی فراوانی بھی۔ ادھر پیٹ خالی تھے، دلوں میں یادِ خدا اور زبان پر حبیبِ کبریا کی نعت خوانی تھی۔ ادھر مشرکین خوابِ غفلت میں محو تھے ادھر سیدِ المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محرابِ عبادت میں بیدار تھے ؎

سلا کے پہلوؤں میں سب کو سوتی بدر کی وادی
نہ تھا بیدار کوئی بھی مگر اسلام کا ہادی

صف آرائی

حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری رات عبادت و ریاضت اور دعا میں گزاری صبح نمازِ فجر کے لیے تمام مجاہدوں کو بیدار کیا۔ نماز کے بعد جہاد کے متعلق غلاموں سے خطاب فرمایا اور پھر نبی غیب داں نے فتح و نصرت کی بشارت سنائی اور میدانِ جنگ کا معائنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں فلاں دشمنِ اسلام قتل ہوگا، یہاں فلاں کافر مارا جائے گا، بعدہٗ آپ نے صحابہ کرام کی صف بندی فرمائی ؎

کٹی تھی زندگی جن کی ریاضت میں عبادت میں
شہادت کے لیے آتے تھے میدانِ شہادت میں
یہ لشکر ساری دنیا میں انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم لشکرِ اسلام کی صف آرائی کی اور مشرکینِ مکہ بھی مقابل میں صفیں باندھے کھڑے تھے۔ کیا عجیب منظر تھا کہ اتنے بڑے خونخوار لشکر کے سامنے چند جانوں پر مشتمل قلیل سی جماعت آلاتِ حرب و ضرب کے ناکافی ہونے کے باوجود سینہ سپر کھڑی تھی ؎

کھڑے تھے اس طرف سب نفس اور شیطان کے بندے
صفیں باندھے کھڑے تھے اس طرف رحمان کے بندے

اُدھر بُت پرست تھے، اِدھر حق پرست تھے۔ اُدھر اشرار تھے، اِدھر ابرار تھے۔ اُدھر طاقت تھی، اِدھر صداقت تھی۔ اُدھر مشرک تھے، اِدھر مُسلم تھے۔ اُدھر کافر تھے، اِدھر مومن تھے۔ اُدھر ظلمت تھی، اِدھر نُور تھا، اُدھر تخریب تھی، اِدھر تعمیر تھی۔ اُدھر سازوسامان والے تھے، اِدھر ایمان و ایقان والے تھے۔ اُدھر ناری تھے، اِدھر نوری تھے۔ اُدھر جہنمی تھے، اِدھر جنتی تھے۔ اُدھر اہلِ شیطان تھے، اِدھر اہلِ رحمان تھے۔ اُدھر فنا والے تھے، اِدھر بقا والے تھے بلکہ اللہ والے تھے۔

انہیں سامانِ حرب و ضرب پر ناز تھا، انہیں شہنشاہِ عرب پر ناز تھا۔ انہیں تیر سے بھالے پر بھروسہ تھا، انہیں کالی کملی والے پر فخر تھا۔

کھڑے تھے اک طرف لات و ہبل کے ماننے والے
کھڑے تھے اک طرف ختمِ رسل کے ماننے والے
نہ تیغ و تیر پہ تکیہ نہ خنجر پہ نہ بھالے پہ
بھروسہ تھا تو اک سادہ سی کالی کملی والے پہ

مشرکینِ مکہ کے پاس شراب اور عمدہ غذائیں تھیں اور یہ روزہ دار اور ان کے لیے نبی کی دعائیں تھیں۔ وہ نامِ خدا کو مٹانے کے لیے آتے تھے۔ یہ دینِ اسلام کو بچانے کے لیے آتے تھے۔ اُدھر ستم و جفا والے تھے، اِدھر صدق و صفا والے تھے۔ چنانچہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثار وفادار غلاموں کو دیکھا تو پھر بارگاہِ رب العزت میں یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ (مسلم شریف ص۹۳ ج۲)	اے اللہ! اگر مسلمانوں کی جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر دنیا بھر میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا
قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا

جنگ کی ابتدا

چنانچہ جب شروعاتِ جنگ ہوئی تو مشرکینِ مکہ میں سے عتبہ اپنے بیٹے ولید اور بھائی شیبہ کے ساتھ میدان میں نکلا اور مبارزت طلب کی۔ یہ سن کر عتبہ کا بیٹا حضراتِ صحابہ کو للکار رہا ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کے مقابلے کے لیے نکلتا ہوں۔ مگر آپ نے انہیں اجازت نہ دی۔ پھر حضرت عوف

حضرت معاذ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تینوں حضرات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے میدان سے نکلے۔ مشرکین نے پوچھا تم کون ہو؟ جاں نثارانِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہم انصار ہیں، ہم غلام سید ابرار ہیں۔ یہ سن کر عتبہ کہنے لگا کہ تم ہمارے مدِ مقابل نہیں ہو، ہم مدینے کے چرواہوں کے ساتھ لڑنے کے لیے نہیں آتے ۔

یہ سُن کر میر حمزہ، بو عبیدہ، مرتضیٰ نکلے
لگاتے نعرۂ تکبیر سب شیرِ خدا نکلے

سرداروں کا قتل

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عتبہ کے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولید کے اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے مقابل ہوتے۔ جنگ ہوئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ کو قتل کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید کو واصلِ جہنم کر دیا اور شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا۔ یہ دیکھ کر سیدنا شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار کھینچی اور شیبہ کو بھی فی النار کر دیا۔ تینوں مشرکین کی لاشیں زمین پر ڈھیر ہو گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو شدید زخمی حالت میں اپنے کندھے پر اٹھایا اور حضور نبی کریم کے قدموں میں لاکر رکھ دیا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زندگی سے مایوس تو تھے لیکن دل میں یہ حسرت تھی کہ کاش میں میدانِ جنگ میں شہید ہوتا۔ عرض کی اے میرے آقا! اب میرے متعلق کیا حکم ہے کہ مجھے درجہ شہادت حاصل ہوا ہے یا نہیں؟ تو آقا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بلاشک درجۂ شہادت کو حاصل کر لیا۔

حضرات محترم! کفر و اسلام کے مابین پہلی باقاعدہ جنگ کا آغاز اس حسین سے انداز سے ہوا کہ رُوحِ عالم کو وجد آگیا۔ حسنِ فطرت پر نکھار آگیا۔ حق و صداقت کا سر فخر سے اونچا ہو گیا۔ ظلم و جبر کے چہرے پر مُردنی چھاگئی۔ صداقت کا سینہ خوشی سے تن گیا، باطل کا سر ندامت سے

بک گیا۔ شیطان لعین سر پیٹنے لگا۔ کفر کے رُخ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ آنِ واحد میں کفر کے تین سرداروں کے قتل ہونے سے ابلیسی لشکر میں ہلچل مچ گئی ؎

پسینے آ گئے چھایا صفوں پر ایک سناٹا
کہ زنگ آلود تلوار میں نے سرداروں کا سر کاٹا

صفحۂ ہستی سے مٹا دو

چنانچہ ابوجہل نے جب اپنے لشکر میں بھگدڑ اور مایوسی کے اس عالم کو دیکھا تو کہنے لگا اے قریشیو!

یہ تینوں سردار اپنی جہالت کی بنا پر مارے گئے ہیں تو کیا اب ہم بھی اسی شرم و خجالت میں مر جائیں۔ دیکھو تمہارے پاس تلواریں اور ڈھالیں ہیں، تمہارے پاس سامانِ جنگ کی قوت ہے۔ تم فنونِ جنگ سے واقف ہو، اٹھو بڑھو ان چند فاقہ مستوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالو ؎

کھڑے تم دیکھتے ہو تم کو غیرت کیوں نہیں آتی
غضب ہے قتلِ عتبہ پر یہ چھاتی پھٹ نہیں جاتی
یہ بھیک کرنے والے کیا لڑیں گے سربلندوں سے
انہیں ہم لے چلیں گے باندھ کر اپنی کمندوں سے
اکٹھے مل کے اک دھاوا کرو اے جنگجو مردو
بڑھو اب ایک ہی ریلے میں سب کو کاٹ کر دھر دو
اٹھو جوشِ غضب سے اور مسلمانوں کو نہلا دو
وہ جس جنت کے طالب ہیں انہیں اس میں ہی پہنچا دو

حضور کی تلقین

ابوجہل کی اس شرانگیز تقریر سے لشکر کفار نے آگے بڑھنا شروع کر دیا حضور تاجدارِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا اے میرے صحابہ! تم میرے حکم کے بغیر آگے حملہ کرنے نہ بڑھنا۔ اگر تمہیں دشمن گھیرے میں آلیں تو تم انہیں نیزوں سے دور رکھنا۔ اہلِ اسلام نے ... جب ... تعداد کی کمی کی وجہ سے بارگاہِ خداوندی

دعا کرنے لگے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفیں درست فرما کر عریش میں تشریف لے گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔

امدادِ ربانی

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ رُو ہو کر بارگاہِ خداوندی میں دعا کی۔ اس کے بعد آپ پر غنودگی طاری ہو گئی جب بیدار ہوئے تو فرمایا ابوبکر بشارت ہو اللہ کی نصرت آ گئی۔ حضرت جبرائیل گھوڑے پر سوار باگ پکڑے ہوئے آ رہے ہیں۔ قرآن کریم نے اس امدادِ ربانی کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ (پ۹ ع ۱۵)

جب تم اپنے رب سے مناجات کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی، بیشک میں تمہاری مدد پے در پے ہزار فرشتوں سے کرنے والا ہوں۔

چنانچہ پہلے ہزار فرشتے آئے اور پھر تین ہزار آئے اور پھر ان کی تعداد پانچ ہزار ہو گئی

ابلیس فرار ہو گیا

شیطان جو بصورت سراقہ لشکر کفار میں موجود تھا، جب یہ آسمانی امداد دیکھی تو ڈر کے مارے بھاگ گیا۔ قرآن کریم میں ہے

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (پ۱۰ ع ۲)

پس جب سامنے ہوئیں دو فوجیں، الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

چنانچہ جب لشکرِ کفار نے مل کر دھاوا بولا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مل کر حملہ کرنے کی اجازت دے دی۔ دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا ایسا رعب ان پر ڈالا کہ وہ مرعوب ہو گئے اور ان کے سر گاجر مولی کی طرح کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ فرشتے نظر نہ آتے تھے مگر ان کے افعال نمایاں تھے۔ کسی مشرک کے منہ اور ناک پر کوڑے کی ضرب کے نشان پائے جانے لگے کسی کا سر بغیر تلوار کٹنے لگا۔ غلامانِ رسول بھی باوجود سامانِ جنگ کی کمی کے

پوری طاقت سے داد شجاعت لے رہے تھے ؎

یہ بے سروسامان لڑے کچھ اس طرح سامان والوں سے
کہ ان کے ہاتھ رکتے تھے نہ خودوں سے نہ ڈھالوں سے
کیا حمزہ نے دھاوا اس طرح قریشی جلیلوں پر
کسی جنگل میں جیسے شیر جا پڑتا ہے فیلوں پر
کہیں مولا علی کی تیغ جوہر دار کا غل تھا
خدا کے فضل سے شیر خدا غالب علی کل تھا
عمر فاروق نے بھی ہاتھ جس مغرور پر ڈالا
پچھاڑا اور چھاتی پر چڑھے اور قتل کر ڈالا!
غلامان محمد میں کسی سے کم نہ تھا کوئی
نحیف اور بھوکے پیاسے تھے مگر بے دم نہ تھا کوئی

ابوجہل واصل جہنم

دست بدست جنگ جاری تھی کہ ایسے عالم میں عفراء کے دونوں بیٹوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ چچا جان اس وقت ابوجہل کہاں ہے؟

یَا عَمِّ اَرِنِی اَبِی جَھْلٍ (بخاری صفحہ ۵۶۸) اے چچا ہمیں ابوجہل دکھا دو

نہایت رازداری سے نشان بوجہل پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتہ پوچھا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کا پتہ پوچھنے والے ان دو نوعمر لڑکوں سے فرمایا کہ تم ابوجہل کو دیکھ کر کیا کرو گے؟ اس پر انہوں نے کہا ؎

قسم کھائی ہے ہم نے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے محبوب باری کو

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے بھتیجو!

حفاظت کر رہا ہے گرد اس کے فوج کا دستہ

بچوں نے جواب دیا۔

یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کی نشان دہی کی تو دونوں بچے پھر شہبازوں کی طرح اس پر جھپٹ پڑے۔ ابوجہل فولاد پوش جنگجوؤں کے پہرے میں تھا۔ ابوجہل نے انہیں دیکھ کر ہر چند بچنے کی تدبیر کی، مگر۔

پڑے بازو تے تقدیر تدبیریں نہیں چلتیں

جہاں شمشیر چل جاتی ہے تقریریں نہیں چلتیں

چنانچہ دونوں شیر دل شہبازوں نے ابوجہل پر ایسا بھرپور وار کیا کہ وہ زندگی کے چند سانسوں کا مہمان رہ گیا۔ جب ابوجہل کو تڑپتا سسکتا ہوا مشرکین نے دیکھا تو وہ سب کے سب ان قہبازوں پر برسنا شروع ہو گئے۔ پھر چاروں طرف سے تلواروں کی دھاریں چلنے لگیں۔ دونوں نے نڈری بہادری اور شجاعت سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ بالآخر ایک لڑکا شہید ہو گیا۔ دوسرا ابھی لڑ رہا تھا کہ ابوجہل کے لڑکے عکرمہ نے حضرت معاذ کے بائیں شانے پر وار کیا جس سے بازو مکمل طور پر نہ کٹنے کی وجہ سے لٹکنے لگا۔ قربان جاؤں اس شیر دل مجاہد پر کہ پھر بھی اسی حالت میں جہاد جاری رکھا۔ بازو جو لٹک رہا تھا، وہ لڑنے میں حائل ہو رہا تھا، چنانچہ انہوں نے اسے پاؤں کے نیچے رکھ کر اس زور سے کھینچا کہ جسم سے الگ ہو گیا۔ اب وہ ایک ہی ہاتھ سے میدان کارزار میں لڑ رہے تھے۔ دست بدست لڑائی شروع تھی۔ حتیٰ کہ کفر کو سراسیمہ، ہراساں، اور بدحواس ہو کر بھاگنا پڑا۔

پسر دم توڑنے والے پدر کو چھوڑ کر بھاگا

پدر زخمی پسر کے حال سے منہ موڑ کر بھاگا

المختصر مشرکین میں سے ستر افراد واصل جہنم ہوئے اور لشکر اسلام میں سے چودہ افراد نے

جامِ شہادت نوش کیا جن میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ بدر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی ابوجہل کی خبر لائے، چنانچہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ عفرا کے بیٹوں نے ابوجہل کو مار مار کر بے دم کر دیا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس لعین کے سینے پر بیٹھ گئے اور اس کی ناپاک داڑھی کو پکڑ کر کہا۔ بخاری شریف میں ہے،

فَاَخَذَ بِلِحْیَتِهٖ قَالَ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ پس اسے داڑھی سے پکڑا اور کہا کہ تو ابوجہل ہے؟ (بخاری ص۵۶۵ ج ۲)

اب بتا کہ تجھے اللہ نے رسوا نہیں کیا؟ اس لعین نے جواب دیا تمہارا مجھے قتل کرنا اس سے زیادہ نہیں کہ ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر ڈالا ہو۔ کاش مجھے کسان کے علاوہ کوئی اور قتل کرتا۔ اس جواب سے اس لعین کا تکبر اور انصار کی توہین پائی جاتی ہے۔

حضرت معاذ اور حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انصار میں سے تھے اور انصار کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے واصل جہنم کر دیا اور پھر اس پلید کی خبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دی۔ آپ نے ابوجہل کی موت کی خبر پا کر تین بار یہ پڑھا، اَللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ چوتھی بار فرمایا،

اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَ وَعْدَهٗ نَصَرَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

پھر آپ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر اس کی لاش کے پاس تشریف لے گئے اور اسے دیکھ کر فرمایا "یہ اس امت کا فرعون ہے۔"

بدر کے آخری لمحات

اس جنگ میں مسلمانوں کے صرف چودہ افراد شہید ہوئے اور مشرکین میں سے ستر مارے گئے اور ستر ہی گرفتار ہوئے۔

حضور تاجدار انبیاء محبوب کبریاء علیہ التحیۃ والثناء کے حکمِ مبارک سے مشرکین مقتولین کی لاشوں میں سے چوبیس سرداروں کی لاشیں ایک گڑھے میں ڈال دی گئیں

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب دشمن پر فتح پاتے تو تین دن تک میدانِ جنگ میں قیام فرماتے۔ چنانچہ آپ تیسرے روز سوار ہو کر مقتولین کے گڑھے پر تشریف لے گئے اور ان سے یوں خطاب فرمایا "اے فلاں کے بیٹے! کیا اب تمہیں تمنا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔ جو کچھ ہمارے پروردگار نے وعدہ فرمایا تھا کیا تم نے اسے سچ پایا؟ کیا تم سے تمہارے خداؤں کا وعدہ سچا ہوا؟" یہ دیکھ کر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ ان بے جان جسموں سے کیا خطاب فرما رہے ہیں؟" اس پر حضور نے فرمایا، "قسم ہے خدا کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے"

مدینہ طیبہ کو واپسی

چنانچہ تیسرے روز مالِ غنیمت اور ستر قیدیوں کو ساتھ لیا اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ قربان جاؤں رحمتِ عالم کی شانِ رحمت کے۔ آپ نے قیدیوں کے ساتھ جو سلوک فرمایا وہ دنیائے عالم کے لیے بے نظیر مثال ہے کہ جانی دشمن قیدیوں میں سے جن کے پاس کپڑے نہ تھے انہیں کپڑے دلوائے گئے۔

قیدیوں کا فیصلہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! یہ لوگ آپ کی قوم اور قبیلے کے ہیں، انہیں قتل نہ کیا جائے بلکہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، شاید اللہ تعالیٰ انہیں اسلام لانے کی توفیق عطا فرمادے" حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میری تو وہ رائے نہیں جو ابوبکر کی ہے، بلکہ میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم ان کو قتل کر ڈالیں"۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے قبول کرتے ہوئے قیدیوں سے ہر ایک کا فدیہ حسبِ استطاعت ایک ہزار درہم سے چار ہزار تک لیا، جن کے پاس مال نہ تھا اور وہ لکھنا جانتے تھے تو ان میں سے ہر ایک کا فدیہ یہ تھا کہ وہ انصار کے دس دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۹۳، سیرت رسولِ عربی ص ۱۳۳)

تاجدارِ ہل اتیٰ

کرم اللہ وجہہ الکریم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَسَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی ○ وَعَلٰی اٰلِہِ التُّقٰی وَصَحْبِہِ الْھُدٰی اَجْمَعِیْنَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اَبَدًا اَبَدًا ○ اَمَّا بَعْدُ ○ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ○ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ ○ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ○

میرے حاجت روا مولا علی ہیں
میرے مشکل کشا مولا علی ہیں
خدا نے جن کو تیغِ لافتیٰ دی
وہی شیرِ خدا مولا علی ہیں
علی کی دید، دیدِ مصطفیٰ ہے
کہ نورِ مصطفیٰ مولا علی ہیں،
ولی ہو، غوث ہو قطبِ جلی ہو
سب اک کے پیشوا مولا علی ہیں

حضرات محترم! آج میں نے جو آیۂ مقدسہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام الاولیاء، شہنشاہِ اصفیاء، منبع جود وسخا، پیشوائے شریعت، مقتدائے معرفت وحقیقت، ولایت کے منتہائے کمال، زہد و اتقاء میں بے مثال، شانِ بوترابی کے ماہتاب، مظہرِ تقویم موجودات، مولا مشکل کشا، شیرِ خدا، تاجدارِ ہل اتیٰ، دامادِ مصطفیٰ، شوہرِ سیدۃ النساء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت وشان بیان فرمائی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ○

(پ ۱۶، مریم، آیت ۹۶)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے یقیناً اللہ ان کے لیے مومنوں کے دلوں میں محبت پیدا فرما دے گا۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم کا ارشادِ گرامی ہے، بے شک جو لوگ ایمان لائے، جنہوں نے توحید ورسالت کا اقرار کیا، جنہوں نے خدائے بزرگ وبرتر کی برتری، سرکارِ مدینہ سرورِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سروری کو تسلیم کیا۔ جنہوں نے خداوند قدوس جل وعلا کی ربوبیت، اور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت کا اعتراف کیا، جنہوں نے خالقِ دوجہاں اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دل وجان سے تسلیم کرنے کے بعد اعمالِ صالحہ کو اختیار کیا، جنہوں نے اپنی صورت وسیرت گفتار ورفتار قال وحال کو اللہ اور اس کے رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم اور منشاء ومرضی کے مطابق بنایا، ان خوش بختوں کو بارگاہِ خداوندی سے یہ انعام ملا کہ مالکِ دوجہاں رب العالمین نے ان کی محبت تمام مومن لوگوں کے دلوں میں موجزن کر دی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ○

صاحبِ تفسیر مظہری بحوالہ طبرانی الاوسط بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ مقدسہ امام الاولیاء مولیٰ مشکل کشا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ نے حضرت مولا مشکل کشا شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت مومنین کے دلوں میں ودیعت فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مومن مسلمان آپ سے محبت رکھتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے :

لَا یُحِبُّ عَلِیًّا مُنَافِقٌ وَلَا یُبْغِضُہٗ مُؤْمِنٌ (مشکوٰۃ شریف ص۵۶۴)

منافق علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت نہیں کرتا اور مومن علی سے بغض نہیں رکھتا۔

حضرتِ محترم! منافق علی سے محبت نہیں کرتا اور مومن علی سے بغض نہیں رکھتا۔ یہاں یہ معلوم ہوا کہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغض رکھتا ہے، وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہے الحمد للہ اہلِ سنت والجماعت کے مومن ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انہیں مولا مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عقیدت و محبت ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ دورِ حاضر میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ تو بڑی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر یارانِ نبی اور یارانِ علی یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ بغض و عداوت رکھتے ہیں تو یاد رکھو! حضرت شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت والفت کے دعویٰ میں وہی لوگ سچے ہیں جو صحابہ کرام سے بھی محبت رکھتے ہوں۔

حضرات محترم! ایک گروہ اُن لوگوں کا بھی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ محبت کرنے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ تو یہ بدبخت لوگ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان کے مطابق منافق ہیں۔ ایک اور گروہ ہے جو نہ حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور نہ ہی صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے عقیدت رکھتا ہے اور نہ ہی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احترام کرتا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف خدا تعالیٰ ہی کو مانتے ہیں، اس لیے کہ ان کے بڑے گرو کا بھی یہی عقیدہ تھا، چنانچہ قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے :

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (پ ۱ البقرہ آیت ۳۴)

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا، مگر وہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہٗ نے جب فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ فرمانِ خداوندی کو سن کر تمام ملائکہ کرام نے اپنا سر آدم علیہ السلام کے سامنے جھکا دیا مگر ابلیس جو اس وقت معلم الملکوت تھا، اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ کہنے لگا یا اللہ! میں تو تجھے ہی سجدہ کروں گا اور صرف تجھے ہی ماننے کے لیے تیار ہوں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا!

تو ابلیس لعین نے جواب دیا:

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ۔

کہنے لگا کہ مجھے زیبا نہیں کہ میں ایک بشر کو سجدہ کروں۔

حضراتِ محترم! مخلوق میں ابلیس ہی سب سے وہ پہلا تھا جس نے نبی اللہ کو بشر کہا۔ جب ابلیسِ لعین نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اس کی تمام عبادتیں ریاضتیں برباد ہو گئیں۔ خداوندِ عالم کو غضب آیا اور فرمایا:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

(پ ۱۴، الحجر آیت ۳۵)

تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔

حضراتِ محترم! اس آیہ مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ کو ماننا کافی نہیں ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور مقبول بندوں کو ماننے والا مومن اور جنتی ہے چنانچہ

جب بارگاہِ خداوندی سے نکال دیا گیا تو اس لعین نے طرح طرح سے لوگوں کو بہکانا شروع کیا، کہیں اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا، جیسا کہ وہ سرکارِ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صراطِ مستقیم سے دور کرنے کے لیے یہ ظالم ابر کی صورت میں آپ کے سامنے آیا اور پھر یہ کہنے لگا اے عبدالقادر! اَنَا رَبُّکَ (میں تیرا رب ہوں) جب آپ نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ پڑھا تو یہ لعین وہاں سے فرار ہو گیا۔

اسی طرح شیطان کبھی نمرود کی شکل میں ظاہر ہوا، کبھی فرعون کی صورت میں آیا، کبھی ابوجہل و ابولہب بن کر آیا، کبھی عمرو سعد، خولی، سنان، شمر، یزید پلید کی صورت میں آیا۔

حضرات محترم! ان سب شکلوں میں اس کا پہچاننا قدرے آسان تھا، مگر جب سے اس نے لوٹا، مصلیٰ، چِلّہ، چولہا اور بستر اکٹھے کا اشعار رکھا ہے، اس کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔ اب یہ سادہ لوح مسلمانوں کو بڑی آسانی سے شکار کر لیتا ہے۔ لوگوں سے کہتا ہے ہم کسی کو کچھ نہیں کہتے، ہم تو صرف اللہ کے دین کی باتیں کرتے ہیں، ہم تو صرف نماز روزے کی ہی تلقین کرتے ہیں۔ دانا لوگوں کا قول ہے کہ ”شیطان پڑھے نماز ایہدے وچ وی راز“
”شیطان پڑھے قرآن ایہہ وی حکمت جان“

حضرات محترم یہ لوگ نماز کے بہانے سے لوگوں کو شکار کرتے ہیں اور بعد میں ان کے عقائد کو خراب کر کے شیطانی توحید ان کے دل و دماغ میں ڈال کر گمراہ کر دیتے ہیں۔ اے میرے سادہ لوح سُنّی بھائیو! ذرا ان کی نقاب کشائی کر کے تو دیکھو، یہ لوگ تبلیغی نہیں تخریبی ہیں۔ یہ ”اتوں میاں تسبی تے وچوں میاں کسبی“ کے مصداق ان لوگوں کی دعوتِ نماز بھی خطرے سے خالی نہیں۔ عارفِ رومی علیہ الرحمۃ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

بر زبان اللہ اللہ در دلِ آں گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر!

مولانا رومی

شیطان اور تلقینِ نماز

نمازِ فجر کی جماعت میں ابھی تھوڑا ہی وقت باقی تھا اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسترِ استراحت پر آرام فرما تھے کہ کسی آنے والے نے دروازے پر دستک دی تو آپ بیدار ہو گئے دروازے کے قریب پہنچے تو کوئی نظر نہ آیا۔ اِدھر اُدھر نظر دوڑائی کہ دروازہ کھٹکھٹانے والا کون تھا؟ جب کوئی نظر نہ آیا، تو پھر آواز دی کہ میاں دروازہ کس نے کھٹکھٹایا ہے؟ تو ایک شخص کی آواز سنائی دی جناب میں ہوں۔ فرمایا کہو دروازہ کس لیے کھٹکھٹایا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جناب فجر کی نماز باجماعت ادا فرمایئے وقت بہت تھوڑا ہے آپ نماز کی تیاری کرلیں۔ آپ نے اس کی گفتگو سن کر پوچھا، تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا، شیطان ہوں۔ آپ نے فرمایا، شیطان تو لوگوں کو نماز سے باز رکھتا ہے اور تو مجھے نماز باجماعت ادا کرنے کی تلقین کر رہا ہے؟ شیطان لعین نے کہا جناب میں تو لوگوں کو نماز سے منع ہی کیا کرتا ہوں لیکن میں نے آپ کو نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے اس لیے بیدار کیا ہے کہ پچھلے ہفتے آپ ایک نماز باجماعت ادا نہ کرسکے تھے۔ آپ نے ایک جماعت کے چھوٹ جانے پر اتنی اشکباری کی تھی اس سے رحمت کے فرشتوں کی یہ گفتگو سُنی کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے امیر معاویہ کے رونے کی وجہ سے ایک جماعت چھوٹ جانے کے بدلے انہیں ستر نماز باجماعت کا ثواب عطا کردیا ہے۔ تو آج آپ پھر سو رہے تھے، میں نے سوچا کہ چلو انہیں بیدار کر کے نماز پڑھا دوں تاکہ انہیں ایک ہی جماعت کا ثواب حاصل ہو۔

حضراتِ محترم! ان نام نہاد مبلغوں اور ریاکاری کے جبہ و دستار میں ملبوس تبلیغیوں کا نماز پڑھانا بھی خطرے سے خالی نہیں۔ آپ نے کبھی یہ سوچا کہ یہ لوگ بستروں سمیت مسجد میں آتے ہیں اور پھر وہاں نمازیوں ہی سے کہتے ہیں نماز پڑھو، کلمہ پڑھو، روزہ رکھو۔ یہ مسلمان نمازیوں کو ہی کلمہ پڑھا پڑھا کر مسلمان کر رہے ہیں۔ دراصل یہ اپنے سوا کسی کو صحیح مسلمان نہیں [illegible]

نام نہاد غازی

کسی بوڑھی بیوہ نے بڑے ارمانوں کے ساتھ اپنے بچے کی پرورش کی۔ جب وہ جوان ہوا تو اسلام و کفر کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ بوڑھی ماں نے کہا بیٹا! اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو جہاد میں شرکت کرتا اگر وہ شہید ہو جاتا تو تیری ماں ایک شہید کی بیوی کہلاتی اگر وہ زندہ واپس آتا تو مجھے ایک غازی کی بیوی ہونے کا شرف حاصل ہوتا۔ اے بیٹا! تیری ماں کی یہ خواہش ہے کہ تو میدانِ جہاد میں جائے اور اسلام کی خاطر یا تو شہید ہو جائے یا غازی بن کر واپس آئے۔

جوان بیٹا ماں کے کہنے پر میدان جہاد کی طرف چل پڑا اور میدان جنگ سے کسی ہندو کی ٹانگ کاٹ کر لے آیا اور واپس آکر ماں سے کہا اماں جی! دیکھ تیرا غازی بیٹا ہوں۔ اور تیری تسلی کے لیے ایک ہندو کی ٹانگ کاٹ کر ساتھ لایا ہوں۔ ماں نے کہا بیٹا! اگر تو نے کچھ کرنا تھا تو کسی دشمن خدا کا سر کاٹ کر لاتا۔ بیٹے نے جواب دیا ماں! سر تو پہلے ہی کوئی کاٹ چکا تھا، اس لیے میں ٹانگ ہی کاٹ لایا ہوں۔

حضراتِ محترم! یہ ہیں وہ غازی جو مُردوں کی ٹانگیں کاٹ کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے اسلام کی بڑی گراں قدر خدمت سر انجام دی ہے۔ یہی حال ان نام نہاد مبلغوں اور تبلیغیوں کا ہے جو مسلمانوں کو دوبارہ کلمہ پڑھا پڑھا کر مسلمان کر رہے ہیں۔

محترم سامعین! کیا آپ نے انہیں کبھی کسی سینما کے دروازے پر تبلیغ کرتے دیکھا ہے؟ یا کسی فاحشہ کے مکان پر جا کر حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کی طرح فاحشہ کو ولیہ بناتے دیکھا ہے؟ یا کسی شرابی زانی کو تلقین کرتے دیکھا ہے؟ یا کسی کافر کو مسلمان کرتے دیکھا ہے؟

اللہ تعالیٰ ان خطرناک مذہبی بہروپیوں اور نام نہاد مبلغوں سے مسلمانوں کو محفوظ و مامون فرمائے جو کہ نماز اور روزہ کا لیبل لگا کر درپردہ مسلمانوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں اور درِ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اولیاء کرام، مشائخ عظام کے ساتھ عقیدت و محبت [illegible] ہیں۔ کہتے ہیں

فقط خدا ہی کو مانو، اور کسی دوسرے کے ساتھ رابطہ و واسطہ اور محبت وعقیدت رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔۔۔ یہ تھے وہ تین گروہ، جن کا مختصر سا تعارف میں نے آپ حضرات کے سامنے بیان کر دیا اور ان کے بہروپ کا روپ واضح کر دیا۔

میں عرض کر رہا تھا کہ ہم بفضل خدا سیدنا علی المرتضیٰ کے بھی غلام ہیں اور صحابہ کرام کے بھی خادم اور نام لیوا ہیں۔ ہم ان تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خادم ہیں جن کے متعلق حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (مشکوٰۃ ص۵۵۴)

میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔

ہم اس شہنشاہ ولایت سے بھی محبت رکھتے ہیں جن کے متعلق کملی والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ (مشکوٰۃ ص۵۶۵)

جس کا میں مولا ہوں اُس کے علی بھی مولا ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا، اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

لَحْمُکَ لَحْمِیْ جِسْمُکَ جِسْمِیْ

تیرا گوشت میرا گوشت ہے، تیرا جسم میرا جسم ہے

سید پیر مہر علی شاہ صاحب اس کی ترجمانی اس طرح کرتے ہیں ؎

مہر علی ہے حبِّ نبی اور حبِّ نبی ہے مہرِ علی

لحمک لحمی جسمک جسمی فرق نہیں مابین پیا

ہم باب مدینۃ العلم کے غلام ہیں، ہم بابِ دار الحکمت کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ ہم اس مولا مشکل کشا، شیرِ خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے محب اور نام

سُلطان الاولیاء بھی ہیں اور سرتاج الاصفیاء بھی۔

امام الاتقیاء بھی ہیں اور داماد مصطفےٰ بھی۔

اخی مصطفےٰ بھی ہیں اور شیر خدا بھی۔

منبع فیض و عطا بھی ہیں اور مرکز مہر و وفا بھی۔

نیر برج سخا بھی ہیں اور شمع بزم ہدیٰ بھی۔

مرکز تجلی و انوار بھی ہیں اور حیدر کرار بھی۔

خلیفۂ رسول بھی ہیں اور سرتاج بتول بھی۔

امام المتقین بھی ہیں اور ابوالحسنین کریمین بھی۔

امیر المومنین بھی ہیں اور سید المسلمین بھی۔

ابو تراب بھی ہیں، اور عالی جناب بھی۔

مرتضیٰ بھی ہیں، اور مشکل کشا بھی۔

قاصد ابرار اتی بھی ہیں اور سردار شہدا بھی۔

جو ان سے محبت رکھے، وہ مومن ہے مسلمان ہے۔

جو ان سے بغض رکھے، وہ منافق ہے شیطان ہے۔

● اس لیے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ منافق علی سے محبت نہیں رکھتا ہے۔ جو مومن ہے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت و عقیدت رکھتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ (پ ۱۰ ع ۷) بے شک اللہ متقیوں سے محبت فرماتا ہے تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تو امام المتقین ہیں، جب اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے تو مومن کیوں نہ ان سے محبت کریں گے۔ بخاری شریف میں ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰى	جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت ہے
جِبْرَئِيلَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا	تو جبرئیل سے ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں
فَيُحِبُّهُ جِبْرَئِيلُ فَيُنَادِي	بندے سے محبت فرماتا ہے اس لیے تم بھی اس
جِبْرَئِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ	سے محبت رکھو تو جبرائیل اس سے محبت کرتے
إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ	ہیں اور جبرائیل آسمان والوں میں منادی
فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ	کرتے ہیں کہ اللہ فلاں آدمی سے محبت کرتا ہے
يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ ۝	اس لیے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان
(بخاری شریف صہ ۸۹۲ ج ۲)	والے بھی اس سے محبت رکھتے ہیں اور پھر زمین
	پر بھی اس شخص کو مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے

حضرات محترم! اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ محبت فرماتا ہے، اس کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام بھی محبت فرماتے ہیں۔ عرش والے بھی عقیدت رکھتے ہیں اور فرش والے بھی محبت کرتے ہیں۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی سے محبت فرماتا ہے اور سیدنا علی بھی خداوند قدوس سے محبت کرتے ہیں۔

حُبِّ خدا

ایک مرتبہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور جنابِ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے ابوالحسن! تم اپنے بچوں کی صحت یابی کے لیے نذر مان لو تو بہتر ہے۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کی لونڈی فضہ نے یہ نذر مان لی کہ اگر حسنین کریمین کو صحت ہو جائے تو ہم تین تین روزے رکھیں گے۔ چنانچہ شہزادگان کو صحت ہو گئی، مگر اس روز گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ جنابِ شیرِ خدا نے تین صاع جَو قرض لیے۔ سیدۃ النساء نے ان کو پیس کر افطاری کا انتظام کیا۔ جب آفتاب غروب ہوا تو جنابِ شیرِ خدا، فاطمۃ الزہرا اور لونڈی فضہ روزہ افطار کرنے لگے تو اتنے میں،

دروازے پر ایک سوالی نے صدا کی کہ میں مسکین ہوں، بھوکا ہوں، اللہ کچھ کھانے کو عنایت فرمائیں
ان حضرات نے اس مسکین کو خود پر ترجیح دی اور اپنا کھانا اٹھا کر اس مسکین کے حوالے کر دیا اور
خود پانی سے افطاری کر لی۔ رات یوں ہی گزری اور سحری کے وقت پھر سب نے روزہ رکھ لیا۔
شام کے وقت کھانا تیار کر کے سامنے رکھا ہی تھا کہ ایک یتیم نے دروازے پر دستک دی
اور کہا میں ایک یتیم ہوں، بھوکا ہوں۔ آپ نے وہ کھانا اٹھایا اور اس کے حوالے کر دیا۔
سب حضرات نے پانی پی کر گزارا کر لیا۔ اسی طرح تیسرے روز جب افطاری کا وقت آیا تو ایک
قیدی آ گیا۔ گھر والوں نے حسب سابق اپنا سارا کھانا اسے دے دیا۔

کر کر فاقے مسلسل تے ددھ مدھ لاغر شبر شبیر سرکار ہو گئے
حاضر انگل پکڑ شہزادیاں دی حیدر نبی دے پیش دربار ہو گئے

حضرت شیرِ خدا اپنے شہزادگان کے ہمراہ آستانہ رسالت مآب پر حاضر ہوئے۔ مسلسل فاقہ کشی
سے کمزوری اور نقاہت کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔ سیدِ عالم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا، اے علی! یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ تو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

حالت حیدر نے عرض تمام کیتی فاقے جیویں سی لنگ نہار گئے
سن کے حال خلیم ایثار والا مصطفےٰ آقا بے قرار ہو گئے

یہ واقعہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے
گھر تشریف لے گئے کیا دیکھتے ہیں کہ سیدۃ النساء نماز ادا فرما رہی ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری
ہیں، متواتر فاقہ کشی سے جسم مطہر لرز رہا ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئیں، تو سرورِ کائنات
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کیا۔ رحمۃ للعالمین نے اپنی پیاری
بیٹی کی یہ حالت دیکھی تو آنکھیں بے اختیار اشکبار ہو گئیں۔ اس وقت ربِ قدیر نے جناب
جبرائیل امین کو دربار رحمۃ للعالمین میں بھیجا اور رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے بارگاہِ
مصطفےٰ میں یہ آیت پیش کی،

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو

(پ ۲۹ الدھر آیت ۸)

جبرائیل امین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، یہ آزمائش تھی جو رب تبارک و تعالیٰ نے آپ کے اہل بیت سے لی ہے۔ مبارک ہو کہ وہ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ آقا! تمہاری بیٹی کے در کا بھکاری مسکین و یتیم اور اسیر بن کر آنے والا کوئی مدینے کا سائل نہیں تھا، بلکہ ؎

گھلیا تینوں سی رب نے دُر تے تینوں ای کھانا سی بچہ فقیر دتا
میں سال آیا یتیم مسکین بن کے تیں ای ہو کا سی بن کے اسیر دتا
ایس بخشش دا صلہ کمال سب نوں ہے خدا نے سمیع و بصیر دتا
سورۃ دہر دیاں آیتاں سب بچے تیری آل نوں تحفہ منیر دتا
ویطعمون الطعام دی شان دے کے تمام رب انعام کثیر دتا!

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خداوندِ عالم جل علا کے ساتھ محبت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے

شیرِ حق

حضرتِ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مثنوی شریف میں نقل فرماتے ہیں! ایک مرتبہ حضرت شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دشمنِ خدا سے لڑائی ہو گئی۔ آپ نے اسے اٹھایا اور زمین پر پٹخ دیا اور خود اس کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ قریب تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تلوار کا وار کر کے اس کا کام تمام کر دیتے اس دشمنِ خدا نے نیچے لیٹے لیٹے آپ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا۔ آپ اسی لمحے اس کے سینے سے اٹھ بیٹھے اور اسے چھوڑ دیا۔ وہ آپ کے اس فعل سے بڑا حیران ہوا کہ آپ نے جال میں پھنسا ہوا شکار چھوڑ دیا جبکہ میں مکمل طور پر ان کی گرفت میں تھا۔ اگر چاہتے تو میرا سر تن سے جدا کر سکتے تھے۔ تو اس نے پوچھا اے علی آپ نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تو مولا مشکل کشا نے فرمایا،

گفت من تیغ از پئے حق میزنم — بندۂ حقم نہ مامورِ تنم
شیرِ حقم نیستم شیرِ ہوا — فعلِ من بر دینِ من باشد گوا

ترجمہ: فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تلوار چلاتا ہوں، میں خدا کا بندہ ہوں جسم کا غلام نہیں میں حق تعالیٰ کا شیر ہوں، خواہشاتِ نفسانی کا شیر نہیں ہوں۔ میں خدا تعالیٰ کا بندہ ہوں، میرا فعل میرے دین پر گواہی دے گا۔

یہ تلوار جب بھی اٹھتی ہے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی کے لیے اٹھتی ہے، اپنی جان کا بدلہ لینے کے لیے نہیں۔ یہ تلوار تو پرچمِ اسلام کی رکھوالی کے لیے ہے۔ دینِ حق کی سربلندی اور حق و باطل کی تفریق کے لیے ہے۔ یہ دشمنِ خدا پر قہر بن کر برستی ہے۔ میں تجھے قتل کرنے والا ہی تھا مگر تو نے میرے منہ پر تھوک دیا، مجھے غصہ آیا، اگر میں اس وقت تجھے قتل کر دیتا تو یہ تیرا قتل ہوتا، صرف میری خواہش کی تکمیل ہوتی۔

تو عرض کر رہا تھا کہ سیدنا علی المرتضیٰ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ کریم سیدنا علی المرتضیٰ سے محبت کرتا ہے

فاتحِ خیبر

جنگِ خیبر کے موقع پر بڑے بڑے بہادر صحابہ کرام پرچمِ اسلام لے کر قلعہ قموص پر حملہ آور ہوتے، لیکن اسے فتح نہ کر سکے۔ آخر کار مخبرِ صادق سرکارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِہِ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (بخاری ص۵۲۵)

کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا کہ جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا (اور وہ شخص) اللہ اور اس کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔

دوسری جگہ ہے:

وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ (مشکوٰۃ ص۵۶۳)

اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتا ہے

فرمانِ رسول سننے کے بعد ہر ایک صحابی کی یہ تمنا تھی کہ صبح یہ جھنڈا مجھے مل جائے اور اس فتح کا فخر و شرف مجھے حاصل ہو۔ شب انتظار گزری، صبح ہوئی تو امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبْ   کہ علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟

قربان جاؤں یہ دولت گراں مایہ جناب حیدرِ کرار کے حصے میں آئی۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے، وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ نے فرمایا انہیں بلاؤ۔ تو جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہو گئے۔ طبیب جہاں امام مرسلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن مولا مشکل کشا کی آنکھوں میں ڈال دیا، آنکھیں فوراً درست ہو گئیں۔ پھر امام الانبیاء نے امام الاولیاء کو جھنڈا عطا کیا اور فرمایا: "اے علی! لشکرِ اسلام کے ساتھ خیبر کی طرف جاؤ۔"

آپ کی فتح و نصرت کی خبر تو آپ پہلے ہی دے چکے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پرچم اسلام اس شان سے ہاتھ میں لیے چلے کہ ایک ہاتھ میں پرچم اسلام اور دل میں حبِ خدا اور عشقِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے ہاتھ میں شمشیر، زباں پہ نعرۂ تکبیر۔ آخر کار اپنی بے مثال شجاعت سے اسلام کا جھنڈا قلعہ خیبر پر گاڑ دیا۔

خیبر کے قلعہ قموص کا محافظ اور دنیائے کفر و شرک کا زبردست پہلوان، زور آور جوان مرحب ـــــ تھا، لوہے میں سر تا پا غرق، آہنی گرزوں سے مسلح، آپ کے مقابلے میں بڑے غرور و تکبر کے ساتھ نکلا۔ جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے مرحب!

سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَر   میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے

پھر دونوں دلیروں کا مقابلہ ہوا۔ پہلے مرحب نے آپ پر وار کیا۔ آپ نے ڈھال پر روکا۔ پھر حیدرِ کرار نے اپنی تلوار کا وار کیا۔ مرحب نے آگے ڈھال کی۔ ذوالفقارِ حیدری اس پر قہر خدا بن کر ایسی برسی کہ ڈھال کے دو ٹکڑے ہو گئے اور خود کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہوئی سر کو کاٹا اور حلق تک جا پہنچی، پھر حلق سے گزری تو اس دشمنِ خدا کے دو ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔

بزرگو، دوستو! اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علمِ غیب عطا فرمایا اسی لیے آپ نے پہلے ہی بتا دیا کہ "کل جھنڈا اُس کو دوں گا جس کے ہاتھوں

خدا تعالیٰ لشکرِ اسلام کو فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔" دوسرا یہ کہ وہ اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہو گا۔ تو زبانِ نبوت سے یہ بھی ارشاد ہوا کہ حیدر کرار اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں اور محبوب پاک سے بھی عشقِ کامل رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی معرکۂ حق و باطل برپا ہوا تو آپ ہمیشہ سر پر کفن باندھ کر نکلے۔

فاتح خندق

جنگ خندق دنیائے اسلام کی وہ عظیم جنگ ہے جس میں دشمنانِ اسلام تیس ہزار کا لشکرِ جرار لے کر اس نیت سے آئے تھے کہ مسلمانوں سے ایک ایسی فیصلہ کن جنگ کی جائے جس سے اسلام کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائے۔ چنانچہ جب یہ جنگ شروع ہوئی تو ان پرستارانِ باطل میں ایک شہ زور عمرو ابن عبدو تھا جسے ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ اس درندہ صفت انسان نے میدانِ جنگ میں پہنچ کر للکارا ھَلْ مِنْ مُبَارِزْ۔ ہے کوئی مسلمان جو میرے مقابلے میں آئے۔ حضور نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لشکرِ اسلام میں نظر دوڑائی۔ تمام لوگ دم بخود تھے۔ اس نے پھر للکارا ہے کوئی مسلمان جو میرے مقابلے کے لیے آئے۔ مگر مسلمانوں میں سے کوئی بھی اس کے مقابلے کے لیے نہ نکلا۔ جب اس نے تیسری مرتبہ للکارا تو جنابِ شیرِ خدا نے کملی والے آقا کے قدم چوم کر عرض کی حضور! مجھے اجازت مرحمت فرمائی جائے تاکہ اس دشمنِ خدا کا مقابلہ کروں، کملی والے آقا خوش ہو گئے اور اپنا عمامہ ان کے سر پر باندھا، ہاتھ میں تلوار دی اور پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا: علی جاؤ، اس دشمنِ خدا کو تیرے حوالے کیا، اور تجھے خدا تعالیٰ کے حوالے کیا۔

پئے تعظیم جھک کر اور ہادی کی رضا لے کر
چلا میدان میں شیرِ خدا نامِ خدا لے کر
نہ سینے پہ زرہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا
فقط تلوار تھی تلوار ہی مردوں کا گہنا تھا

شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں پہنچے اور عمرو ابنِ وُد کو للکارا۔ وہ بھی مقابلہ کے لیے تیار ہوا۔ ابنِ وُد مشرکین کا سردار تھا اور ادھر مولیٰ علی سیّد المرسلین کا اطاعت گزار تھا۔

اُس کے دل میں کفر کی پلیدی اور شرک کی نجاست تھی۔

اِن کے دل میں نورِ ایمان اور نبی کی محبت تھی۔

وہ دنیائے کفر کے پہلوانوں کا بادشاہ تھا۔

یہ امام الاولیاء اور قصرِ ولایت کا شہنشاہ تھا۔

وہ شریر اور بے دین تھا، یہ نبی کا وزیر اور امام المتقین تھا۔

اُس کے ساتھ شیطان تھا، اِن کے ساتھ رحمان تھا۔

اُس کو اپنی طاقت و ہمت اور برچھی و بھالے پر ناز تھا۔

ان کو فقط خدائے واحد پر بھروسہ اور کملی والے آقا پر ناز تھا۔

وہ مقابلے میں آیا تو کہنے لگا ؎

ہزارا سوار کا اک شہسوارِ بے بدل ہوں میں
مسلمانو! سمجھ جاؤ کہ پیغامِ اجل ہوں میں
میں ابنِ وُد ہوں اور استاد نامی پہلوانوں کا
میری ہیبت سے ہے رُوپوش رستم داستانوں کا

جنابِ مولا مشکل کشا، شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا ؎

کہا، مجھ کو علی کہتے ہیں، اک بندہ خدا کا ہوں
میرا اتنا ہی دعویٰ ہے میں خادم مصطفےٰ کا ہوں

لڑائی شروع ہوئی، دونوں شہ زوروں کی تلواریں لہرائیں۔ اس منظر کو محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا تو فرمایا،

بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ مَعَ الْکُفْرِ مکمل ایمان کفر سے لڑ رہا ہے۔

شیرِ خدا نے ضربِ حیدری کا وار کیا اور عمر ابن ود کو زمین پر ڈھیر کر دیا۔ خدا والوں کے یہ منظر دیکھا تو صدائے توحید بلند کی۔

حضرات! یہ محبت خدا ہی تھی جس نے شیرِ خدا کو میدانِ جنگ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کا ولولہ دیا اور بڑے بڑے زور آور پہلوانوں کو پچھاڑنے کا حوصلہ بخشا۔

بزرگو دوستو! مولا مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ اور نبی کریم کے علی المرتضیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ سرکارِ دوعالم نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ (مشکوٰۃ شریف)	جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی مولیٰ ہیں
عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ	کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں
وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ (مشکوٰۃ ص۵۶۴)	اور وہ ہر مومن کے ولی ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں، اے جہان والو! جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کے علی مولیٰ ہیں، اس لیے کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، میں علی کا ہوں علی میرا ہے۔ علی تمام مومنوں کے ولی ہیں۔ ولی کے معنی مددگار کے بھی آتے ہیں۔ تو حدیث پاک کا مطلب یہ ہوا کہ علی تمام مومنوں کے مددگار ہیں۔ الحمد للہ! جو مومن ہیں وہ جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا مولیٰ، مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

میرے حاجت روا مولا علی ہیں — میرے مشکل کشا مولا علی ہیں
خدا نے جن کو تیغِ لافتا دی — وہی شیرِ خدا مولا علی ہیں
علی کی دید، دیدِ مصطفیٰ ہے — کہ نورِ مصطفیٰ، مولا علی ہیں
ولی ہو غوث ہو، قطبِ جہاں ہو — ہر اک کے پیشوا مولا علی ہیں

اخی رسول

رحمتِ دوعالم شفیعِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب مدینہ منورہ پہنچ کر مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ

کا تعلق قائم کر دیا، یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا، آپس میں برادرانہ تعلقات استوار کرا دیئے
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم آپ کی خدمتِ اقدس میں روتے ہوئے آئے اور عرض کی
یارسول اللہ! آپ نے صحابہ کرام کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا ہے، مگر مجھے کسی کا
بھائی نہیں بنایا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ سن کر ارشاد فرمایا، اے علی!
اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ (بخاری) تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔
قربان جاؤں عظمتِ مرتضیٰ پر کہ جنہیں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دنیا و آخرت
میں اپنا بھائی فرمایا۔ مگر اس کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری زندگی
آپ کو کبھی بھائی کہہ کر نہ پکارا۔ جب بھی پکارا تو کہا یارسول اللہ، یا حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
جب انہوں نے ایسے نہیں پکارا، تو پھر کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کو کیا حق ہے کہ وہ محبوب
رب العالمین کو بڑا بھائی کہہ کر پکارے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اسم احمد کی تعظیم کے منکر وہ ان کی عظمت کو قرآن میں دیکھ لو
بے لقب ان کا نامِ مبارک کہیں ان کے معبود نے بھی پکارا نہیں

بزرگو دوستو! میں عرض کر رہا تھا کہ امام الانبیاء، امام الاولیاء سے محبت فرماتے ہیں:
حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے،

قَالَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ (مشکوٰۃ ص۵۶۴)	فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی سے کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔
عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ۔ (تاریخ الخلفاء صہ۱۷۳)	علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ۔

علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ، صاحب قرآن علی کے ساتھ اور علی صاحب
قرآن کے ساتھ۔ وہ نبیوں کے شہنشاہ، یہ ولیوں کے بادشاہ۔ وہ امام الانبیاء ہیں، یہ
سرتاج الاولیاء ہیں۔

علی والے آقا نے فرمایا اے میرے امتیو! میرا کلمہ پڑھنے والو! نماز پڑھنا، روزہ رکھنا عبادت، حج کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا عبادت ہے مگر،

اَلنَّظَرُ اِلٰی عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ (جامع الصغیر) علی کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے

مقامِ غور ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے ہیں کہ علی کے چہرے کی زیارت عبادت ہے، علی کی زیارت کیوں عبادت ہو کہ اُن کا چہرہ وجہ اللہ اور لقب اسد اللہ ہے، ذاتِ مظہر اللہ اور نائبِ رسول اللہ ہے۔ جائے ولادت کعبۃ اللہ ہے

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت

بکعبہ ولادت، بمسجد شہادت

حضراتِ گرامی! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت اس مقدس مقام پر ہوتی ہے جسے بیت اللہ کعبۃ اللہ کہتے ہیں جو انوارِ الٰہیہ تجلیاتِ ربانی کا مرکز ہے، وہ خانۂ خدا جس کی طرف اہلِ اسلام منہ کر کے رب تعالیٰ کی نماز ادا کرتے اور رب العالمین کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ مقدس و مظہر خدا کا گھر جس کے در و دیوار کو دیکھنا عبادت ہے، جس کے معمار ذبیح اللہ اور خلیل اللہ علیہما السلام ہیں، جس کا طواف کرنا ذریعۂ نجات ہے۔

اللہ اللہ! مولودِ کعبہ کو بھی بارگاہِ خداوندی سے یہ انعام ملا کہ،

کعبہ بیت اللہ ہے، مولودِ کعبہ اسد اللہ ہے۔

کعبہ انوار و تجلیات کا مرکز ہے، مولودِ کعبہ کا دِل انوارِ الٰہیہ کا مظہر ہے

کعبہ کے معمار ذبیح اللہ خلیل اللہ ہیں۔ مولودِ کعبہ کے تربیت کار حبیب اللہ ہیں

دیوارِ کعبہ میں نصب حجرِ اسود کے بوسے لینے والے کے گناہ مٹ جاتے ہیں،

تو علی پاک کے قدم چومنے والے، غوث، قطب اور ولی بن جاتے ہیں

کعبہ کی زیارت عبادت ہے، مولودِ کعبہ کے چہرے کی زیارت بھی عبادت ہے۔

اسے

امین ——— علی۔ امانت، علی کی۔ شجاع ——— علی، شجاعت، علی کی۔

امام ——— علی۔ امامت، علی کی۔ امیر ——— علی۔ امارت، علی کی۔

عابد ——— علی۔ عبادت، علی کی۔ سید ——— علی۔ سیادت، علی کی

سخی ——— علی۔ سخاوت، علی کی۔ شریف ——— علی۔ شرافت، علی کی

طاہر ——— علی۔ طہارت، علی کی۔ عادل ——— علی۔ عدالت، علی کی

ولی ——— علی۔ ولایت، علی کی۔ شہید ——— علی۔ شہادت، علی کی

کعبے چہ ولادت حیدر دی، مسجد چہ شہادت حیدر دی

ارشاد ہے کملی والے دا، ہے دید عبادت حیدر دی

سیدنا علی کے چہرے کی زیارت عبادت کیوں نہ ہو، جبکہ آپ نے ہادیٔ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ رحمت میں آنکھ کھولی ہو، جن کی پہلی نظر رُخِ رسول اللہ اور بیت اللہ پر پڑی ہو، جن کی تربیت ہادیٔ کُل ختم الرسل نے کی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زبانِ اقدس ساری زندگی کلمۂ کفر سے آلودہ نہ ہوئی۔ اور نہ ہی غیر خدا کے سامنے آپ کی پیشانی سجدہ ریز ہوئی۔ آپ دورِ جاہلیت میں بھی ہر قسم کی معصیت سے پاک و مبرا رہے۔ کعبہ کو پاک کرنے والے نے مولودِ کعبہ کو بھی پاک کر دیا تھا۔ پھر جناب شیرِ خدا کو کفر و شرک کی نجاست کیسے چھو سکتی تھی۔ رب کائنات کا ارشاد پاک ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ (پ ۲۲ ع ۱)

اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

تو جنابِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار بھی اہلِ بیت کرام میں ہے۔

علی وارث محمد دے چمن دا، علی تارا نبی دی انجمن دا

علی اوہ گل ہے صابر، جس تھیں ہو تیا!

[illegible] پنجتن دا !!

جنہیں خدا نے قدوس پاک کرنا چاہے، جس مجسمہ طہارت و نفاست کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہو تو وہاں پلیدی کیسے رہ سکتی ہے؟

باب مدینۃ العلم

پیارے علی سے امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو محبت ہے اسی لیے سرکار دو عالم نے فرمایا:

اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا (مشکوٰۃ ص۵۶۴) میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا (تاریخ الخلفاء ص۱۱۴) میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں

بزرگو، دوستو! حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باب مدینۃ العلم کہا ہے۔ اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور کو شیر خدا سے کس قدر محبت تھی کہ خود کو علم کا شہر اور علی کو اس کا دروازہ فرما رہے ہیں۔ دروازے کی شہر کے ساتھ جو نسبت ہوتی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ نے قلعہ نما قدیم شہر دیکھے ہوں گے کہ شہر کے باہر ایک دروازہ ہوتا ہے۔ جس نے بھی شہر میں داخل ہونا ہوتا تھا وہ اسی دروازے سے ہی داخل ہو سکتا تھا اور جو دروازہ چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرتا وہ چور تصور ہوتا کیونکہ چور ہی دیوار پھاندا کرتے ہیں۔

سرور عالم فرماتے ہیں کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں تو اب جو بھی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچنا چاہتا ہے، تو اسے باب مدینۃ العلم کی چوکھٹ چومنا ہوگی، ان کے قدموں کو بوسہ دینا ہوگا، ان کی بارگاہ ناز میں جبین نیاز کو جھکانا ہوگا۔ ان کے در پر کاسہ گدائی پھیلانا ہوگا، ان کے در اقدس کا بھکاری بننا ہوگا ؎

بغیر حُبِّ علی، مدعا نہیں ملتا
عبادتوں کا بھی ہرگز صلہ نہیں ملتا

خدا کے بندو، سنو، غور سے خدا کی قسم
جسے علی نہیں ملتے اسے خدا نہیں ملتا

بزرگو دوستو! کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو آخر میں ہو، اس کی شان میں کمی آجاتی ہے، تو سنو! دروازہ مکان کے آخر میں لگایا جاتا ہے مگر دروازہ کی اہمیت میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبروں، رسولوں کے بعد سید المرسلین تشریف لائے ہیں تو ان کی شان میں کوئی فرق نہیں آیا۔

تو تین خلیفوں کے بعد حضرت علی ہوں تو ان کی شان میں بھی فرق نہیں آسکتا آپ نے دروازہ تو دیکھا ہوگا کہ اس کے دائیں طرف ایک دیوار ہوتی ہے اور ایک بائیں طرف اور ایک اوپر یہ لوگ دروازے کو تو مانتے ہیں، مگر تین تھا منے کو نہیں مانتے ـــ میں عرض کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ جناب شیر خدا باب مدینۃ العلم ہیں آپیے ذرا اس کا نظارہ کریں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

زورِ علم

وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اور خود تم میں کیا تمہیں سوجھتا نہیں (پ ۲۶ ع ۱۸)

اس آیہ کریمہ کے تحت صاحب تفسیر روح البیان روایت نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ باب مدینۃ العلم جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا:

سَلُوْنِیْ عَمَّا دُوْنَ الْعَرْشِ (مجھ سے پوچھو جو کچھ عرش کے نیچے ہے)

پھر فرمایا "مجھے جو چہار اطراف کا علم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے منہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب مبارک ہے یہ علم مجھے اللہ تعالیٰ نے حضور کے وسیلہ جلیلہ سے عطا فرمایا ہے۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اگر اللہ تعالیٰ تورات و انجیل کو کلام کرنے کی قدرت عطا فرماتے، تو وہ بھی میری بات کی تصدیق کریں۔" آپ کی اسی مجلس میں ایک یمنی آدمی بھی آپ کے اس فرمان کو سن رہا تھا۔ اس نے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس شخص نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے، میں اس کو ضرور زیر کروں گا، چنانچہ وہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے علی! میں تم سے سوال کرنا چاہتا ہوں؟ فرمایا "کرو مگر سمجھنے کے لیے، یعنی امتحان کی غرض سے سوال نہ کرو" چنانچہ اس نے سوال کیا، هَلْ رَاَیْتَ رَبَّكَ یَا عَلِیُّ (اے علی! کیا تو نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟)

اس یمنی نے جب یہ سوال کیا، تو آپ نے فرمایا،

قَالَ کُنْتُ لَآ اَعْبُدُ رَبًّا لَمْ اَرَاهُ (میں اس رب کی عبادت نہیں کرتا جس کو میں نہ دیکھوں)

نے پھر سوال کیا کہ تو نے کیا دیکھا ہے؟" آپ نے فرمایا "آنکھیں اسے ظاہر طور پر نہیں دیکھ سکتیں مگر

حقیقتِ ایمان کے ساتھ دیکھتا ہے۔ میرا رب وحدہٗ لاشریک ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں؛ نہ ہی اس کا کوئی مثل ہے نہ امکان ہے، حواسِ خمسہ کے ساتھ ہی اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔" آپ کا فرمانا تھا کہ وہ یمنی آدمی غش کھا کر گر پڑا جب ہوش آیا تو کہنے لگا: "میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ میں پھر کبھی اعتراض کے طور پر ایسا سوال نہیں کروں گا۔" (روح البیان ص۳۵ ج ۴)

ایک اور روایت ہے کہ آپ کے اس دعویٰ علم پر جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے علی بتاؤ؟ اس وقت جبرائیل کہاں ہیں؟ آپ نے زمین وآسمان پر نگاہ ڈالی اور مسکراتے ہوئے فرمایا، کہ جبرائیل تم ہی ہو۔ (نزہۃ المجالس ص۲۱۰ ج ۲)

پھر کسی نے پوچھا کہ اتنا علم کہاں سے پایا؟ تو آپ نے فرمایا:

چوں غسل دادہ شد آنحضرت را چیم شد آب در پلک ماندہ بود پس بر داشتم من بزبان خود آں را فرو بردم۔ (راشحۃ الصفات ص ج ۴)	جب میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری غسل دیا تو پانی کے چند قطرے سرورِ کونین کی مقدس پلکوں پر ٹھہر گئے تو میں نے انہیں اپنی زبان سے چوس لیا۔

پھر کیا تھا کہ علم و عرفان اور حکمت و معرفت کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ ایک اور روایت میں ہے، سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کا حاکم بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ابھی تو میں نو عمر ہوں اور معاملات طے کرنا نہیں جانتا، آپ مجھے یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے ہیں؟ یہ سن کر آپ نے میرے سینے پر دستِ ید اللہ پھیرا اور دعا فرمائی: "اے الٰہی! اس کے قلب کو روشن کر دے اور زبان کو تاثیر عطا فرما دے۔"
سرکار حیدر کرار فرماتے ہیں: رب ذو الجلال کی قسم اس دعا کے بعد کبھی بھی مجھے کسی فیصلہ کرنے میں مشکل پیش نہ آئی۔ — میں عرض کر رہا تھا،

سرورِ کائنات شیرِ خدا سے محبت رکھتے تھے ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَشْقَی الْاَوَّلِیْنَ عَاقِرُ النَّاقَۃِ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، پہلے زمانے کا سب سے بڑا

صَالِحٍ وَاَشْقَى الْاٰخِرِیْنَ قَاتِلُکَ۔ شقی وہ شخص تھا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا اور آئندہ زمانے کا سب سے شقی تمہارا قاتل ہوگا۔

(تفسیر مظہری پ۸۔ سورۃ اعراف)

اس فرمانِ عالی سے بھی بوئے محبتِ علی کی مہک آرہی ہے تبھی تو سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ اے علی! دنیا کا بدترین اور بدبخت، ظالم و سرکش پہلا وہ شخص تھا جس حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا اور آخری زمانے کا سب سے بدترین، شرانگیز، فاسق اور شقی وہ شخص ہوگا جو تیرا قاتل ہوگا۔ جس نے ناقۃ اللہ کو قتل کیا تھا، وہ پہلا شقی تھا اور جو اسد اللہ کو شہید کرے وہ آخری شقی ہوگا، چنانچہ اس بدنصیبی اور سیہ بختی کا سیاہ طوق خارجیوں کے حصے میں آیا۔

شہادتِ اسد اللہ الغالب

خارجی طوطوں میں سے ایک ازلی شقی بد باطن ابن ملجم تھا۔ اسی رسوائے عالم نے امام الاولیاء کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس بدبخت نے ایک تلوار خاص اس ناپاک مقصد کے حصول کی خاطر بنوائی تھی۔ ایک روز امام المتقین امیر المومنین مولا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ فجر کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو یہ ازلی شقی چھپا بیٹھا تھا۔ اس سنگدل نے فاتح خیبر پر دھوکے سے وار کیا اور آپ کو شدید زخمی کر دیا آپ فرشِ زمین پر گر گئے آپ کے ساتھیوں نے آپ کو اٹھایا اور گھر لے گئے۔ پھر اس خبیث ابن ملجم کو گرفتار کرکے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا اور کہا کہ حضور یہی وہ بدبخت شخص ہے جس نے آپ پر کاری وار کیا ہے۔ قربان جاؤں! رحمۃ للعالمین کے تربیت یافتہ اور بستر کما کر دعائیں فرمانے والے پیارے نبی کے خلیفہ نے جب اپنے دشمن کو دیکھا تو فرمایا "میرے اس دشمن کے لیے نرم بستر بچھا دو اور اچھا کھانا اور ٹھنڈا پانی پلاؤ۔" زخم کاری سے خون حد سے زیادہ بہہ چکا تھا کمزوری شدت اختیار کر گئی۔ بعدہٗ آپ نے چند وصیتیں فرمائیں اور کلمہ طیبہ کا ورد شروع فرمایا اور جامِ شہادت نوش فرما کر جان مستعار اپنے مالک و پروردگار کے حوالے کر دی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

فلاحِ دارین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الْمَجْدِ وَالثَّنَاءِ ۝ وَالْعِزِّ وَالْبَقَاءِ ۝ وَالرِّفْعَۃِ وَالْعُلَاءِ ۝ وَالْعَظْمَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی ۝ خَاتِمِ الْاَنْبِیَاءِ وَاِمَامِ الْاَتْقِیَاءِ ۝ وَ ... اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ ۝ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ۝ اَمَّا بَعْدُ ۝ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۝

صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۝

جسے مل گیا کملی والے کا دامن اُسے دو جہاں کا خزانہ ملا ہے
بھلا باغِ جنت کو وہ کیا کرے گا مدینے میں جس کو ٹھکانہ ملا ہے

کسی کو زمانے کی دولت ملی ہے — کسی کو جہاں کی حکومت ملی ہے
میں اپنے مقدر پہ قربان جاؤں — مجھے یار کا آستانہ ملا ہے
جسے مل گئی ان کے در کی گدائی — لے دولت دو جہاں ہاتھ آئی
درِ مصطفےٰ تک ہے جس کی رسائی — شفاعت کا اس کو بہانہ ملا ہے

معزز سامعین کرام! میں نے آپ حضرات کے سامنے منبع رشد و ہدایت لاریب کتاب قرآن مجید فرقانِ حمید میں سے ایک آیہ کریمہ کا اک جز تلاوت کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے،

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (پ ۵ ع) — اے ایمان والو! تابعداری کرو اللہ کی اور تابعداری کرو رسول کی۔

حضرات محترم! اس آیۂ مقدسہ میں ایمان والوں سے خطاب ہو رہا ہے کہ تابعداری کرو خالق کائنات اللہ جل و علا کی اور اس کے پیارے محبوب سید الانبیا علیہ التحیۃ والثناء کی۔ اس لیے کہ پوری کائنات میں ــــــــ دوسرا کوئی خدا نہیں، اس کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (پ)، اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور اس کے پیارے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا کوئی دوسرا مصطفےٰ نہیں۔ حضور امام الانبیاء محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اَیُّکُمْ مِثْلِیْ تم میں سے کون ہے میری مثل؟ ارشاد قرآن اور فرمانِ رسول سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العالمین کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا کوئی دوسرا مصطفےٰ نہیں۔

اس جیسا کوئی معبود نہیں	اس جیسا کوئی عابد نہیں
اُس جیسا کوئی مسجود نہیں	اِس جیسا کوئی ساجد نہیں
اُس جیسا کوئی محب نہیں	اِس جیسا کوئی محبوب نہیں
اُس جیسا کوئی چاہنے والا نہیں	اِس جیسا چاہا ہوا نہیں
اُس جیسا کوئی معطی نہیں	اِس جیسا کوئی قاسم نہیں
وہ بھی بے مثل و بے مثال	یہ بھی بے مثل بے مثال
وہ رب العالمین ہے	یہ رحمۃ للعالمین ہے
جہاں تک اُس کی خدائی ہے	وہاں تک اِس کی شہنشاہی ہے
وہ مشرق والوں کا رب	یہ مشرق والوں کا نبی
وہ مغرب والوں کا رب	یہ مغرب والوں کا نبی

وہ جنوب والوں کا رب — یہ جنوب والوں کا نبی

وہ فرش والوں کا رب — یہ فرش والوں کا نبی

وہ عرش والوں کا رب — یہ عرش والوں کا نبی

وہ جبرئیل کا رب — یہ جبرئیل کا نبی

وہ میکائیل کا رب — یہ میکائیل کا نبی

وہ اسرافیل کا رب — یہ اسرافیل کا نبی

وہ عزرائیل کا رب — یہ عزرائیل کا نبی

جہاں تک اس کی کبریائی ہے — وہاں تک اس کی مصطفائی ہے

جتھوں تک کبریائی کبریاء دی،

اوتھوں تک مصطفائی مصطفیٰ دی،

غلامی دے سوا کجھ وی نہ منگیں

بڑی شان اے محمد دے گدا دی،

حضرات محترم! آج ہر مومن مسلمان کی یہ تمنا ہے کہ وہ صاحب عرفان و ایقان ہو جائے اسے محبوبیت یزداں اور لقائے رحماں نصیب ہو جائے۔ وہ دنیا میں باوقار اور قبر و حشر میں کامیاب و کامران ہو جائے۔ تو یاد رکھو ارشاد خداوندی کے مطابق اس عظیم مقصد کے حصول کا صرف اور صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم تاجدار دو جہاں امام مرسلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطیع اور فرمانبردار بن جائیں۔ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اے محبوب! فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ تو اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش [illegible] بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے

اس آیتِ پاک کے تحت صاحبِ تفسیر روح البیان نقل فرماتے ہیں کہ جب تاجدارِ انبیاء حبیبِ کبریاء علیہ التحیۃ والثناء نے کعب بن اشرف اور اس کے ساتھیوں کو دعوتِ اسلام دی توانہوں نے جواب میں یہ کہا:

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ ؕ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

چنانچہ جب کعب بن اشرف اور اس کے ساتھیوں نے یہ کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور پیارے ہیں تو اس وقت ربِ کائنات جل وعلا نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے محبوب! آپ ان لوگوں سے فرمادیجئے کہ جو آپ کے وسیلہ جلیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوی کرتے ہیں اور جو آپ کے دامنِ رحمت کو چھوڑ کر پھر بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا پیارا سمجھتے ہیں۔ جو لوگ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کیے بغیر بارگاہِ خداوندی میں پہنچنا چاہتے ہیں، ان کو خبردار کردو کہ اے لوگو! اگر تم خدائے بزرگ و برتر جل وعلا کے محبوب بننا چاہتے ہو، اگر تم بارگاہِ خداوندی میں قرب حاصل کرنا چاہتے ہو، تو پھر میرے مطیع و فرمانبردار ہو جاؤ۔ پھر جب تم میرے تابع فرمان ہو جاؤ گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے پیار فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔ تم دونوں جہان میں فلاحِ عظیم پانے والے ہو جاؤ گے، تمہاری دنیا و آخرت بہتر ہو جائے گی۔ قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ	اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ	کرے گا، اللہ اس کو بہشتوں میں داخل
تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا	فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری رہیں ہمیشہ
وَذٰلِکَ ہُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝	ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے

(پ ۴ ع ۱۳)

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ	اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے
فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ (پ ۲۲ ع ۴)	اس نے بڑی کامیابی پائی

حضراتِ محترم! ان آیاتِ بیّنات سے معلوم ہوا کہ تاجدارِ انبیاء محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع اور فرمانبردار ہی دارین میں بامراد اور کامیاب ہوگا۔ مطیعِ رسول کے لیے ہی دنیا میں عظمت اور آخرت میں جنت ہے۔

مطیعِ رسول جنتی ہے

جنابِ سیدالمرسلین، رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میری ساری امت جنت میں جائے گی، سوائے منکر کے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وہ منکر کون ہے جسے جنت میں داخل نہ کیا جائے گا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں جائے گا، جس نے اطاعت نہ کی، وہ منکر ہے۔ (بخاری، مسلم)

رفاقتِ رسول

حضور تاجدارِ دوجہاں، امامِ مرسلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطیع و فرماں بردار جنت میں جائیں گے اور وہی جنت کے حق دار ہوں گے اور پھر انہیں جنت میں اپنے آقا و مولیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت و رفاقت بھی حاصل ہوگی جو کہ عاشقانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جنت سے زیادہ باعثِ راحت و مسرت ہوگی۔ قرآن مجید فرقانِ حمید میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (پ ۵ - ع ۷)

اور جو اللہ اور اس کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا تو اس کو ان کا ساتھ ملے گا، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء کرام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

اس آیہ مقدسہ کے تحت مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضور تاجدارِ انبیاء حبیبِ کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی جن کا نام حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا، آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتے۔ ان کے چہرے کا رنگ فق تھا اور پریشانی کے آثار نمودار تھے۔ جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اپنے پریشان حال غلام کو دیکھا تو فرمایا "اے ثوبان! تم نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟" صحابیِ رسول نے عرض کی "اے میرے پیارے آقا! میں مریضِ عشق ہوں، اس کے علاوہ مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرا حال یہ ہے کہ میں آپ کی فرقت اور جدائی کو ایک لحہ کے لیے بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ مجھے آپ کے جمالِ جہاں آرا کے بغیر سکون نہیں آتا۔ اب جس وقت بھی میرا جی چاہتا ہے میں آپ کی زیارت کر لیتا ہوں، مگر مجھے جب آخرت کا خیال آتا ہے کہ اگر میری بخشش بھی ہو گئی اور مجھے جنت میں بھی داخل کر دیا گیا تو جنت میں آپ ارفع و اعلیٰ مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور جنت میں بھی غلاموں میں ہوں گا۔ آپ سے میرا ٹھکانا بہت دور ہو گا تو پھر میں آپ کی زیارت کیسے کرسکوں گا۔ بس اس خیال نے میرا یہ حال بنا دیا ہے۔"

چنانچہ جب حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ عرض کی، تو اسی وقت ربِ کریم نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی جس میں یہ اعلان فرمایا گیا کہ حضورِ اکرم شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطیع و فرمانبردار جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔

حضراتِ محترم! سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطیع و فرمانبردار کامیاب و کامران ہیں، انہیں جنت بھی ملے گی اور مالکِ جنت کی رفاقت اور زیارت بھی حاصل ہو گی۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نافرمان اور گستاخ دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہو گا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی میں ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (پ۵ - ع ۱۴)

اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کردیں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

حضرات محترم: ان آیات بینات سے معلوم ہوا کہ خدا اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نافرمان گمراہی کے گڑھے میں ہے۔ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نافرمان اور مخالف جہنم کی وادیوں میں ہے۔ وہ اس جہان میں خاسر و مقہور ہے اور آخرت میں عذاب الیم کا حق دار ہوگا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے کہ خدا اور رسول کے نافرمان روز قیامت اپنی ذلت و رسوائی دیکھ کر کہیں گے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ (پ ۲۲ - ع ۵)

جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے، یوں کہتے ہوں گے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔

ارشاد خداوندی ہے،

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝ (پ ۵ - ع ۳)

اس دن تمنا کریں گے، وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کردی جاتی اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔

حضرات محترم! ارشادات خداوندی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اطاعت رسول کرنے والوں کے لیے دونوں جہان کی عزت و عظمت ہے اور نافرمانوں کے لیے رسوائی اور ذلت ہے مگر اس کے باوجود [illegible] ہی کا نی ہے اور ہم

حدیثِ مصطفیٰ اور اتباعِ سنت کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسے لوگوں کا انکارِ سنت کے ساتھ ساتھ دعویٰ اتباعِ قرآن کی جرأت کیسے ہوتی ہے؟ حالانکہ اتباعِ سنت، قرآن کریم کی بے شمار آیاتِ مبارکہ کی تعمیل ہے۔ اگر سنتِ نبوی کا انکار کیا جائے تو یہ سنت ہی کا انکار نہیں، بلکہ قرآنِ حکیم کی ہی آیتوں کا انکار ہے۔ قرآن پاک تو یہ فرما رہا ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ۔ (پ ۵ - ع ۸)

جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے خدا تعالیٰ کی فرماں برداری کی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی فرمانبرداری کا دعویٰ وہی کر سکتا ہے جو مطیعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نافرمان ہے، وہ خدا تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کا نافرمان ہے۔ جو ان کا اطاعت گزار ہے وہ درحقیقت خداوند قدوس کا فرمانبردار ہے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر

جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور یہ حقیقت ہے کہ زبانِ مصطفیٰ سے جو کچھ ارشاد ہوتا ہے، وہ دراصل فرمانِ خدا ہے۔ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اپنی مرضی اور اپنی خواہش سے تو کچھ فرماتے ہی نہیں ہیں۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ موجود ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى۔ (پ ۲۷ - ع ۵)

اور وہ کوئی بات اپنی مرضی سے نہیں کہتے ان کا ارشاد تو وحی الٰہی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے

سرکار اعلیٰحضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ اس آیہ مقدسہ کا ترجمہ اس شعر میں یوں فرماتے ہیں:

وہ زباں جس کی ہر بات وحیِ خدا

چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

حضرات محترم! ارشادِ مصطفیٰ کی تعمیل کرنا خداوند جل و علا ہی کی فرمانبرداری ہے۔ اسی لیے کائنات کا ذرہ ذرہ حضور تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطیع اور فرمانبردار ہے۔

کرتے ہیں مہر و ماہ اطاعت رسول کی
جاری ہے دو جہاں میں حکومت رسول کی

چاند کا اطاعت کرنا

ایک مرتبہ مشرکین مکہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آتے اور کہنے لگے کہ اگر آپ اللہ کے سچے رسول ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیں۔ آپ نے فرمایا کیا پھر تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے۔ انہوں نے کہا ہاں! اگر آپ چاند کو دو ٹکڑے فرما دیں تو ہم آپ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس رات چاند کی چودہ تاریخ تھی، چاند اپنے پورے شباب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ جونہی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَیْنِ فِرْقَۃٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَ فِرْقَۃٌ دُوْنَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِشْھَدُوْا۔ (بخاری ص ۱۲۱ ج ۲)	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا جس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا پہاڑ کی دوسری جانب تھا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگ گواہ ہو جاؤ۔

سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کی ترجمانی اس طرح کی ہے ؎

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے منکر دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

سورج کا اطاعت کرنا

نمازِ عصر کا وقت گزر رہا تھا کہ جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی جھولی میں محبوب کبریا سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سر انور رکھ کر آرام فرما تھے، آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو

نماز عصر ادا فرمائی تھی اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی نماز ادا کرنا تھی لیکن سورج ڈوبتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ادھر سراجاً منیراً کی شان والے آقا، مدینے کے چاند کی زیارت ہو رہی تھی۔ ایک طرف خدا تعالیٰ کی عبادت تھی اور دوسری طرف نبی کریم کی اطاعت تھی۔ اگر عبادت کریں تو اطاعت جاتی ہے اور اگر اطاعت کریں تو عبادت جاتی ہے۔

لیکن قربان جاؤں اس عاشقِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جس نے اپنے آقا و مولیٰ کے آرام کی خاطر نمازِ عصر جو کہ تاکید والی نماز تھی قضا کر لی۔ جس کے متعلق رب کائنات جل و علا کا ارشادِ گرامی ہے،

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ	نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور درمیانی نماز کی اور کھڑے ہو جاؤ اللہ کے حضور ادب سے

اسی موقع کے لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز

وہ بھی عصر جو سب سے اعلیٰ خطر کی ہے

حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آرام کا خیال کرتے ہوئے آپ کو بیدار نہ کیا اور نماز قضا کر لی۔ اس لیے کہ انہیں معلوم تھا کہ جو نماز محبوب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے آرام میں خلل ڈال کر پڑھی جائے وہ بارگاہِ رب العالمین میں کب قبول کی جاتی ہے۔ ایسی عبادت کیسے لائقِ ثواب ہو سکتی ہے؟

بہر حال حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز قضا کر دی۔ جب سورج غروب ہو گیا، تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

مقامِ غور ہے کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نماز قضا ہوئی تو آپ کے آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آج جو لوگ خود کو محبانِ علی سمجھتے ہیں، انہوں نے تو شاید زندگی میں کبھی نماز پڑھی ہی نہیں ہے۔ ان نام نہاد علی کے ملنگوں کو تو بس یہی کام آتا ہے!

"وگرنی تے پچی، نہ نیتی وقضا کیتی بھگوٹ گھوٹ پی، تیرا ٹھنڈا ہووے ہی"
"نہ کوئی تیرا پٹ، نہ کوئی تیری دھی، تینوں کسے نال کی سعلی حیدر"

حضراتِ محترم! یہ سبئی اور چرسی کیسے علی پاک کے محب ہو سکتے ہیں؟ یہ تو دشمنانِ علی ہیں کہ پلید منہ سے علی پاک کا نام لیتے ہیں۔

حضراتِ محترم! جناب تاجدارِ ہل اتی کی نمازِ عصر قضا ہوئی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ تاجدارِ دوجہاں سید المرسلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چشمِ نبوت کھولی اور فرمایا: اے علی! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کی آقا! میری نماز قضا ہو گئی ہے۔ چنانچہ مختارِ کل ختمِ رسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ید اللہ والے گورے گورے ہاتھوں کو بارگاہِ خداوندی میں دراز کیا اور دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ فِیْ طَاعَتِكَ وَ	اے اللہ علی تیری اور تیرے رسول کی
طَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ	اطاعت میں تھا، تو اس پر سورج
الشَّمْسَ (خصائص کبریٰ ص ۸۲ ج ۲)	کو واپس کر دے۔

چنانچہ سورج واپس ہو گیا اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے نمازِ عصر ادا فرمائی اس کے بعد دوبارہ سورج غروب ہو گیا۔

حضراتِ محترم! سورج بھی اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرتا ہوا واپس عصر کے مقام پر آگیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی، ماہ کا کلیجہ چر گیا

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

تو نے ذرّوں کو دیکھا تو زر کر دیا ۔ تو نے قطروں کو دیکھا گوہر کر دیا
تو نے حبشی کو رشکِ قمر کر دیا ۔ الٹا سورج پھرانا تیرا کام ہے

بادلوں کا اطاعت کرنا

حضور تاجدار مدینہ خطیب الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف میں جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے ارشاداتِ عالیہ بھی سن رہے تھے اور آپ کے جمال جہاں آرا سے بھی مستفیض ہو رہے تھے، چنانچہ دورانِ خطبہ سامعین میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور ادب سے عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مدینہ شریف میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے

هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ مال برباد ہو گیا، بچے بھوکے ہو گئے۔ آپ

فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا (بخاری، مشکوٰۃ ص۵۳۶) ہمارے لیے اللہ سے دُعا فرمائیں

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بارش نہیں ہوتی خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑ گیا ہے۔ آپ بارگاہِ خداوندی میں دُعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بارانِ رحمت کا نزول فرمائے۔

حضراتِ محترم! اب ان لوگوں کو سوچنا چاہیے جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں جو بھی دکھ تکلیف ہو۔ ہمیں صرف اور صرف خدا تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں عرض کرنا چاہیے وہ ہماری شہ رگ سے بھی نزدیک ہے کسی دربار مزار اور آستانے پر جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کسی محبوب خدا مقبولِ بارگاہ کے پاس جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ تو اس حدیثِ پاک پر غور فرمایئے کہ صحابی رسول خدا کے گھر میں کھڑا ہو کر خدا تعالیٰ سے نہیں، محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے مانگ رہا ہے۔ اب لگاؤ اس پر کیا فتویٰ لگاتے ہو۔

حضراتِ محترم! صحابی رسول کا عقیدہ تھا کہ خدا تے بزرگ وبرتر ہماری شہ رگ اور جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ اپنے بندوں کی فریاد کو سنتا ہے وہ دعائیں قبول فرماتا ہے مگر اپنے محبوبِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کو جلدی شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔ یہی عقیدہ اہل سنت وجماعت کا ہے کہ خدا تعالیٰ سب کی سنتا ہے مگر اپنے محبوب اور مقبول بندوں کی دُعا کو جلدی شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔ اسی لیے ہم اولیاء اللہ کی خدمت

میں حاضر ہوتے ہیں۔ بزرگانِ دین کے مزارات کی حاضری دیتے ہیں۔ جنابِ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں۔ سرکارِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بے ان کے واسطے جو خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

حضراتِ گرامی! سائل نے بارش کا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں کیا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی اللہ کریم کے گھر میں کھڑے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے خود دعا مانگ لو۔ میں بھی تمہارے جیسا ہوں۔ وہ جیسے میری سنتا ہے، ویسے ہی تمہاری بھی سنتا ہے۔ نہیں نہیں، بلکہ حاجت روا نبی مشکل کشا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی وقت دربارِ خداوندی میں اپنے رحمت والے ہاتھوں کو پھیلایا اور دعا مانگی۔ سرکارِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا

بڑھی ناز سے جب دعائے محمد

اجابت کا سہرا، عنایت کا جوڑا

دلہن بن کے نکلی دعائے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

جناب سید المرسلین ختم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگی، تو اسی وقت بادل آئے اور برسنا شروع ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا وَضَعَهَا حَتّٰی ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِہٖ حَتّٰی رَاَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ۔ (مشکوٰۃ)

تو ربِ کائنات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ حضور نے ابھی ہاتھ نیچے نہ کیے تھے کہ بادل پہاڑوں کی طرح اٹھے پھر آپ ابھی منبر سے بھی نہ اترے تھے کہ میں نے آپ [illegible] کی ریش مبارک سے قطرے ٹپکتے دیکھے۔

سبحان اللہ! دعائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ اثر ہوا کہ آپ نے ابھی دعا فرما کر ہاتھوں کو نیچا بھی نہ کیا تھا کہ بارش شروع ہو گئی۔ سرکار اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ بارگاہِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں ؎

جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل بھر دیئے

صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

اور پھر دربار کریمی میں یوں ملتجی ہیں ؎

اَنَا فِی عَطَشٍ وَّسَخَاکَ اَتَمّ۔ اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم

برسن ہارے رم جھم رم جھم۔ دو بوند ادھر بھی گرا جانا

حضرات محترم! جنابِ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارگاہِ لایزال میں ہاتھ پھیلاتے ہی بارش شروع ہو گئی۔ مدینہ پاک کی کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو گئیں، قحط ختم ہو گیا۔ جمعہ شریف کے دن بارش ہوئی، ہفتہ کے دن بھی بارش ہوئی، اتوار کے دن بھی بارش ہوتی رہی، حتیٰ کہ اسی طرح دوسرا جمعہ آ گیا اور بارش تواتر سے ہو رہی ہے گویا بادلوں کو حکم ہو چکا تھا کہ جس دعا سے تم نے برسنا شروع کیا تھا، جب تک وہ آقا تمہیں رکنے کا حکم نہ دیں، تم برستے ہی رہنا۔

حضرات! جب دوسرا جمعہ شریف آیا تو سرکار خطبہ کے لیے منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ پچھلے جمعہ والا سائل یا کوئی صحابی اٹھے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! مسلسل بارش ہونے کی وجہ سے اب تو ہمارے مکان بھی گرنا شروع ہو گئے ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ بارش رک جائے۔ چنانچہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دعا فرمائی، اے اللہ کریم! مدینے کے آس پاس بارش نہ برسا۔ پھر اپنی انگلی مبارک سے بادلوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ تو آپ جس طرف اشارہ فرماتے، بادل پھٹتا جاتا، حتیٰ کہ بارش بالکل رک گئی اور اسی وقت دھوپ نکل آئی۔ شاعر کہتا ہے ؎

کرتے ہیں مہر و ماہ اطاعت رسول کی
جاری ہے دو جہاں میں حکومت رسول کی

درخت کا اطاعت کرنا

حضور تاجدار انبیاء، شہنشاہ ہر دو سرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور ایک اعرابی حاضر ہوا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اس کے بعد عرض کرنے لگا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ مجھے کوئی معجزہ دکھائیں تاکہ میرا یقین اور پختہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا تو کیا دیکھنا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ وہ جو سامنے ایک درخت نظر آ رہا ہے، وہ چل کر آپ کے پاس آ جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، پھر جا تو ہی اس درخت سے کہہ کہ تجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاتے ہیں۔ اعرابی اسی وقت اس درخت کے پاس گیا اور اسے کہا کہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاتے ہیں۔ اعرابی کا یہ کہنا ہی تھا کہ درخت نے دائیں بائیں آگے پیچھے جھک کر اپنی جڑوں کو زمین سے جدا کیا اور پھر چل کر سلطانِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا اور سلام عرض کرنے لگا۔

فَقَالَتْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ پس درخت نے عرض کیا السلام علیک
فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ حَسْبِيْ حَسْبِيْ ۔ یا رسول اللہ، تو اعرابی نے کہا بس مجھے کافی ہے، مجھے کافی ہے۔
(خصائص کبریٰ صفحہ ۳۵ ج ۲)

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس درخت سے فرمایا اِرْجِعِیْ جا واپس چلا جا۔ فَرَجَعَتْ پس وہ چلا گیا اور اپنے مقام پر پہنچ کر دوبارہ کھڑا ہو گیا۔ اس اعرابی نے جب درخت کو آپ کی اطاعت بجالاتے دیکھا تو عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے سرِ انور اور قدمِ مبارک کا بوسہ لے لوں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ تو اس اعرابی نے جو کہ آپ کا صحابی بن چکا تھا، آپ کے سرِ انور کو چوما اور قدم مبارک کا بھی بوسہ لیا۔

حضرات محترم! اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ درخت بھی حضور تاجدار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرتے ہیں اور السلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے ہیں۔

حضراتِ گرامی! صلوٰۃ وسلام پڑھنا اطاعت گزاروں اور اہلِ محبت کا کام ہے۔ اب جو لوگ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام نہیں پڑھتے، وہ کیسے مطیعِ رسول ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟

حضراتِ محترم! اس حدیث پاک میں غور فرمایئے کہ جب اس صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے قدم مبارک کو چوما، تو اس اعرابی کا سر بھی جھکا ہوگا، کتنا جھکا ہوگا اس کا اندازہ کرنے کے لیے کسی مقبول بارگاہ کی قدم بوسی کر کے دیکھو کہ سر کتنا جھکتا ہے۔ آج ہم جب بزرگانِ دین کی قدم بوسی کرتے ہیں، تو کچھ لوگ اسے سجدہ سمجھ لیتے ہیں۔ ہم اولیاء اللہ کے مزاراتِ مقدسہ کا بوسہ لیتے ہیں۔ ہم جب سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جالی پاک کو چومنے کے لیے جھکتے ہیں، تو شرک کے فتووں کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے۔ اگر قدم بوسی کے لیے جھکنا شرک ہے، تو لگاؤ کیا فتویٰ لگاتے ہو، صحابیِ رسول پر۔ جس کو قدم بوسی کے لیے جھکنے کی اجازت خود مالکِ شریعت سرورِ کائنات نے دی۔ یاد رکھو سجدہ اور ہے، قدم بوسی اور ہے۔

حضراتِ محترم! نہ صرف درخت ہی حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں بلکہ پتھر بھی آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔

جبلِ اُحد

حضراتِ محترم! مدینہ شریف کے نواح میں ایک پہاڑ ہے، جس کا نام جبلِ اُحد ہے۔ ایک مرتبہ حضور تاجدارِ انبیاء حبیبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم اور حضرت عثمانِ غنی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے جونہی جبلِ احد پر قدم رکھا تو پہاڑ نے ہلنا شروع کر دیا۔ عشاق کہتے ہیں کہ جبلِ احد محبوبِ کبریا، امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی آمد کی خوشی میں جھومنے لگا۔ اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد

پاک ہے کہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ بہرحال جب پہاڑ نے خوشی میں جنبش کی۔ تو سلطانِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قدم مبارک سے پہاڑ کو ٹھوکر لگائی اور فرمایا،

فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِیٌّ وَصِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدَانِ۔ (بخاری شریف صفحہ ۱۱۵ ج ۱)

پس فرمایا اے احد ٹھہر جا (کیا تجھے معلوم نہیں) تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں

آپ نے جونہی پہاڑ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا، تو وہ اسی وقت ٹھہر گیا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

ایک ہی ٹھوکر میں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ پتھر بھی آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ دوسرا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخبرِ صادق نے صدیق فرمایا۔ اب جو ان کی صداقت میں شک کرے، وہ مسلمان کیسے رہ سکتا ہے؟ پھر جناب سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ان کی زندگی ہی میں بتا دیا کہ یہ شہید ہیں۔ اب جو سلطانِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب داں نہ جانے، وہ مومن کہلانے کا حقدار کیسے ہو سکتا ہے؟

اُونٹ کا اطاعت کرنا

مدینہ پاک کا ایک انصاری دربارِ رسول میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا ایک اونٹ ہے جو بے قابو ہو گیا ہے۔ اب ہم میں سے کسی کو بھی یہ ہمت نہیں کہ اس کے ناک میں نکیل ڈال سکے۔ آپ نے جب اس انصاری کی بات سُنی تو آپ اس کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ جب دروازہ کھولا گیا،

فَلَمَّا رَاٰهُ الْجَمَلُ جَاءَ اِلَيْهِ فَسَجَدَ لَهٗ۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۵۸)

تو جب اس اونٹ نے آپ کو دیکھا تو وہ آپ کے پاس آیا اور آپ کو سجدہ کیا۔

آپ نے اسے سر سے پکڑا اور نکیل ڈال دی۔

حضرات محترم! ان واقعات سے معلوم ہوا کہ کائنات عالم کی ہر شے حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مطیع و فرمانبردار ہے۔ آیئے ہم بھی اس پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں جن کی اطاعت کرنا جانِ ایمان اور روحِ اسلام ہے اور غلامانِ مصطفےٰ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اطاعتِ رسول کا طریقہ سیکھیں جنہوں نے اپنا سب کچھ غلامئ رسول کے حصول کی خاطر قربان کر دیا تھا۔

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابئ رسول تھے۔ جب ان کی شادی ہوئی اور جس رات دلہن کو گھر لائے۔ اسی رات جنگِ احد کے لیے حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منادی کروائی کہ مشرکینِ مکہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے چلو۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلانِ رسول سنا تو اسی وقت اپنی بیوی سے جدا ہو کر میدانِ جہاد کی طرف چلنے کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ جب حضرت حنظلہ پہلی ہی رات اپنی بیوی کو چھوڑ کر جانے لگے تو بیوی نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور روتے ہوتے عرض کیا کہ میں نے آپ کی خاطر اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو چھوڑا۔ سہیلیوں کے پیار کو چھوڑا اور آپ اب مجھے چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ تو آپ نے فرمایا اے بیوی! مجھے میدان جہاد میں جانے سے مت روکو۔ یہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس پر ساری دنیا قربان کی جائے، تو بھی کم ہے۔ ایک پنجابی شاعر لکھتا ہے ؎

جے لکھ حوراں مینوں جنت وچ آ دین وکھالا

میں تے اوسے پاسے جاساں جدھر کملی والا

بہر حال حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حالت میں وہاں سے چل پڑے اور لشکرِ اسلام میں شامل ہو گئے اور میدانِ جہاد میں پہنچ کر لڑے کئی کافروں کو فی النار کرنے کے بعد شہید ہو گئے۔ جب جنگ ختم ہوئی تو شہداء کی لاشوں کو جمع کیا گیا تو حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش

نہ ملی۔ پھر جب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھا کہ نوری فرشتے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دے رہے ہیں۔ اسی دن سے آپ کا لقب غسیل الملائکہ مشہور ہوگیا۔ (مدارج النبوت۔ مواہب لدنیہ صفحہ ۹۴ ج ۱)

سونے کی انگوٹھی

ہادیٔ دو عالم سیّد کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے ایک صحابی کو سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے یہ کہتے ہوئے اس کی انگلی سے اتار پھینکی کہ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ میں آگ کی چنگاری لے۔ اس کے بعد آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔ لوگوں نے اس صحابی سے کہا کہ تم اپنی انگوٹھی اٹھالو اور اسے فروخت کر کے اپنے تصرف میں لاؤ۔ انہوں نے جواب دیا،

قَالَ وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَدًا وَقَدْ	کہا خدا کی قسم میں اسے کبھی بھی نہ اٹھاؤں گا
طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى	جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۴)	اسے پھینک دیا ہے۔

حضرات محترم! مرد کے لیے سونا پہننا حرام تھا اس لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کی انگلی سے سونے کی انگوٹھی اتار پھینکی اور پھر عاشق رسول کا عقیدہ دیکھو کہ لوگوں کے کہنے کے باوجود اس نے اپنی سونے کی انگوٹھی زمین سے نہ اٹھائی۔ صرف اس لیے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھینک دیا تھا۔ آج ہمارے نوجوان آقا تے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور سونے کی انگوٹھیاں بھی پہنے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ کرام والا جذبۂ اطاعت عطا فرمائے۔ (آمین)

گلابی لباس

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ گلابی رنگ کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ وہ فرماتے ہیں جب میرے آقا و مولا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس میں دیکھا تو فرمایا مَا هٰذَا

یہ کیا ہے؛ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا تھا کہ وہ سمجھ گئے کہ میرا یہ لباس آپ کو پسند نہیں وہ فوراً گھر گئے اور اس گلابی رنگ والے لباس کو اتار کر جلا دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا،

مَاصَنَعْتَ بِثَوْبِكَ قُلْتُ أَحْرَقْتُهُ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۶)

کہ تم نے اپنے کپڑے کا کیا کیا۔ میں نے عرض کیا، میں نے اُسے جلا دیا۔

مقامِ غور ہے کہ صحابیٔ رسول کے اس جذبۂ اطاعت پر کہ انہوں نے وہ لباس جو ان کے آقا و مولیٰ کو ناپسند تھا، اپنے گھر میں رکھنا بھی پسند نہ کیا اور اسے جلا دیا۔ آج ہم بھی اپنی حالت دیکھیں کہ جان بوجھ کر مردوں نے عورتوں کا لباس پہننا شروع کر دیا ہے اور عورتوں نے مردانہ لباس زیبِ تن کرنا شروع کر رکھا ہے۔ اب مرد اور عورت کی پہچان کرنا بھی کارے دارد ہے اور لڑکے لڑکی کی تمیز کرنا بھی مشکل ہو گئی ہے۔ ابوداؤد شریف میں حدیث پاک موجود ہے؛

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ الرَّجُلَ۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۱۰ ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں کا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مرد کا لباس پہنتی ہے۔

حضراتِ محترم! آج کل یہ دیکھنے میں آ رہا ہے کہ؛

بڑی بڑی عمر رسیدہ عورتیں بھی فیشن نہیں چھوڑتیں۔ ساٹھ ساٹھ سال کے بوڑھے بھی اپنے چہرے کو سنتِ مصطفےٰ سے سجانے کی بجائے روزانہ داڑھی منڈوانے کے عادی ہیں۔ کسی پنجابی شاعر نے اس کی کیفیت یوں بیان کی ہے ؎

منائی داڑھی سٹھ سالاں دے بڈھڑے

گلاں جاپن پیالے دا اگوں چوبارے

افسوس ہا آج ہم نے اپنے آقا دمولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتِ پاک کو چھوڑ کر غیروں کی غلامی کی زنجیریں کو اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اس پیارے کی اطاعت کو چھوڑ دیا جس نے ہمارے لیے غاروں میں رو رو کر دعائیں فرمائیں۔

آج ہندو اپنی واسکٹ اور دھوتی سے پہچانا جاسکتا ہے۔ سکھ اپنی لمبی لمبی داڑھی اور مونچھوں اور پگڑی سے پہچانا جاتا ہے۔ عیسائی اپنی پتلون اور ٹائی سے پہچانا جاتا ہے۔ اے غافل مسلمانو! آج تمہاری پہچان ختم ہوگئی ہے نہ مرد کے چہرے پر داڑھی نہ سر پہ عمامہ ہے اور نہ ہی عورتوں کے سروں پر دوپٹہ ہے۔ نہ ہی صورت ہے نہ سیرت ہے۔ سوچو روزِ قیامت کو نسا منہ لے کر اپنے آقا کے سامنے پیش ہوگے ؎

اس دن بدیاٹ جاتے گی سب مغروری تیری
جس دن پاک نبی فرمایا یہ نہیں امت میری

آیئے آج ہم اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کر کے اپنے آقا و مولیٰ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطیع اور فرمانبردار ہونے کا عہد کریں، اس لیے کہ

اطاعتِ رسول ہی بندے کو رب کا محبوب بنا سکتی ہے
اطاعتِ رسول ہی جانِ ایمان اور روحِ اسلام ہے
اطاعتِ رسول ہی انسانیت کی معراج ہے
اطاعتِ رسول ہی کلید جنت ہے
اطاعتِ رسول ہی فلاحِ دارین حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔
اطاعتِ رسول ہی پروانہ نجات ہے۔

اللہ کریم کی بارگاہِ اقدس میں دعا ہے کہ ہمیں اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

حاضر و ناظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ہ وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ہ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ اَبَدًا اَبَدًا ہ اَمَّا بَعْدُ ہ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ہ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ ہ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ہ

اُٹھا دو پردہ، دکھا دو جلوہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

انہیں کی بُو مایۂ سمن ہے، انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر، نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آ کر مرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے

خدائے قہار ہے غضب پر، کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آ کر شفیعِ محشر، تمہارا بندہ عذاب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ، لئیمِ بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا، رضا بھی کوئی حساب میں ہے

معزز سامعین کرام! میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید میں سے ایک آیہ مقدسہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ نے ہمارے آقا ومولیٰ، والیٔ دوجہاں، دستگیر بے کساں، سید مرسلاں، باعثِ ایجادِ عالم، فخرِ آدم وبنی آدم۔ امام الانبیاء، حبیبِ کبریاء، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مراتبِ جلیلہ اوصافِ جمیلہ کا ذکر فرمایا۔ ارشادِ ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر۔

(پ ۲۲۔ احزاب ۴۵)

حضراتِ محترم! اس آیۂ مقدسہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب فرمایا، يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی۔ اللہ رب العالمین جب بھی کسی نبی علیہ السلام سے خطاب فرمایا تو ان کا نام لے کر پکارا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ جب خالقِ کائنات نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پکارا تو فرمایا:

يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ (پ ۱۔ البقرہ آیت ۳۲)

سیدنا نوح علیہ السلام سے یوں خطاب فرمایا:

يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا (پ ۱۲۔ سورۂ ھود۔ آیت ۴۷)

جناب سیدنا زکریا علیہ السلام سے فرمایا:

يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ (پ ۱۶۔ مریم۔ آیت ۶)

حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام سے فرمایا:

يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ۔ (پ۔ آیت ۱۲)

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

يَا دَاوُودُ إِنَّا [illegible] (۲۶)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا:

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (پ ۲۳ - الصّٰفّٰت - آیت ۱۰۵)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

يٰمُوْسٰٓى اِنِّىْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۲۰ قصص آیت ۳۰)

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ - (پ ۳ - آل عمران آیت ۵۵)

حضرات محترم تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے خطاب کیا تو ان کا نام لے کر پکارا۔ مگر ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب بھی پکارا، القابات سے ہی پکارا۔ ارشاد ربانی ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (پ ۲۹ - المزمل آیت ۲)

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ (پ ۲۹ - المدثر - آیت ۲)

يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (پ ۲۲ - یٰسین - آیت ۲)

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (پ ۶ المائدہ ۶۷)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (پ ۲۲ - احزاب - آیت ۴۶)

حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب بھی پکارا القابات سے پکارا۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

اسم احمد کی تعظیم کے منکرو، ان کی عظمت کو قرآن میں دیکھ لو

بے لقب ان کا نام مبارک کہیں، ان کے معبود نے بھی پکارا نہیں

حضراتِ محترم! ہم اہلِ سنت جب بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو پکارتے ہیں تو یا نبی اللہ کہتے ہیں، یا رسول اللہ کہتے ہیں، یا حبیب اللہ کہتے ہیں، اس لیے کہ اللہ رب العالمین نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (پ ۱۸- النور آیت ۶۳)

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو، جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے میرے نبی کے امتیو! اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلامو! تم میرے نبی کو ایسے مت پکارنا جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر بلا لیتے ہو، بلکہ تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو القابات سے پکارنا۔ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ کہہ کر پکارنا۔

سامعین کرام! الحمد للہ اہلِ سنت وجماعت کا طریقہ عین ارشادِ خداوندی کے مطابق ہے۔ ہم حضورِ پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یا رسول اللہ یا حبیب اللہ، یا نبی اللہ کہہ کر پکارتے ہیں۔

جہاں میں کون ہے حامی ہمارا یا رسول اللہ
پکارا آپ کو جب بھی پکارا یا رسول اللہ
جدوں پچھن گے آکے دو فرشتے قبر وچہ مینوں
سناواں گا دُرُوداں دا ترانہ یا رسول اللہ

حضراتِ محترم! محبانِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہچان بھی یہی ہے کہ وہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کہنے والے ہیں۔ ان کے گھروں میں جاؤ تو وہاں بھی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم لکھا ہوا ملے گا۔ ان کی مسجدوں میں جاؤ تو وہاں

بھی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا نظر آئے گا۔ دشمنانِ رسول کی پہچان یہ ہے کہ نہ ہی وہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں اور نہ ہی وہ اپنی مسجدوں میں لکھتے ہیں۔

مٹائے مٹ نہیں سکتا

ایک مرتبہ ایک عاشقِ رسول کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہوا۔ جب اس نے مسجد کے محراب کو دیکھا تو وہاں صرف یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ ہی لکھا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کے اسمِ پاک کے ساتھ رسولِ معظم نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی نہیں لکھا ہوا۔ چنانچہ اس عاشقِ باصفا نے بازار سے قلم دوات خریدی اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ مسجد کی دیوار پر یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھ دیا۔

سامعین کرام! وہ مسجد تو ان لوگوں نے تعمیر کی تھی جو یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے والے کو مشرک اور بدعتی سمجھتے تھے۔ اب جو انہوں نے مسجد کی دیوار پر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا دیکھا، تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ کس نے لکھا ہے؟ ادھر ان کے مولوی صاحب بھی آگئے اور کہنے لگے بھائیو دوستو! کیا ماجرا ہے اور کیا باتیں کر رہے ہو؟ نمازیوں نے عرض کیا مولوی جی تمہاری مسجد میں کسی شخص نے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھ دیا ہے۔

مولوی جی کہنے لگے بھائیو پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ مسجد کی دیوار پر سفیدی پھیر دو تاکہ جو یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا ہے وہ مٹ جائے۔ چنانچہ نامِ رسول کو مٹانے کے لیے دیوار پر سفیدی کر دی گئی۔ جب سفیدی خشک ہوئی تو اسمِ محبوبِ کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اب بھی نظر آرہا تھا۔ نمازیوں نے عرض کیا مولوی جی! دیوار پر سفیدی کرنے کے بعد بھی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا نظر آرہا ہے۔ مولوی جی نے کہا پھر ایسا کرو کسی مستری کو بلاؤ جو اسمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

تو دیوار سے کھود کر نکال دے۔ چنانچہ مستری صاحب کو بلایا گیا اور کہا دیکھو بھئی یہ جو ہماری مسجد
کی دیوار پر یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے اسے کھود کر دیوار سے نکال دو مستری صاحب
نے اسے کھود کر نکال دیا۔ اب جو نمازیوں نے دیکھا تو کہا مولوی جی پہلے تو دیوار کے اوپر سیاہی سے
یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا ہوا تھا جو کچھ عرصہ کے بعد مٹ سکتا تھا اب تو دیوار کے اندر
لکھا گیا ہے جو کبھی بھی نہیں مٹے گا۔ مولوی صاحب نے کہا اچھا میاں ایسا کرو کہ اس میں سیمنٹ بھر دو۔
چنانچہ جب سیمنٹ بھر دیا گیا تو دیوار اینٹوں کی تھی اب بھی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
پڑھا جا رہا تھا۔ اس لیے کہ جس کے ذکر کو خداوند قدوس بلند فرماتے، اس کو کون مٹا سکتا ہے؟
سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ اسی لیے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کرتے ہیں ؎

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

حضرات محترم! میں عرض کر رہا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اے نبی!
نبی کا معنی ہے غیب کی خبریں دینے والا۔ حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ
نے علم غیب عطا فرمایا۔ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!

سر عرش پر ہے تیری گزر، دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شئی نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

مالک کون و مکاں نبی غیب داں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ شَیْئٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُهٗ اِلَّا قَدْ رَاَیْتُهٗ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا حَتّٰی الْجَنَّةَ وَالنَّارَ۔ (بخاری شریف ص ۱۸ ج ۱)

کوئی چیز ایسی نہیں جو ہونے والی ہو، مگر میں نے اس کو اس مقام پر دیکھ نہ لیا ہو۔ یہاں تک کہ جنت و دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے غیب کی خبریں دینے والے نبی اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا
ہم نے تمہیں حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔

حضرات محترم! کچھ لوگ حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا انکار کرتے ہیں اور اپنے انکار کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں یہ صفت تسلیم کی جائے تو یہ شرک ہوگا۔

تو سماعت فرمایئے مسئلہ سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات میں سے یہ بھی اس کی صفت ہے کہ وہ سمیع و بصیر ہے۔ قرآن کریم میں ہے؛

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (پ ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۱)   بیشک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے

اور یہی صفت اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائی سنیئے قرآن کریم!

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔   ہم نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا۔

اب ان لوگوں کے قاعدے کے مطابق جو صفت اللہ تعالیٰ کی ہو، اگر وہ بندے میں تسلیم کی جائے تو انسان مشرک ہو جاتا ہے۔ اب جو بھی انسان کو سمیع و بصیر کہے گا، وہ مشرک ہو جائے گا۔ اس اصول کے مطابق دنیائے عالم میں کوئی مسلمان رہ ہی نہیں سکتا۔

تو سنیئے اللہ تبارک وتعالیٰ سمیع و بصیر ہے اور انسان بھی سمیع و بصیر ہے۔ مگر خدا تعالیٰ سمیع و بصیر ہونے میں کسی کا محتاج نہیں۔ اس کی یہ صفت ذاتی ہے۔ بندہ سمیع و بصیر ہونے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا محتاج ہے اور اس کی یہ صفت عطائی ہے۔ خالق دو جہاں خود سمیع و بصیر ہے اور اس نے بندے کو بھی سمیع و بصیر بنایا ہے۔ اسی طرح وہ خود ہر جگہ موجود ہے اور اس نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاضر و ناظر بنا کر فرمایا، اے نبی!! اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا۔ ہم نے تمہیں حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے۔ یہی عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا
بنا ہر ہے طیبہ ٹھکانا تمہارا

لفظ شاہدًا کے ماتحت صاحب تفسیر جلالین لکھتے ہیں:

(اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا، (ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا،
عَلٰی مَنْ اُرْسِلْتَ اِلَیْهِمْ ان سب پر جن کی طرف آپ کو رسول بنا کر
(الصاوی علی الجلالین ص ۲۳۳) بھیجا گیا ہے۔

اس تفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ حضور شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان سب کے لیے حاضر و ناظر ہیں جن کے لیے آپ رسول بن کر تشریف لاتے ہیں اور یہ بات مسلّمہ ہے کہ آپ پوری کائنات کے لیے رسول بن کر تشریف لاتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اے لوگو! بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے
اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔ (پ ۹۔ ع ۹) تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔

اور حدیث پاک میں فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا
کَافَّةً گیا ہوں۔

ارشادِ قرآن اور فرمانِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہو گیا کہ آپ ساری کائنات کے لیے رسول ہیں اور جس جس کے لیے آپ رسول ہیں، اس کے لیے آپ شاہد ہیں جیسا کہ شَاهِدًا کی تفسیر کرتے ہوئے صاحبِ جلالین نے لکھا ہے۔

جانِ کائنات

حضرات محترم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد پاک ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ نبی مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ
مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (پ ۲۱ ع ۱۷) ان کے قریب ہے۔

سامعین کرام! اس آیہ مقدسہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ نبی مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ... جو حاضر و ناظر ہو۔

اَوْلیٰ کے معنی زیادہ مالک ہونے کے بھی ہیں یعنی تمہارا اپنا بھی اپنی جان پر اتنا حق نہیں جتنا کہ محبوب کبریا شہِ سردوسرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حق تمہاری جانوں پر ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس تو جانِ جہان ہے۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں فرماتے ہیں ؎

اس صورت نوں میں جان آکھاں جانان کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں جس شان توں شاناں سب بنیاں

شیخ المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے "مدارج النبوت" جلد اول باب سوم میں اَوْلیٰ کے معنی بیان فرماتے ہیں "نزدیک تر"

یہی معنی مولوی قاسم نانوتوی اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۱۰ پر بیان کرتا ہے کہ اَوْلیٰ بمعنی اقرب ہے۔

حضرات گرامی! ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہماری جانوں سے بھی ہمارے نزدیک ہیں۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

تن زجان و جاں زتن مستور نیست!
لیک کس را دید جاں دستور نیست!

تن جان سے دور نہیں، جان تن سے پوشیدہ نہیں، مگر یہ دستور نہیں کہ کوئی جان کو دیکھ سکے۔

حضراتِ محترم! جان جسم میں ہوتے ہوئے بھی نظر نہیں آتی تو حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تو جان کی بھی جان ہیں۔ جسم کی حرکت جان کے موجود ہونے کی دلیل ہے اور جہان کا قائم رہنا جانِ جہاں سرورِ دوجہاں حضور آقائے نامدار سرکار حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی دلیل ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ اس کی یوں ترجمانی فرماتے ہیں ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

قرآن کریم میں اللہ رب العزت جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے

وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ	جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (پ ۲۶ ع ۱۴)	تم میں تشریف فرما ہیں

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد پاک ہے،

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً	اور ہم نے اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (پ ۱۷ ع ۷)	تمہیں دونوں جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حضور آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اور عالمین میں ماسوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کل کائنات کا ذرہ ذرہ، قطرہ قطرہ شامل ہے، تو اب معلوم ہوا کہ حضور ساری کائنات کے لیے رحمت ہیں اور تمام مخلوقِ خدا آپ کی رحمت کی حاجت مند ہے۔

سامعین کرام! رحم کرنے والے کے لیے لازم ہے کہ وہ زندہ ہو، کیونکہ مُردہ کسی پر رحم نہیں کرسکتا، وہ تو خود رحم کا طالب اور مستحق ہے۔ لہٰذا اگر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندہ نہ ہوں تو رحمۃ للعالمین نہیں ہوسکتے۔ جب قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں، تو اب تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ زندہ ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ رحم کرنے والے کیلئے صرف زندہ ہونا ہی کافی نہیں، بلکہ اسے مرحوم کے حالات سے واقف ہونا بھی ضروری ہے تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں تو اب تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ تمام عالمین اور جمیع کائنات کے حالات سے باخبر ہیں۔
سرکارِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بندہ مِٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے

بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

تیسری بات یہ بھی ضروری ہے کہ رحم کرنے والے کے پاس اختیارات بھی ہوں۔
چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت واختیار سے بھی کام نہیں چلتا بلکہ کسی پر رحم کرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو۔

سامعین کرام! جب فرمانِ ربانی سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، تو اب — یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ زندہ بھی ہیں اور عالم ما کان وما یکون بھی۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اختیاراتِ عالیہ مطلقہ کے ساتھ مالکِ کل بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ سرکارِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

خالقِ کل نے آپ کو مالکِ کل بنا دیا!
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ واختیار میں

آپ پوری کائنات کے مالک بھی ہیں اور حاضر وناظر بھی اور جمیع کائنات کو ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو میں دیکھتا ہوں، وہ تم نہیں دیکھ سکتے۔

(ترمذی شریف، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۴۲)

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ۔	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

جنابِ شہنشاہِ دو عالم فخرِ آدم بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ پوری کائنات میں خداوند قدوس کے سوا کوئی معبود نہیں" تو آپ کی یہ گواہی سنی ہوئی نہیں ہے" بلکہ دیکھی ہوئی ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ کل کائنات آپ کے پیشِ نظر ہے۔

جنگِ موتہ

جنگِ موتہ شام میں لڑی جا رہی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے اور اس کے تمام حالات صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سنا رہے تھے کہ جو بھی جھنڈا اٹھاتا اور جس طرح شہید ہو جاتا۔ آپ یہ تفصیل بتا رہے تھے کہ آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور پھر اچانک آپ کے لب مبارک پر مسکراہٹ آگئی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے تبسم فرمانے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا، میں اپنے دوستوں کے قتل سے غمگین ہو رہا تھا اور اب انہیں جنت میں ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھا ہوا دیکھ کر خوش ہوا ہوں (خصائص کبریٰ ص ۲۶۰ ج ۱)

حضرات محترم: جناب سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہیں، اسی لیے ہر نمازی اپنی نماز میں اَلتَّحِیَّاتُ پڑھتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس طرح سلام کہتا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ — سلام ہو تم پر اے نبی!

عَلَیْکَ میں جو ضمیر ہے وہ حاضر کے لیے ہوتی ہے گویا ہر نمازی کے لیے ضروری ہے کہ وہ جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر مانے۔

احیاء العلوم جلد اول، باب چہارم، فصل سوم میں نماز کی باطنی شرطوں کے بارے میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اپنے دل میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو حاضر و ناظر جانو اور کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ۔

شیخ المحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں:

پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود و حاضر است۔ پس مصلی را باید کہ ازیں شہود غافل نہ بود تا بانوار قرب و اسرار معرفت متنور و فائز گردد۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص ۳۱۴)	پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضر ہیں۔ پس نمازی اس سے باخبر اور آگاہ رہے تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے فیضیاب ہو۔

حضرت شیخ محقق قدس سرہٗ کی اس تحقیق و تصریح سے یہ ثابت ہوا کہ عارفوں کے نزدیک

حقیقتِ محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر فرد میں موجود ہے - اسی لیے حضور سیدالمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیُسَلِّمْ عَلَی النَّبِیِّ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) ثُمَّ لِیَقُلْ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ - (ابوداؤد ج ۱ ص ۶۶)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کہے۔ پھر چاہیے کہے: اے اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت کے دروازے کشادہ فرما دے۔

دوسری حدیث میں ہے :

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ اِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ - (شفا شریف ج ۲ ص ۵۲)

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں اے ہمارے نبی آپ پر سلام ہو۔

حضراتِ محترم ! فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور عملِ صحابی سے معلوم ہوا کہ دنیا کی تمام مسجدوں میں داخل ہوتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہنا چاہیے۔

اب اگر کوئی سوال کرے کہ یہ سلام تو صرف مسجدوں میں ہی پڑھنا چاہیے تو میں عرض کرتا ہوں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا - (بخاری ج ۱ ص ۶۲)

میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے۔

دیدارِ رسول

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے سب عزیز و اقارب اسے غسل و کفن دے کر جنازہ پڑھ کر قبرستان میں دفن کر آتے ہیں

تو قبر میں حساب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ دو فرشتے منکر و نکیر آ جاتے ہیں اور حساب لینا شروع کر دیتے ہیں۔

قربان جاؤں اپنے آقا و مولا سرور دین و دنیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کہ انہیں معلوم تھا میرے امتیوں کا قبر میں حساب لیا جائے گا۔ آپ نے سوالات بھی بتا دیئے اور جوابات بھی ارشاد فرما دیئے۔

آج دنیا میں کوئی امتحانی پرچہ امتحان سے پہلے طالب علموں کو دکھا دے تو وہ پرچہ منسوخ ہو جاتا ہے مگر رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سب کچھ پہلے ہی بتا دیا ہے۔ اب بھی جو شخص اس امتحان کی تیاری نہ کرے، اس سے بڑا بدقسمت اور کون ہو سکتا ہے تو سنیے آپ فرماتے ہیں۔

قبر میں پہلا سوال جو فرشتے کرتے ہیں وہ یہ ہے، مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے ؟ تو مومن جواب دے گا رَبِّیَ اللّٰهُ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسرا سوال یہ ہوگا، مَادِیْنُكَ تیرا دین کیا ہے ؟ تو مومن جواب دے گا، دِیْنِیَ الْاِسْلَام۔ میرا دین اسلام ہے۔ تیسرا سوال ہوگا مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ۔ اس شخص کے حق میں تیرا کیا خیال ہے؟ (بخاری صفحہ ۱۸۵)

یعنی اس پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے تیرا کیا عقیدہ ہے، بلفظ هٰذا کا اشارہ قریب کے لیے ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر مرنے والے کو آپ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کا عشق رسول

سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال باکمال کا وقت قریب آیا، تو آپ نے فرمایا اے میرے عزیزو! میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ جب میری روح میرے قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو میرے لیے اتنی گہری

قبر کھودنا جس میں احمد رضا کھڑا ہو سکے۔ عقیدت مندوں نے عرض کیا۔ جناب قبر تو اتنی گہری ہونا چاہیے جس میں آدمی بیٹھ سکے۔ آپ نے فرمایا یہ تو درست ہے مگر میں نے حدیث مصطفے میں پڑھا ہے کہ قبر میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گری ہوتی ہے۔ میری محبت کو یہ گوارا نہیں کہ آپ تشریف لائیں اور میں بیٹھا رہوں۔ میری قبر کو اتنا گہرا کھودنا کہ جب سرکار تشریف فرمائیں تو میں کھڑا ہو کر ان کا استقبال کر سکوں

بزرگو، دوستو، عزیزو! میں عرض کر رہا تھا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر قبر میں جلوہ گری ہوتی ہے اور ایک وقت میں ہزاروں لوگ قبروں میں پہنچتے ہیں اور حضور ہر قبر میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ہی وقت لاکھوں کروڑوں جگہ جلوہ فرما ہو سکتے ہیں، آج کے ماڈرن اور ترقی یافتہ دور میں جو کوئی اس بات کا انکار کرے تو اس سے زیادہ جاہل اور کم فہم اور کون ہو سکتا ہے؟

ٹیلیویژن جو ایک انسان کی ایجاد ہے۔ ٹیلیویژن اسٹیشن پر جب ایک شخص بولتا ہے تو گھر گھر ہر ٹی وی سیٹ پر اس کی تصویر اور آواز پہنچ رہی ہوتی ہے۔ جب مادیت کا یہ عالم ہے تو پھر روحانیت کا کیا عالم ہوگا؟

منکرین شیطان کی قوتوں کے قائل ہیں، اس کو ہر جگہ موجود مانتے ہیں، مگر رحمۃ للعالمین ہادیٔ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو محض قبر ہی میں مقید سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ بظاہر مدینے میں ہیں، بباطن ہر مومن کے سینے میں جلوہ افروز ہیں۔ اہلِ نظر ان کے جمال جہاں آرا کا نظارہ کر رہے ہیں۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حبیب یمنی

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تبلیغِ سعید سے مکہ مکرمہ میں دولتِ ایمان سے مشرف ہونے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا جو کہ مشرکین مکہ کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ ابوجہل لعین نے صورتِ حال کو دیکھا تو والیِ یمن کو ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا کہ ایک شخص ہمارے یہاں لوگوں کو ایک خدا کی عبادت کی دعوت دے رہا ہے، وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر اس کے دین کو قبول کر رہے ہیں، لہٰذا اے حبیب! تم مکہ میں پہنچ کر اہلِ مکہ کو سمجھانے کی کوشش کرو کہ لوگ اپنے پرانے دین کو ترک نہ کریں۔

حبیب یمنی اس خط کو پا کر مکہ مکرمہ پہنچا اور لوگوں سے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق دریافت کیا، پھر ابوجہل سے گفت و شنید کے بعد کہا کہ تم محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہاں بلاؤ تاکہ اُن سے براہِ راست گفتگو کی جاسکے۔ چنانچہ جب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بلایا گیا تو آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ان کی مجلس میں تشریف لے گئے۔ جونہی آپ اُن کے پاس پہنچے تو سب پر آپ کی ہیبت طاری ہو گئی اور کسی کو سوال کرنے کی جرأت نہ رہی۔ بالآخر حبیب یمنی نے عرض کیا جناب آپ نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور نبوت کے لیے معجزہ کی دلیل ہوتی ہے۔ حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم کیا دیکھنا چاہتے ہو؟ حبیب نے کہا کہ آپ چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دیں۔ چنانچہ حضور آقائے نامدار مالک و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے چاند کو انگلی سے اشارہ کر کے دو ٹکڑے کر دیا۔ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

تیری مرضی پا گیا، سورج پھرا اُلٹے قدم!
تیری انگلی اٹھ گئی، ماہ کا کلیجہ چر گیا

حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، اے حبیب! تیرا دوسرا سوال یہ ہے کہ تیری ایک لڑکی بیمار ہے جو کہ ہاتھ، پاؤں اور آنکھوں سے معذور ہے اور تو یہ چاہتا ہے کہ وہ تندرست ہو جائے جاوہ ٹھیک ہو گئی ہے۔ یہ سنتے ہی حبیب یمنی بے اختیار پکار اٹھا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ وہ یہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

پھر وہ مکہ مکرمہ سے واپس یمن کی طرف روانہ ہو گیا۔ چنانچہ جب وہ اپنے گھر پہنچا ہے تو دیکھا کہ اس کی وہ معذور بچی جو کہ چلنے پھرنے سے قاصر تھی۔ وہ بالکل تندرست ہے۔ اس نے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اپنے باپ کا استقبال کیا۔

حبیب یمنی نے پوچھا اے بیٹی تُو تو معذور تھی، بیمار تھی، پھر تندرست کیسے ہو گئی؟ بچی کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور عرض کرنے لگی: اے ابا جان!

قَالَتْ اَتَانِیْ اٰتٍ فِی الْمَنَامِ فَقَالَ لِیْ اِنَّ اَبَاكَ قَدْ اَسْلَمَ وَاِنْ كُنْتِ اَسْلَمْتِ نَرُدُّ عَلَيْكِ اَعْضَاءَكِ سَالِمَةً فَاَسْلَمْتُ فِیْ مَنَامِیْ فَاَصْبَحْتُ كَمَا تَرَانِیْ ۔ (شرح خرپوتی علی البردۃ)

میں نے خواب میں ایک نورانی چہرے والے کو دیکھا جس نے مجھ سے فرمایا کہ تیرا باپ مسلمان ہو گیا ہے۔ اگر تو بھی مسلمان ہو جائے تو تیرے اعضا درست ہو جائیں گے تو میں نے خواب میں کلمہ پڑھ لیا۔ صبح اٹھی تو ایسے تھی جیسے تم دیکھ رہے ہو۔

ایک ماہِ مدن، گورا سا بدن، نیچی نظریں، بگل کی خبریں
دکھلا کے پھبن، وہ سنا کے سخن، مرا پھونک گئے سب تن من دھن
وہ دکھا کے شکل جو چل دیئے، تو دل ان کے ساتھ رواں ہوا
نہ وہ دل رہا، نہ وہ دلربا، میری زندگی سو وبال ہے،

سبحان اللہ! حاضر و ناظر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکے میں تو حبیب یمنی کو نورِ ایمان سے منور فرما رہے ہیں اور اُدھر یمن میں اس کی بیٹی کو ظاہری و باطنی شفا عطا فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن و حدیث کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

دستگیر دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی ۔ اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَسَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی مَنْبَعِ الْجُوْدِ وَالْعَطَآءِ وَعَلٰی اٰلِہِ التُّقٰی وَصَحْبِہِ الْھُدٰی وَذُرِّیَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ اَبَدًا اَبَدًا ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال

معزز سامعین کرام! اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ نے انسان کے لیے دو طرح کے حقوق کی ادائیگی لازم فرمائی ہے۔ ان میں سے ایک تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حقوق ہیں۔ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ و دیگر احکاماتِ ربانی کی پابندی کرنا دوسرے حقوق جن کی ادائیگی ہمارے لیے ضروری قرار دی گئی ہے۔ وہ حقوق العباد ہیں۔ یعنی حضور تاجدار انبیاء، بشیر و نذیر، سید الرسل، مولائے کل، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا۔ اپنے والدین کی خدمت کرنا، بزرگوں کی عزت کرنا اور عزیزوں سے شفقت کرنا، یتیموں سے محبت کرنا، غریبوں، مسکینوں کی امداد و اعانت کرنا، ہمسایوں کا خیال رکھنا، رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا، مخلوقِ خدا کے ساتھ نیکی کرنا۔ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ (مشکوٰۃ شریف) — مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

حضرات محترم! اس حدیث پاک سے یہ بات اچھی طرح سے واضح ہو گئی ہے کہ حقوق العباد کا خیال رکھنا کتنا ضروری ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، جس مسلمان نے اپنی زبان یا اپنے ہاتھ سے کسی مسلمان بھائی کو ایذا پہنچائی، وہ مسلمان نہیں۔

سامعین کرام! اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان بھائی کی حق تلفی کرے گا، اس کو ایذا پہنچائے گا، اس کا حق غصب کرے گا، تو جب تک وہ شخص جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے، وہ زیادتی کرنے والے کو معاف نہیں کرے گا، بارگاہِ خداوندی سے بھی اسے معافی نہیں ملے گی، اس لیے کہ یہ حق العبد ہے۔ بندہ معاف کرے گا، تو اللہ تبارک و تعالیٰ بھی معاف کر دے گا۔

حضرات! اگر والدین ناراض ہو جائیں تو ہم ان کو راضی کرنے کے لیے ان کے پاس جائیں گے۔ رشتہ دار ناراض ہو جائیں، تو انہیں راضی کرنے کے لیے ان کے مکان پر جائیں۔ تو آپ نے قرآن کریم سے پوچھیں کہ اگر ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اسے ناراض کر لیں تو پھر معافی مانگنے کے لیے کس کے دروازے پر جائیں۔ وہ تو لامکان ہے۔ تو سنیے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (پ ۵ ۔ النساء ۔ آیت ۶۴)

اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُن کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو وہ توبہ قبول فرمانے والا مہربان پائیں گے۔

حضرات محترم! اس آیۂ کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے گنہگار امتیوں سے فرما دیجیے کہ اگر وہ اپنے خالق و مالک کی نافرمانی کر کے اسے ناراض کر لیں اور پھر جب معافی مانگنا چاہیں، تو تمہارے دروازے پر حاضر ہو جائیں، اس لیے کہ تمہارا دروازہ ہمارا دروازہ ہی ہے۔ سرکارِ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ایک اور شاعر نے کہا ہے ؎

محبوب خدا دوں وجہ گئے اعمال نہ اکھاں تے کی اکھاں
مرگئے رشتے دوں رب ادہ بارے اکھاں تے کی اکھاں

سامعین کرام! گناہوں کی معافی کے لیے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہر گناہ گار میں یہ استطاعت نہیں کہ وہ سرکارِ مدینہ کے دربارِ عالیہ میں حاضر ہو سکے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا جَآءُوْكَ فِي الْمَدِيْنَةِ کہ اے محبوب! وہ آپ کے پاس مدینہ منورہ میں حاضر ہو جائیں بلکہ مطلق فرمایا جَآءُوْكَ یعنی جہاں بھی ہوں حضورِ قلب کے ساتھ اس بارگاہِ ختمی مرتبت کی طرف متوجہ فرمائیں، اس لیے کہ ہر مومن کا دل محبوبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی جلوہ گاہ ہے۔ بظاہر آپ مدینے میں ہیں باطن ہر مومن کے سینے میں ہیں ؎

سنا ہے رہتے ہیں آقا فقط مدینے میں
غلط ہے رہتے ہیں [illegible]

سامعین کرام! بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور تاجدارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر خداوندِ عالم سے معافی مانگنے کا حکم صرف اور صرف حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری ہی میں تھا۔ تو سنیے جَآءُوْكَ میں یہ قید ہرگز نہیں ہے کہ گنہگار آپ کی ظاہری حیاتِ پاک میں حاضر ہوں اور بعد میں نہ ہوں، بلکہ جَآءُوْكَ میں حکمِ عام ہے کہ قیامت تک جو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس سے مغفرت طلب کرنا چاہے، وہ محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو جائے۔

بزرگو دوستو! وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فرما کر خدا رب العزت نے یہ اعلان فرمایا کہ اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ؎

تینوں چھڈ کے سوالی جدوں بخشش منگی آوے

کدے نہ بخشاں کدے نہ بخشاں رب سچا فرماوے

حضراتِ محترم! حضور تاجدارِ دو جہاں، فخرِ مرسلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہی دربارِ عالیہ ہے، جہاں دکھیوں کے دکھ دور ہوتے ہیں، حاجت مندوں کی حاجت روائی ہوتی ہے، مصیبت زدوں کی مشکل کشائی ہوتی ہے۔ یہی وہ دربارِ گوہر بار ہے جہاں گناہ گاروں کی شنوائی ہوتی ہے ؎

اُن کے دربارِ اقدس میں جب بھی کوئی غمزدہ آ گیا تشنہ کام آ گیا

غم غلط ہو گئے معصیت دھل گئی مغفرت عافیت کا پیام آ گیا

اعرابی کی بخشش ہو گئی

مدینہ منورہ کے نواح میں رہنے والے اعرابی نے جب قرآن کریم کی آیۂ مقدسہ سنی وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ تو اس نے اپنے آپ کو گناہ گار سمجھتے ہوئے دیارِ رسول کی طرف سفر شروع کیا جب مدینہ منورہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تو اس دارِ فانی سے ظاہری پردہ فرماتے ہوئے تین دن ہو گئے تھے۔ اس خبرِ جانکاہ سے اعرابی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

قسم خدا دی پناہ خدا دی اوکھے زخم جدایاں
پچھلے لوک جدائیاں ولوں دیندے گئے دہائیاں
لمی رات وچھوڑے والی پل چل سکھیاں جانے
جو کوئی قید عشق دے اندر ہویو درد پچھانے

صاحب تفسیر مدارک نقل فرماتے ہیں کہ وہ اعرابی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تربت انور پر حاضر ہوا اور اس نے مزار مقدس کی خاک پاک کو اٹھا کر اپنے سر پر ڈالا اور عرض کیا،
یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

تیرے قدموں پہ آنا میرا کام تھا ۔۔۔ میری بگڑی بنانا تیرا کام ہے
ٹھوکریں کھا کے گرنا میرا کام تھا ۔۔۔ ہر قدم پہ اٹھانا تیرا کام ہے

حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس عاشق زار گنہگار کا سوال سنا تو مزار مقدس سے فرمایا، اے اعرابی! آنا تیرا کام تھا بخشوانا میرا کام ہے جا۔
قَدْ غُفِرَ لَکَ (تفسیر مدارک جز ۵ صفحہ ۲۳۴ تفسیر المطلوب ص) تیری بخشش ہوگئی (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۵۲۰ جلد ۱)
حضرات محترم! میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ اے محبوب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب تمہارے امتی گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرلیں، تو پھر معافی کے لیے تمہارے حضور حاضر ہو جائیں۔
اللہ کریم نے ہمیں دربار رسول میں سائل بن کر حاضر ہونے کا حکم فرمایا اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ اے محبوب! جو مانگنے والا تمہارے در اقدس پر حاضر ہو اسے جھڑکنا نہیں، ارشاد ربانی ہے:

وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (پ۔ والضحیٰ) ۔۔۔ (اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، منگتے کو مت جھڑکو۔

حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اے میرے غلامو! مجھ سے مانگو۔

مجھ سے مانگو مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی جن کا نام ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ ایک رات جب انہوں نے حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کے لیے پانی پیش کیا، تو آپ نے اس خادم کو فرمایا جیسے وہ خود بیان کرتے ہیں۔

فَقَالَ لِیْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ اَوَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَقُلْتُ ذَاکَ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۸۴)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مانگو۔ میں نے عرض کیا میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کچھ اور میں نے عرض کیا بس یہی۔

حضراتِ محترم! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ مقدسہ سے مانگنے کا حکم صادر فرمایا اور نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کرنے کا حکم فرمایا۔ خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام سے فرمایا کہ مجھ سے مانگو۔

حضراتِ محترم! جو لوگ کہتے ہیں کہ خداوندِ عالم کے سوا کسی سے مت مانگو جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مانگتا ہے، وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ اب انہیں سوچنا چاہیئے کہ ان کے عقیدے کی زد میں کیسے کیسے مقدس لوگ آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔

حضور آقائے نامدار احمدِ مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مانگنا شرک ہوتا تو حضور کبھی بھی یہ نہ فرماتے کہ ربیعہ مجھ سے مانگو۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا سَلْ مجھ سے مانگو۔ اس لفظ سَلْ پر غور فرمایئے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ربیعہ فلاں چیز مانگو اور فلاں چیز نہ مانگو۔ بلکہ مطلق فرمایا سَلْ مانگو جو تمہارا جی چاہے یہ دعویٰ عظیم وہی کر سکتا ہے جس کے قبضے میں ساری خدائی ہو جو مختارِ دو عالم ہو جو تاجدارِ دو جہاں ہو، جو تمام کائنات کا شہنشاہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مُصَلّیٰ فرما کر یہ بھی اعلان کر دیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے دونوں جہان میں مختارِ کل بنا کر بھیجا ہے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے۔

إِنِّي أُعْطِيتُ خَزَائِنَ الْأَرْضِ . وَمَفَاتِيحَ الْأَرْضِ۔ (بخاری ص ۲ ج ۲)
بے شک مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں۔

أُوتِيتُ مَفَاتِيحَ كُلِّ شَيْءٍ۔
مجھے تمام چیزوں کی چابیاں دے دی گئیں
(خصائص کبریٰ ص ۱۹۵ ج ۲)

کنجی دی تمہیں اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا
عالم کے سلاطین بھکاری ہیں بھکاری
سرکار بنایا تمہیں سرکار بنایا ۔

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

خالقِ کل نے آپ کو مالکِ کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

اسی لیے اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ ہمیں جان ملی تو کملی والے کا صدقہ، مال ملا تو کملی والے کا صدقہ، اولاد ملی تو کملی والے کا صدقہ، رمضان ملا تو کملی والے کا صدقہ، قرآن ملا تو کملی والے کا صدقہ، عرفان ملا تو کملی والے کا صدقہ۔ ایقان ملا تو کملی والے کا صدقہ، ایمان ملا تو کملی والے کا صدقہ، رحمان ملا تو وہ بھی کملی والے کا صدقہ ؎

نہ مال اولاد دا صدقہ، نہ کاروبار دا صدقہ
اسیں تے کھانے ہاں یار و جدائے یار دا صدقہ

سرکارِ اعلیٰ حضرت [illegible] علیہ [illegible]

بے اُن کے واسطے، خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

دوسری جگہ پر فرماتے ہیں:

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا!
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

حضراتِ محترم! ہمیں جو بھی ملا وہ آپ ہی کی بارگاہِ اقدس سے ملا، آپ ہی کے صدقے سے ملا۔ مقامِ غور ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے تمام ارکان بھی ادا کرے یعنی تکبیر تحریمہ بھی پڑھے، قیام بھی کرے، رکوع و سجود بھی کرے۔ پھر جب قعدے میں بیٹھے اور اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ تک پڑھ کر سلام پھیر دے تو اس کی نماز نہیں ہوگی، حالانکہ اس نے قیام بھی کیا، رکوع و سجود بھی کیا اور اس نے بارگاہِ خداوندی میں اس بات کا اقرار بھی کیا کہ اے اللہ! میری تمام قولی فعلی عبادتیں تیرے لیے ہیں۔ پھر اس کی نماز نامقبول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے محبوب حضور تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ سلام عرض نہیں کیا۔ نماز میں محبوبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء پر سلام پڑھنا واجب ہے۔

کچھ لوگ نماز کے اندر تو سلام پڑھ لیتے ہیں، مگر بعد میں پڑھنے کو شرک کہتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

محققین و عارفین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز میں محبوبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سلام اس لیے رکھا تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ محبوبِ کبریا اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ سے جدا نہیں۔ جب رب کی بارگاہ میں عبادت کے لیے حاضری دو، تو اس وقت اس کے پیارے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بھی ہد[illegible] اگر [illegible] نمازیں بے سود اور بے کار

جائیں گی۔ ایسی نمازیں روزِ قیامت نمازی کے منہ پر ماری جائیں گی جن میں سرورِ انبیاء
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سلام نہ پڑھا گیا ہوگا۔

. سامعین کرام! نمازیں قبول ہوں تو آپ کے صدقہ سے، دعائیں قبول ہوں تو آپ کے
صدقے سے غرضیکہ کوئی بھی فرض اس وقت تک ادا نہیں کیا جا سکتا جب تک شہنشاہِ دوعالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار نہ کیا جائے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں آتا ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ	ہیں کہ بیشک دُعا آسمان و زمین کے درمیان
مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ	معلق رہتی ہے اس سے کوئی چیز نہیں چڑھتی،
لَا يَصْعَدُ مِنْهَا حَتّٰى تُصَلِّيَ	یہاں تک کہ تو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
عَلٰى نَبِيِّكَ۔ (مشکوٰۃ ص۸۷)	دُرود نہ پڑھ لے۔

قرآن کریم نے نماز کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم کرو۔ قرآن کریم میں
یہ تفصیل کہیں بھی نہیں ملتی کہ فجر کی کتنی رکعتیں ہیں، ظہر و عصر کی کتنی رکعتیں ہیں، مغرب و عشاء کی کتنی
رکعتیں ہیں۔ یہ تفصیل فرمانِ رسول سے ملے گی۔ پھر زکوٰۃ کا دو، قرآن کا حکم ہے۔ کونسا کاٹو اور
کتنا کاٹو یہ تفصیل حدیث پاک سے ملے گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تفصیل اس لیے بیان نہیں
فرمائی کہ کہیں لوگ قرآن کریم ہی کو پڑھ کر میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے نیاز نہ ہو جائیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم حدیث پاک کا محتاج
ہوا کہ بغیر حدیث پاک کے قرآن مجید کا سمجھنا ممکن نہیں۔ تو سنو قرآن پاک حدیث شریف کا محتاج
نہیں، بلکہ قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے ہم حدیثِ مصطفےٰ کے محتاج ہیں۔ ہم محبوبِ کبریا، امام الانبیاء
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کے محتاج ہیں۔ حدیثِ رسول قرآن کریم کی
ترجمانی کرتی ہے۔

ایک ضروری

ایسا غنی محبوب اپنے نوں رب کریم بنایا
اس دے در تے عالم سارا سائل نظریں آیا
جس حاجت دی کارن کوئی ہویا آن سوالی
کوئی نہ گیا اس دے در تھیں آس مرادوں خالی

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

وَاللّٰہُ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ۔ (بخاری شریف) اور اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔
یہی وجہ ہے کہ جب بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جب بھی کوئی دینی، دنیاوی، ظاہری اور باطنی مشکل پیش آتی، تو وہ مشکل کشا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہو جاتے اور گوہرِ مراد سے اپنی جھولیاں بھرتے۔

روزے کا کفارہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر تھے۔ ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا ھَلَکْتُ میں تو ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ اس نے عرض کیا میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے، یعنی روزہ توڑ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا، تیرے پاس غلام ہے جسے تو آزاد کر دے؟ اس نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تیرے پاس ساٹھ مسکینوں کا کھانا ہے؟ عرض کرنے لگا نہیں۔ فرمایا بیٹھ جا۔ کچھ دیر کے بعد ایک زنبیل کھجوروں کی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ آپ نے فرمایا مسئلہ پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حاضر ہوں۔ فرمایا یہ کھجوروں کی زنبیل لے لو اور غریبوں مسکینوں میں صدقہ کر دو، تمہارا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ یہ سن کر اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تو مجھ سے کوئی زیادہ غریب نہیں مدینے کے بازو دیکھو کہ

کس طریقے سے مانگ رہا ہے۔ قربان جاؤں والیِ دو جہاں، دستگیرِ بے کساں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کہ سائل کی گفتگو سن کر آپ کا چہرۂ انور متبسم ہو گیا اور فرمایا،

اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ — اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دے

یعنی یہ کھجوریں لے جاؤ اور کھا بھی خود ہی لینا، تمہارا کفارہ بھی ادا ہو جائے گا۔

قرض ادا ہو گیا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد جنگِ احد میں شہید ہو گئے۔ چھ لڑکیاں اور کچھ قرضہ چھوڑ گئے۔ چنانچہ جب کھجوریں توڑنے کا وقت آیا تو میں نے حضور کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کو علم ہے کہ میرے والد مقروض تھے، میں چاہتا ہوں کہ کھجوریں توڑتے وقت آپ وہاں تشریف فرما ہوں تاکہ قرض لینے والے حضرات آپ کو دیکھ کر جھگڑا نہ کریں۔ آپ نے فرمایا اچھا تم چل کر کھجوریں توڑ دو اور الگ الگ ڈھیر لگا دو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ تشریف لائے تو قرض خواہوں نے آپ کو دیکھ کر جھگڑا نہ کرنے کی بجائے اور بھی زیادہ سختی شروع کر دی۔ جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو ایک کھجوروں کے ڈھیر کے تین چکر لگائے۔ پھر آپ اس پر بیٹھ گئے اور فرمایا اب قرض خواہوں کو میرے پاس اکٹھا کر لو اور سب کو ناپ تاپ کر دیتے جاؤ۔ چنانچہ بحمداللہ میں نے کل قرض ادا کر دیا اور میری خواہش بھی یہی تھی کہ چاہے میری بہنوں کے لیے ایک کھجور بھی نہ بچے، مگر قرض ادا ہو جائے، مگر اللہ تعالیٰ نے وہ سب کھجوریں باقی رکھیں اور جس ڈھیر پر حضور رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً (بخاری ج۲ ص۵۸۴) — اس ڈھیر میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی

آنکھ طلب کرنا

جنگِ احد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ پر تیر لگنے سے ان کی آنکھ باہر نکل آئی تو وہ فوراً ہی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میری آنکھ تیر لگنے کی وجہ سے باہر نکل آئی ہے۔ آپ نے فرمایا، اگر صبر کرو تو تمہارے لیے جنت ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ آنکھ میری طلب پر مرحمت فرمادیں اور جنت اپنی طرف سے عطا فرمادیں،

فَغَمَزَ عَيْنَهُ بِرَاحَتِهِ فَكَانَ لَا يَدْرِي اَيُّ عَيْنَيْهِ اُصِيْبَتْ

پھر حضور نے اپنی ہتھیلی سے ان کی آنکھ کو بند کر دیا تو یہ حال ہوا کہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کونسی آنکھ نکل گئی تھی۔

(خصائص کبریٰ صفحہ ۲۱۷ ج ۱)

لکنت جاتی رہی

بشیر بن عقربہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد گرامی جنگ احد میں شہید ہوگئے، وہ روتے ہوئے دربارِ رسالت میں پہنچے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم روتے کیوں ہو؟ پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تیرے لیے کیا یہ اچھا نہیں کہ تیرا باپ والئ دو جہاں ہو اور تیری اماں عائشہ صدیقہ ہوں؟ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ حضرت بشیر بن عقربہ بیان کرتے ہیں،

فَكَانَ اَثَرُ يَدِهِ مِنْ رَأْسِيْ اَسْوَدُ وَسَائِرُهُ اَبْيَضُ وَكَانَتْ فِيْ لِسَانِيْ عُقْدَةٌ فَتَفَلَ فِيْهَا فَانْحَلَّتْ۔

تو میرے سر پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کا یہ اثر ہوا کہ جن بالوں پر آپ کا ہاتھ پھر گیا وہ سیاہ ہے اور باقی سفید ہوگیا میری زبان میں لکنت تھی آپ نے اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور وہ درست ہوگئی۔

(خصائص کبریٰ صفحہ ۸۳ ج ۲)

حافظہ قوی ہوگیا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اصحابِ صفہ میں سے تھے، اکثر آپ کی مجلس میں حاضر رہتے اور آپ کی زیارت کرتے، آپ کا کلام سنتے۔ مگر جو بھی بات سنتے بھول جاتے۔ ایک مرتبہ حضور نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کی،

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَسْمَعُ

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ سے

مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا اَنْسَاهُ۔ "بہت کچھ سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے ہر دکھ درد کی دوا ملتی ہے۔ تب ہی تو انہوں نے آپ کی بارگاہ عالیہ میں سوال کیا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا۔

قَالَ اُبْسُطْ رِدَاءَكَ فَبَسَطْتُهُ	فرمایا، چادر پھیلاؤ، میں نے چادر بچھادی
فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ فِيْهِ ثُمَّ	تو آپ نے دو مٹھیاں بھر بھر کر اس میں
قَالَ ضُمَّهُ فَضَمَمْتُهُ فَمَا	ڈال دیں اور فرمایا سینے سے لگا لے۔
نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدَهُ۔	میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد پھر کبھی
(مسلم بخاری صہ $\frac{22}{16}$)	کچھ نہیں بھولا۔

ملتا نہیں ہے کیا کیا دو جہاں کو تیرے در سے
اک لفظ نہیں ہے جو تیرے لب پہ نہیں ہے

لشکر اسلام کی دعوت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ خندق کے موقع پر تھوڑا سا کھانا پکایا اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کی کہ حضور چند صحابہ کرام کو ساتھ لے کر میرے غریب خانہ پر تشریف لے چلیں کہ میرے گھر آپ کی دعوت ہے۔ آپ نے فرمایا جابر جاؤ اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب تک میں ذ آؤں ہو چلے سے ہنڈیا نہ اتارے اور روٹیاں پکاتے۔ پھر تمام صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج ہماری دعوت حضرت جابر کے گھر ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر گھبرا گئے اور گھر جا کر بیوی سے کہا کہ تمام مہاجرین اور انصار حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آ رہے ہیں۔ بیوی کہنے لگی کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ کھانا مختصر ہے۔ انہوں نے کہا یہ تو میں نے آپ سے عرض کر دیا تھا۔ بیوی پھر کہنے لگی کوئی فکر کی کوئی بات نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے تمام صحابہ

سیت تشریف لائے اور فرمایا گندھا ہوا آٹا لاؤ۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈال دیا اور پھر آپ نے ہانڈی میں لعاب دہن ڈالا اور دُعا فرمائی۔ کھانا تیار ہوا تو کھلانا شروع کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

فَاُقْسِمُ بِاللّٰہِ لَقَدْ اَکَلُوْا وَ ھُمْ اَلْفٌ حَتّٰی تَرَکُوْہُ وَانْحَرَفُوْا (بخاری شریف)

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک ہزار صحابہ ہوں گے، سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

چشمے جاری ہو گئے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مقام حدیبیہ پر تھے اور لشکرِ اسلام پیاسا تھا۔ پندرہ سو صحابہ کی جمعیت پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے پریشان تھی اور پانی کا کہیں نام و نشان نظر نہ آتا تھا۔ صحابہ کرام دربار مصطفےٰ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، پانی ختم ہو گیا ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سُن کر یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی تمہارے جیسا بشر ہوں۔ جاؤ غیر اللہ سے نہیں مانگا کرتے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو، پانی کہیں تلاش کرو، اگر مل جائے تو ہمارے لیے بھی لوٹا دو لوٹے لیتے آنا۔ بلکہ فرمایا ایک چھوٹے سے برتن میں تھوڑا سا پانی لاؤ۔ چنانچہ جب پانی لایا گیا تو آپ نے اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال دیا اور آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے تمام صحابہ کرام نے سیر ہو کر پیا، وضو کیا اور مشکیں بھی بھر لیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

انگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر،
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

اے آبِ زمزم پینے والو! حضرت اسماعیل علیہ السلام نے زمین پر ایڑیاں رگڑیں اور پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا، پانی کے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ زمین اور پتھروں سے پہلے بھی پانی نکلا کرتا ہے، مگر انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کرنا یہ سیدہ آمنہ کے درِ یتیم ہی کا حصہ ہے۔ آئیے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھیں کہ تم تعداد میں کتنے تھے؟ تو وہ فرماتے ہیں،

قَالَ لَوْكُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشَرَةَ مِائَةً (بخاری ص ۵۹۸ ج ۲)

فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی تھا مگر اس وقت ہم پندرہ سو تھے۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ — ساری کثرت پاتے یہ ہیں

ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے — مالکِ کل کہلاتے یہ ہیں

ہرنی کی پکار

شفیعِ اعظم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جنگل سے گزر رہے تھے کہ ایک ہرنی نے آپ کو پکارا، اُدْنُ مِنِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور فرمایا، مَا حَاجَتُكِ تیری کیا حاجت ہے؟ تو اس ہرنی نے عرض کی،

اِنَّ لِیْ خِشْفَیْنِ فِیْ هٰذَا الْجَبَلِ (خصائص کبریٰ ص ۶۱ ج ۲) اس پہاڑی میں میرے دو بچے ہیں میں یہاں چرنے کے لیے آئی تھی کہ شکاری نے مجھے پکڑ کر قید کرلیا۔ آپ رحمۃ للعالمین ہیں، مجھے چھوڑ دیں، میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر جلد واپس آجاؤں گی، چنانچہ آپ نے اس ہرنی کو چھوڑ دیا۔

اونٹ کی فریاد

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ اس باغ میں ایک اونٹ تھا۔ جب اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں اور پھر بارگاہِ بیکس پناہ میں اپنی فریاد پیش کی۔ پھر آپ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ تو خدا تعالیٰ کے خوف سے نہیں ڈرتا، تیرے اونٹ نے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے۔

بزرگو دوستو! جانور بھی اس بارگاہِ عالیہ سے مرادیں مانگتے ہیں اور جو انسان ہو کر رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کو شرک و بدعت کہے اس جیسا بدنصیب کون ہوسکتا ہے؟ یہ تو وہ آستانہ عالیہ ہے جہاں سے

منگتے تو ہے منگتے شاہوں میں دکھا دو
جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

عطائے مصطفے کے منکر وآج نہیں، تو کل قیامت کو تمہیں بارگاہِ رسالت میں جانا ہی پڑے گا

اسی لیے سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

آج لے ان کی پناہ، آج مدد مانگ ان سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

قیامت کا دن جو بڑا طویل ہوگا۔ فرمانِ خداوندی ہے،

كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (پ۲۹ المعارج) وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا

سورج کی گرمی اور پیاس کی شدت کا یہ عالم ہوگا کہ لوگوں کے گھبراہٹ کے سبب دل حلق تک

آرہے ہوں گے اور پسینہ میں ڈوب رہے ہوں گے۔ نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ وَاُمِّهٖ اس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں سے

وَاَبِيْهِ ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ؕ (پ۳۰ ع۷) اور اپنے باپ اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے

سب رشتے ناطے ختم ہو جائیں گے۔ ایک جان سو مصیبتوں میں گھر جائے گی۔ پھر کسی سفارش

کرنے والے شفیع کی ضرورت ہوگی۔ حضرت آدم و نوح و خلیل و مسیح، ذبیح و کلیم علیہم السلام جیسے

جلیل القدر پیغمبر نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ سب اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِیْ کہتے ہوں گے۔ آخر

لوگ ان کے پاس جائیں گے جو رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فَيَاْتُوْنِیْ فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا وہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے میں کہوں

گا کہ میں تمہارے لیے ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، پھر میں اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا،

اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ (اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھائیے

وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ اور بات کہیے آپ کی سنی جائے گی اور جو مانگو گے

(بخاری صفحہ ۱۱۱ ج ۲) ملے گا اور شفاعت کیجیے، قبول کی جائے گی۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سید البشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ط صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ اٰمِیْن ۔

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ، ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم
ترے خلق کو حق نے عظیم کہا، تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن و ادا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا!
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم
ترا مسند ناز ہے عرش بریں! ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں!
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

سرکار اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ

معزز سامعین حضرات! آج میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید میں سے ایک آیہ مقدسہ تلاوت کی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ (پ ۱۸ - ع ۳)

تم فرماؤ کہ (ظاہری صورت میں) میں تم جیسا ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے، تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس آیہ مقدسہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ نے حضور تاجدار دو جہاں سید عالم نور مجسم شفیع معظم، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا کہ پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام تم فرمادو اے لوگو! (میں ظاہری صورت میں) میں تمہاری مثل بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

حضرات محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی ساری مخلوق میں سے زیادہ فضیلت و بزرگی عظمت و شان عطا فرمائی، کسی کو صفی اللہ، کسی کو خلیل اللہ، کسی کو ذبیح اللہ، کسی کو روح اللہ بنایا، مگر امام الانبیاء کو سب سے ممتاز کر کے لقب حبیب اللہ سے سرفراز فرمایا۔

سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل ان کی خلافت و حکومت کے چرچے کیے گئے اور پھر انہیں تمام اشیاء کے ناموں کا علم دیا گیا، انہیں مسجودِ ملائکہ بنا کر تاجِ خلافت پہنایا گیا، انہیں مکینِ جنت اور ابوالبشر ہونے کا اعزاز عطا فرمایا گیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملک عظیم تفویض کیا گیا اور ان پر آتشِ نمرود کو ٹھنڈا کیا گیا۔ سیدنا کلیم اللہ علیہ السلام کو شرفِ ہم کلامی مرحمت فرمایا، ان پر توریت نازل کی گئی اور ان کے دشمن فرعون کو غرق کیا گیا۔ سیدنا داؤد علیہ السلام کے دستِ اقدس میں لوہے کو نرم کر دیا گیا، ان کے لیے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کیا گیا، بالخصوص انہیں آواز کی دلکشی سے نوازا گیا۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام کو سلطنتِ عظیم کا حاکم بنایا اور ہوا کو ان کے تابع کیا۔ پرندوں کی بولیوں سے انہیں مطلع کیا گیا

حضرت روح اللہ کے معجزات

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی معجزات سے سرفراز فرمایا گیا جس کا تذکرہ قرآن مجید نے اس طرح کیا ہے۔ حضرت روح اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں،

أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (پ ۳، ع ۱۳)

تحقیق میں تمہارے پروردگار سے ایک نشانی لیکر آیا ہوں وہ یہ کہ میں تمہارے لیے مٹی سے مثل پرندے کی صورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں، تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھوں کو اور برص کے بیماروں کو اور اللہ کے حکم سے ہی مردے زندہ کرتا ہوں اور اس چیز کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو، جو تم اپنے گھروں میں چھوڑ آتے ہو، تحقیق اس میں نشانی ہے، اگر تم ایمان دار ہو۔

حضرات محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ عظمت عطا فرمائی کہ اگر وہ مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مار دیتے تو وہ زندہ ہو کر اڑنے لگتا۔ اگر مادرزاد اندھے کو دم کرتے تو وہ آنکھوں والا ہو جاتا۔ اگر برص کا مریض آپ کے پاس آتا تو وہ شفایاب ہو جاتا۔ آپ اللہ کریم کے اذن سے مردے زندہ فرما دیتے۔ جب لوگ آپ کے پاس آتے تو یہ بھی بتا دیتے کہ وہ کیا کھا کر آتے ہیں اور کیا گھر میں چھوڑ آتے ہیں۔ آپ کے ماننے والوں نے جب آپ کے ان معجزات کو دیکھا تو آپ کو ابن اللہ کہنا شروع کر دیا۔

اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام جب سو سال کے بعد زندہ ہو کر دوبارہ قوم میں تشریف لائے تو یہودیوں نے یہ معجزہ دیکھ کر آپ کو ابن اللہ کہہ دیا، جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہوا ہے

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ — اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے
وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ — اور نصرانیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے

(پ ۱۰ - ع ۱۱)

سامعین کرام! اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو متعدد معجزات عطا کر بھیجا، مگر امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سراپا معجزہ بنا کر بھیجا ہے

دیئے معجزے انبیاء کو خدا نے
ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشادِ عالیہ ہے:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (پ ۶ ع ۲) — اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آگئی۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی۔ برہان کا لغوی معنی دلیل ہے، معجزہ کو بھی دلیل کہتے ہیں۔ اس میں اشارہ ملتا ہے کہ ذاتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء رب العالمین کی دلیل ہیں۔ دوسرے انبیاء کرام معجزے لے کر آئے مگر حضور تاجدارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود معجزہ بن کر آئے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے چہرۂ انور کی زیارت سے غیر مسلم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے تھے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

سیدنا عبداللہ بن سلام آپ یہودیوں کے ایک بلند پایہ عالم تھے۔ جب حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ شریف میں جلوہ گر ہوئے تو جناب عبداللہ بن سلام، حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھ کر ہی کلمہ شریف پڑھ لیا۔ وہ خود فرماتے

فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۸)

پس جب میں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھا تو جان گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح حضرت ابو رمثہ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو دیکھتے ہی کلمہ پڑھ لیا تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں،

اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِيَ ابْنٌ لِّيْ فَلَمَّا رَاَيْتُهُ قُلْتُ هٰذَا نَبِيُّ اللّٰهِ۔ (شفا ص ۱ ج ۱)

میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میرے ساتھ میرا بیٹا بھی تھا جونہی میں نے آپ کو دیکھا تو پکار اٹھا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔

اللہ اللہ! حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہی سراپا معجزہ تھی۔ سرکارِ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

حضراتِ محترم! یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کے معجزے کو دیکھا تو انہیں ابن اللہ یعنی خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ نصرانیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کو دیکھا تو انہیں خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ ہمارے آقا و مولیٰ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو سرتاپا معجزہ ہی معجزہ ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہلوا دیا تاکہ آپ کے معجزات اور کمالات کو دیکھ کر لوگ آپ کو بھی ابن اللہ نہ کہنا شروع کر دیں۔ خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا اے محبوب! تمہیں نہ ہم بشر کہیں گے اور نہ ہی کسی کو بشر کہنے کی اجازت دیں گے، بلکہ ہم تو تمہیں یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔ یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ کہہ کر پکاریں گے، اور تمہارے اُمتی یا نبی اللہ۔ یا [illegible] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہی کہ کر پکاریں گے، مگر تم خود فرما دو، اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط

اقوالِ مفسرین کرام

اس آیہ مقدسہ کے تحت صاحب تفسیر مظہری سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

عَلَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ رَسُوْلَهٗ (صلی اللہ علیہ وسلم) التَّوَاضُعَ۔ (تفسیر مظہری سورۂ کہف ص ۹۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تواضع کی تعلیم دی۔

صاحب تفسیر فتح القدیر اس آیہ پاک کے تحت نقل کرتے ہیں:

اَمَرَ سُبْحَانَهٗ نَبِيَّهٗ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَنْ يَّسْلُكَ مَسْلَكَ التَّوَاضُعِ (فتح القدیر ص ۳۱۸ ج ۳)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ عاجزی کے راستہ پر چلیں۔

صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں:

قَالَ الْحَسَنُ عَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِيَتَوَاضَعَ۔ (تفسیر خازن ص ۲۴۷ ج ۴)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے (اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرما کر) آپ کو تواضع کا سبق سکھایا ہے۔

صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اسی آیہ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

بِاَنْ يَّسْلُكَ طَرِيْقَةَ التَّوَاضُعِ (تفسیر کبیر ص ۶۱ ج ۵)

تاکہ آپ تواضع کے طریقہ پر چلیں

سامعین کرام! ان تمام مذکورہ بالا اقوالِ مفسرین کرام سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور سید المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اس لیے کہلوایا [illegible] تاکہ امت کو بھی اس کا سبق دیں۔

اب کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ جو بات حضور نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بطورِ تواضع فرمائی ہے معاذ اللہ وہ اسے اپنا عقیدہ بنا لے اور تاجدار دوجہاں، فخر مرسلاں باعثِ تقویم کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی مثل بشر کہے اور اپنا بڑا بھائی سمجھے ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

تواضع اور انکساری

قرآن کریم میں سیدنا آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا تذکرہ اس طرح ہے کہ انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا،

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (پ ۸ ع ۹)

اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ ظلم کیا تو اگر ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں ہوتے۔

سیدنا یونس علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ قرآن کریم نے یوں کیا ہے،

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (پ ۱۷ ع ۶)

کوئی معبود نہیں ہے سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔

حضرات محترم! ان دونوں دعاؤں میں سیدنا آدم و سیدنا یونس علیہما السلام نے بارگاہ رب العزت میں جو کلمات بطورِ انکساری عرض کیے وہ خود اپنی ذات کے لیے ہی انہیں استعمال کر سکتے تھے، لیکن اگر ہم انہیں معاذ اللہ ظالم یا خاسر کہیں گے تو دائرۂ ایمان سے خارج ہو جائیں گے۔ اسی طرح حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرمانا بھی بطورِ تواضع تھا۔ اب امتی کے حق میں یہ بات درست نہیں کہ وہ خود کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مثل سمجھے۔

کون ہے میری مثل؟

چنانچہ مسلم شریف میں ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے

حضور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دورانِ گفتگو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کا فرمانِ عالی ہے کہ آدمی کو بیٹھ کر نماز پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں؟

فَقَالَ اَجَلْ وَلٰكِنْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ۔ (مسلم ص۲۵۳ ج ۱)

فرمایا ہاں! مگر میں تم میں سے کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہوں۔

قرآن کریم کا چیلنج

اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کا کلامِ پاک نہیں مانتے، ان سے فرما دیجئے۔

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ (پ ۱ - ع ۳)

تم اس جیسی ایک سورۃ تو لے آؤ اور اللہ کے سوا تم اپنے سب حمائتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پس اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ تم ہرگز نہ لا سکو گے، تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

تو تاریخ گواہ ہے کہ آج تک قرآنِ کریم کی مثل پوری کائنات میں کسی شخص کو ایک آیت بھی پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور فرمانِ خداوندی کے مطابق نہ ہی قیامت تک کوئی قرآنِ حکیم کی برابر کی کوئی ایک آیت پیش کر سکے گا۔ تو اگر آج تک کوئی قرآنِ کریم کی مثل ایک سورۃ بھی پیش نہیں کر سکا تو پھر صاحبِ قرآن کی بھی مثل اور نظیر کوئی نہیں بن سکتا۔

ابلیس لعین

مخلوق میں سب سے پہلے نبی کو بشر کہنے والا ابلیس لعین تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس لعین نے سجدہ نہ کیا تو

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس لعین سے فرمایا کہ اے ابلیس! تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اس نے کہا،
قَالَ لَمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ۔ کہنے لگا میرے لیے زیبا نہیں کہ میں ایک
(پ ۱۴ - ع ۳) بشر کو سجدہ کروں۔
چنانچہ آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے والے اور اللہ کے نبی کو بشر کہنے والے کو جنت سے نکال دیا گیا۔
مقام غور ہے کہ شیطان نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور بشر کہا تو اسے جنت سے نکال دیا گیا، تو اب جو شخص امام الانبیاء محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کو اپنی مثل بشر کہتا ہے وہ جنت میں کیسے داخل ہو سکتا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شیطان اور اس کے پیروکاروں سے فرما دیا،
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے جہنم کو
وَمِمَّنْ تَبِعَكَ (پ ۸ - ع ۹) بھر دوں گا۔
تو ثابت ہوا کہ شیطان اور غلام الشیطان دونوں جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

عذاب الٰہی

سامعین کرام! قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ سابقہ انبیاء کرام کی اُمتیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا عذاب نازل ہوا، وہ بھی اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو بشر کہا کرتی تھیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اس طرح مذکور ہے۔

قوم نوح علیہ السلام

سیدنا نوح علیہ السلام نے جب قوم کو درس ہدایت دیا، انہیں ایک خدا کی طرف بلایا تو اُن کی
فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ ہم
مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا (پ ۱۲ - ع ۳) تجھے اپنی مثل بشر دیکھتے ہیں

قوم عاد

سیدنا ہود علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دعوت توحید دی تو اس قوم کے سرداروں نے آپ کو جھٹلایا اور اپنی مثل بشر کہا، چنانچہ قرآن کریم

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَاهٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ہ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ہ (پ۱۸ - ع ۳)

ان کی قوم کے جو سردار تھے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا تھا اور ہم نے دنیاوی زندگی میں انہیں دولت بھی دی تھی، کہنے لگے یہ تو تمہاری مثل ایک بشر ہے۔ یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو اگر تم بشر مثلکم کے مطیع ہو گئے تو تم خسارے والے ہو جاؤ گے۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قوم عاد کے کافر سرداروں کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیاوی عیش و عشرت، سیم وزر، مال و منال سے مالا مال کیا تھا انہیں چاہیے تھا کہ رب العالمین جل وعلا کے حضور سربسجود ہو جاتے اور اللہ کریم کے بھیجے ہوئے نبی سیدنا ہود علیہ السلام کی اطاعت و فرماں برداری بجا لاتے۔ مگر انہوں نے نہ ہی خداوند عالم کو اپنا معبود تسلیم کیا اور نہ ہی روزِ قیامت کے برپا ہونے کو مانا، بلکہ قوم کے سرداروں نے اپنی قوم سے کہا کہ خبردار حضرت ہود علیہ السلام کی اطاعت نہ کرنا، یہ تو تمہاری ہی مثل بشر ہیں اور تمہاری ہی طرح کھاتے اور پیتے ہیں۔ یاد رکھو! اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم ضرور خسارے والے ہو جاؤ گے۔

سامعین کرام! آج بھی کچھ ایسے بے ادب اور گستاخ لوگ مسلمانوں سے یہ کہتے ہیں کہ نبی تو معاذ اللہ ہماری ہی مثل ہے، وہ ہماری طرح ہی کھاتے اور پیتے ہیں۔ قوم عاد کے سرداروں نے کہا تھا کہ اگر تم ہود علیہ السلام کی اطاعت کرو گے تو خسارے والے ہو جاؤ گے مگر ان کا فتویٰ تو ان سے بھی سخت ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر نبی کی غلامی کرو گے ان کے در کے بھکاری بنو گے تو مشرک ہو جاؤ گے

سامعین کرام: انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی مثل بشر کہنا طریقۂ کفار ہے۔

قوم ثمود قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے کہ قوم ثمود نے بھی رسولوں کو بشر کہا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ (پ ۲۷ - ع ۹)

قوم ثمود نے پیغمبروں کی تکذیب کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ایک ہے بشر جس کی ہم اتباع کریں جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں۔

سیدنا صالح علیہ السلام کی قوم سیدنا صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دعوت توحید دی، تو انہوں نے کہا۔

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (پ ۱۹ ع ۱۲)

تم تو ہماری مثل ہی بشر ہو، تو کوئی نشانی لاؤ، اگر تم سچے ہو

سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم سیدنا شعیب علیہ السلام نے جب قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری تابعداری کرو، ناپ تول میں کمی نہ کرو اور زمین پر فساد نہ پھیلاؤ۔ اس رب العالمین سے ڈرو کہ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، تو آپ کی قوم کے کفاروں نے کہا۔

وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (پ ۱۹ ع ۱۲)

تُو تو ہماری ہی مثل بشر ہے

سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے برادر حضرت ہارون علیہ السلام کھلی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس پہنچے، مگر فرعون اور فرعونیوں نے دعوت حق تسلیم کرنے کے بجائے یہ کہا۔

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (پ ۱۸ ع ۳)

تو ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے

مُشرکینِ مکہ

حضور تاجدارِ دوجہاں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق مشرکینِ مکہ نے کہا:

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (پ ۱۷ ع ۱) یہ کون ہیں ایک تمہاری ہی مثل بشر ہیں۔

جب آپ نے قرآن کریم کی مقدس آیات کی تلاوت کی، تو مشرکین نے کہا،

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (پ ۲۹ ع ۱۵) یہ ایک بشر ہی کا کلام ہے۔

سامعین کرام! مخلوق میں سب سے پہلے تو ابلیس لعین نے جناب آدم علیہ السلام کو بشر کہا تھا جس کی وہ سزا پا رہا ہے قیامت تک پاتے گا اور پھر ابدی ناری رہے گا۔

سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبوت کا انکار کیا اور انہیں بشر کہا۔ قرآن گواہ ہے کہ اس قوم کو پانی میں غرق کر دیا گیا۔

اسی طرح قوم عاد و ثمود نے اپنے نبیوں کو بشر کہا تو انہیں بھی نیست و نابود کر دیا گیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کو بھی بشر کہنے والے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بے نام ہو گئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو بشر کہنے والوں کو بھی تباہ و برباد کر دیا گیا۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بشر کہنے والے فرعون اور اس کے حواریوں کو غرق کر دیا گیا۔

حضور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی مثل بشر کہنے والے مشرکینِ مکہ قیامت تک کے لیے ذلیل و خوار ہو گئے۔

حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

کافراں گفتند احمد را بشر

ایں نمی دیدند از وشق القمر

یعنی کافروں نے محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بشر کہا اور یہ نہ دیکھا کہ ان کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

تقویۃ الایمان

اب ان نام نہاد مسلمانوں کو یہ سوچنا چاہیئے کہ ان کا ٹھکانا کدھر ہے جن کے پیشوا نے اپنا عقیدہ تقویۃ الایمان میں اس طرح لکھا ہے۔

"اولیاء، انبیاء، امام زادہ، پیر، شہید یعنی جتنے بھی اللہ کے بندے ہیں سب کے سب انسان ہیں اور بندے عاجز ہیں اور ہمارے بھائی ہیں، مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے اور ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔" (تقویۃ الایمان صـ ۵۸)

سامعین کرام! اس عبارت پر غور فرمایئے کہ ان بدعقیدہ لوگوں کے نزدیک معاذ اللہ اولیاء، انبیاء، امام زادے، شہید وغیرہم سب عاجز ہیں اور ان کے بڑے بھائی ہیں۔ انبیاء کرام و اولیاء عظام کو بڑا بھائی کہنا انہیں بے دینوں کا حصہ ہے۔

حضراتِ محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ و صدقہ سے ہمارے پاس بزرگانِ دین اور اولیائے کاملین کا سچا عقیدہ ہے، ہمارے ہاتھوں میں ان کا دامن ہے۔ سرکارِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالیٰ بارگاہ ختم النبیین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کرتے ہیں ؎

تیرا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں، تیرا محرمِ راز ہے روح الامیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا، تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ خدا تعالیٰ کی قسم اٹھا کر عرض کناں ہوتے ہیں "ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم" اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جیسے کائنات عالم میں دوسرا خدا نہیں ایسے ہی حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا دوسرا مصطفیٰ نہیں۔

دربانِ مصطفیٰ

شیخ المحققین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" میں نقل فرماتے ہیں،

حضرت جبرائیل علیہ السلام دو مرتبہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چار مرتبہ سیدنا ادریس علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے ۔ ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کے دربار میں بارہ مرتبہ حاضر ہوئے ۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں بیالیس مرتبہ حاضر ہوئے ۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک سو چار مرتبہ حاضر ہوئے اور

فرود آمد جبرئیل علیہ السلام بر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیست و چہار ہزار مرتبہ (مدارج النبوۃ ص ۳۶ ج ۲)

جبرئیل علیہ السلام حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں چوبیس ہزار مرتبہ حاضر ہوئے۔

جبرئیل علیہ السلام کا عقیدہ

حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالیہ میں چوبیس ہزار مرتبہ حاضر ہونے والا جبرئیل، نوریوں کا سردار، عرشیوں کا تاجدار کا عقیدہ ہے ؛

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (نشر الطیب ص ۱۲)

میں تمام مشارق اور مغارب میں پھرا لیکن میں نے کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا۔

اللہ اللہ نوریوں کے سردار کا عقیدہ ہے کہ پوری کائنات میں محبوبِ کبریا، سیدِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مثل کوئی نہیں ہے۔ سرکارِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ اس کی ترجمانی اس طرح کرتے ہیں ؎

یہی بولے سدرہ والے، چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا، تجھے حمد ہے خدایا

سیدنا علی المرتضیٰ کا عقیدہ

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق

اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح کرتے ہیں،

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ترمذی، مشکوٰۃ ص۵۱۸)

میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا نہ بعد میں۔

سبھی میں نے چھان ڈالے، تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا، تجھے حمد ہے خدایا

سیدنا ابوہریرہ کا عقیدہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیارے نبی سے عقیدت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں،

مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ ص۵۱۸)

میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ حسین کسی شئی کو نہیں دیکھا۔

شعر:
سبھی میں نے چھان ڈالے، تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا، تجھے حمد ہے خدایا

خدا کی قسم، ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں اولیاء، اتقیاء مل کر بھی سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی کے مرتبہ کو نہیں پا سکتے اور لاکھوں صحابہ کرام مل کر کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام مل کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

حقیقتِ محمدیہ

تاجدارِ دوجہاں فخرِ مرسلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی مثل بشر سمجھنے والو! انہیں بڑا بھائی کہنے والو!

یہ وہ آقا ہیں جن کی حقیقت کو کما حقہ وہ بھی نہ سمجھ سکے جو غار اور مزار کے ساتھی ہیں۔ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے [illegible] اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا،

يَا اَبَا بَكْرٍ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ لَمْ يَعْلَمْنِیْ حَقِيْقَةً غَيْرُ رَبِّیْ۔ (مطالع المسرات صـــ ۱۲۳)

اے ابوبکر! اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میری حقیقت کو میرے خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

محمد سرِ وحدت ہے، کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے، حقیقت میں خدا جانے

حقیقت کیا کوئی جانے تمہاری
کہ تم نورِ خدا ہو یا بشر ہو

امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

اَعْيَى الْوَرٰی فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرٰی
لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْفَحِمٖ

یعنی مخلوق نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت سمجھنے سے عاجز آگئی اور حضور کے نزدیک اور دُور کوئی ایسا نہیں جو آپ کے آگے عاجز اور لاجواب نہ ہو گیا ہو۔

حسان بن ثابت کا عقیدہ

دربارِ رسالت کے معروف ثناخواں سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان یوں بیان فرماتے ہیں ؎

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِیْ
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

یا رسول اللہ! آپ جیسا حسین ترین میری آنکھ نے نہیں دیکھا بلکہ آپ جیسا حسین و جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں

شیخ محقق کا عقیدہ

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور تاجدارِ مدینہ وسرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سر تاپا نور ہی نور تھے آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر آنکھیں چندھیا جاتی تھیں، آپ کا چہرۂ انور چاند سورج سے زیادہ روشن تھا، مگر آپ کا جلوۂ بے مثال خدا تعالیٰ نے مستور کر رکھا تھا۔

گر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے	اگر آپ نے لباس بشریت نہ پہنا ہوتا تو کسی
ہیچ کس را مجال نظر و ادراک حسن او ممکن	کو آپ کے حسن کو دیکھنا ممکن نہ ہوتا۔

نہ بودی۔ (مدارج النبوۃ صفحہ ۱۳۷ ج ۱)

مولوی محمد قاسم نانوتوی دیوبندی کہتے ہیں

دیوبندیوں کے رہنما اور پیشوا مولوی قاسم صاحب اپنے کلام میں محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی مدح سرائی اس طرح کرتے ہیں ؎

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کچھ بھی کسی نے تجھے بجز ستار

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مثل کہنے والو ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

کہاں تم اور کہاں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم؟

پیر مہر علی شاہ کا عقیدہ

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

اس صورت نوں میں جان آکھاں	جانان کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں	جس شان توں شاناں سب بنیاں
ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں	بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اس مورت تھیں	وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

مولانا جامی کا عقیدہ

وصلی اللہ علیٰ نورِ کزو شد نورہا پیدا
زمیں در حبِ او ساکن فلک در عشق او شیدا

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنی مثل کہنے والو!

اُن کی جبینِ اقدس طٰہٰ ہے — اُن کا چہرۂ انور والضحیٰ ہے

اُن کی زلفیں عنبریں وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ہیں

اُن کی آنکھیں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ہیں

اُن کے لب وَحْیٌ یُّوْحٰی ہیں۔

اُن کا کلام، کلامِ خدا، اُن کی ہر بات وحیِ خدا ہے۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

اُن کی اطاعت، اطاعتِ خدا ہے، وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

اُن کی بیعت، بیعتِ خدا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ۔

اُن کی مار، مارِ خدا ہے، وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔

اُن کی رضا، رضائے خدا ہے كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاكَ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اُن کی ذات، دلیلِ خدا ہے قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

ان کا دیدار، دیدارِ خدا ہے مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ

وہ آئینۂ حق نما ہیں	وہ جلوۂ شانِ کبریا ہیں
وہ باعثِ فخرِ کون و مکاں ہیں	وہ وجہِ ظہورِ امکاں ہیں
وہ محبوبِ باری و نورِ یزداں ہیں	وہ صدرِ محشر و میرِ خوباں ہیں
وہ نبیِ بحر و بر و سلطانِ جہاں ہیں	وہ مالکِ کوثر و وارثِ جناں ہیں
وہ خطیب الانبیاء و سیدِ مرسلاں ہیں	وہ جانِ کائنات و سرورِ انس و جاں ہیں
وہ رحمۃ للعالمین و نبی آخر الزماں ہیں	وہ شفیعِ امتاں و شہنشاہِ دوجہاں ہیں
وہ صاحبِ تاج و معراج آسمان ...	...ش و فرش ان ... پر رواں ہیں

ان کی حاکمیت پر قرآن گواہ ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ان کو جانور سجدہ کرتے ہیں ــــــ ان کے آگے درخت جھک جاتے ہیں
ان کو پتھر سلام کہتے ہیں ــــــ ان کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے
ان کے حکم سے ڈوبا ہوا سورج واپس آجاتا ہے ان کے حکم سے کنکریوں میں قوتِ گویائی آجاتی ہے

نبوت میں رسالت میں کمالات و فضیلت میں
نہیں ملتا تمہارا کوئی ثانی یا رسول اللہ

ان کا خلق، خلقِ عظیم ہے وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ۔
ان کی مقدس زندگی و رُخ انور اور جائے مسکن کی خدا نے قسم اٹھائی ہے
ان کے ذکر کو رب تبارک و تعالیٰ نے بلند کیا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔
وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہیں :
لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا ۔

وہ مکی ہیں، وہ مدنی ہیں ــــ وہ قریشی ہیں، ہاشمی ہیں
وہ اصل الاصول ہیں، مقصودِ کائنات ہیں ــ وہ دعائے خلیل و نویدِ مسیحا ہیں
وہ نورِ مجسم و شفیعِ معظم ہیں ــ وہ رحمتِ عالم و نبیِ اکرم ہیں
وہ ہادیِ سبل و مولائے کل ہیں ــ وہ ختمِ رسل، و مالکِ کل ہیں
وہ بدر الدجیٰ و شمس الضحیٰ ہیں ــ وہ نور الہدیٰ و صدر العلیٰ ہیں
وہ کہف الوریٰ و دافع البلا ہیں ــ وہ ماحی الذنوب و الخطا ہیں
وہ شافع روز جزا ہیں ــ وہ رازدارِ خدا جل علا ہیں
وہ مرتضیٰ ہیں، وہ مصطفیٰ ہیں ــ وہ مجتبیٰ ہیں، وہ مشکل کشا ہیں
وہ ہادی ہیں، وہ مہدی ہیں ــ وہ اوّل ہیں، وہ آخر ہیں
وہ ظاہر بھی ہیں باطن بھی ہیں

وہ احمد بھی ہیں، محمد بھی ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

اُن کے در کا دربان جبرئیل امین ہے اُن کی شان رحمۃ للعالمین ہے

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝

وہ یتیموں کے والی اور غریبوں کے حامی ہیں، وہ مصیبت زدوں کے حاجت روا ہیں

اُن کی بارگاہ گناہ گاروں کی پناہ گاہ ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

اُن کے تلووں کا دُھوون آبِ حیات ہے اُن کے قدموں کی مٹی سُرمۂ شفا ہے

اُن کا لعابِ دہن ہر مرض کی دوا ہے | اُن کا پسینہ عطرِ بے بہا ہے

اُن کا کالا کمبل مزمل ہے! | اُن کی سوتی چادر مدثر ہے

اُن کا چہرۂ انور وجہ اللہ ہے | ان کا ہاتھ مبارک یداللہ ہے

وہ نور من نور اللہ ہے | وہ نبی اللہ و حبیب اللہ ہے

اپنی مثل بشر کہنے والو! وہ تمہاری طرح بشر نہیں، وہ بشیر ہیں، وہ نذیر ہیں

وہ خاکی نہیں ہیں افلاکی ہیں | وہ حوضِ کوثر پہ پیاسی امت کے ساقی ہیں

نہ انسانوں میں اُن کی مثل ہے | نہ نوریوں میں اُن کی مثال ہے

وہ محبوبِ ربِ ذوالجلال ہیں | وہ مخلوق میں بے مثل و بے مثال ہیں

وہ خود آپ اپنی نظیر ہیں | وہ مظہرِ شانِ ربِ قدیر ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ جل وعلا کی بارگاہ والا جاہ میں دلی دُعا ہے کہ وہ ہمیں حضور آقائے نامدار سید ابرار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سچی اور پکی غلامی نصیب فرمائے اور روزِ محشر آپ کی شفاعت مرحمت فرمائے۔

آمین ثم آمین! بحرمت سید العالمین والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۝

عظمتِ والدین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ
الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔
وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ
اِحْسَانًا ۔ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا
اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْ ھُمَا
وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ۔ وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ
الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا
رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ
وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ [illegible]ن ۔

سامعین کرام! آج میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآنِ مجید وفرقانِ حمید کے پندرھویں پارے میں سے دو آیات بینات تلاوت کی ہیں۔ سب سے پہلے ان کا ترجمہ سماعت فرمائیں اور اس کے بعد ان آیات کی تشریح و تفسیر بیان کی جائے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا کا ارشادِ گرامی ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَـقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ؀ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؀ (پ۱۵-ع۳)	اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو، اگر تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائے ایک یا دونوں، تو انہیں اُف نہ کہنا اور نہ ہی انہیں جھڑکنا، ان سے تعظیم کی بات کرنا اور ان کے لیے نرم دلی سے عاجزی کا بازو پھیلانا اور عرض کرنا کہ اے میرے رب! میرے والدین پر رحم فرما، جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں پرورش کیا۔

سامعین کرام! ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل وعلا نے اپنی عبادت اور والدین کی اطاعت کا ذکر فرمایا ہے۔ اے لوگو! تمہارے خالق ومالک کا تمہیں حکم ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ اور اپنے ماں باپ کی تعظیم وتوقیر کرو۔ خصوصی طور پر، جب وہ بوڑھے ہو جائیں، تو ان کے سامنے اف تک نہ کہو، اور نہ ہی انہیں جھڑک دو، بلکہ ان کے سامنے عاجزی اور انکساری سے رہو، اور ان کی بخشش ومغفرت کے لیے دُعا مانگتے رہنا اور کہو،

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ہ (پ ۱۵ - ع ۳) — اے میرے رب! میرے والدین پر رحم فرما جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں پرورش کیا

سامعین کرام! اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر اپنی عبادت کے ساتھ والدین کی اطاعت کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے ،

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ہ (پ ۵ - ع ۳) — اور اللہ کی بندگی کرو، اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔ (پ ۱ - ع ۲) — اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو۔

ان آیات بینات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے انسان کو جسم اور روح عطا فرماتے اور والدین انسان کے لیے دنیا میں پیدا ہونے کا سبب ہیں۔ اب ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مالک و خالق کی بندگی کرکے اس کے حضور سر بسجود رہے اس کی عبادت کے لیے ہر وقت کمربستہ رہے اور جن کے ذریعے اس دنیا میں پیدا ہوا ہے ان کی بھی تعظیم و تکریم کرتا رہے اور ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا رہے۔

حسن سلوک کا حقدار کون؟

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا،

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ (مشکوٰۃ) — یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟

حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس غلام کا سوال سُن کر فرمایا: اُمُّكَ تیری ماں۔ اس نے پھر عرض کیا پھر کون؟ قَالَ اُمُّكَ۔ فرمایا، تیری ماں۔ اس نے پھر عرض کیا: ثُمَّ مَنْ۔ پھر کون؟ قَالَ اُمُّكَ فرمایا تیری ماں اس نے چوتھی مرتبہ پھر عرض کیا ثُمَّ مَنْ۔ پھر کون؟ قَالَ اَبُوْكَ۔ فرمایا تیرا باپ

سامعین کرام! حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کرنے والے نے چار مرتبہ عرض کیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟" آپ نے اس کے جواب میں تین مرتبہ فرمایا "تیرے حسن سلوک کی زیادہ حقدار تیری والدہ ہے اور چوتھی دفعہ فرمایا تیرا والد"

اس فرمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم ہوا کہ والدہ کا حق اولاد پر والد سے زیادہ ہے اور قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ (پ ۲۱ - ع ۱۱)

اور ہم نے آدمی کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید فرمائی، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا اور کمزوری پر کمزوری جھیلتے ہوئے

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا (پ ۲۶ ع ۲)

اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے، اس کی ماں نے اسے تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور اسے تکلیف میں جنا۔

ان دونوں آیات بینات میں اللہ رب العزت ذوالجلال والاکرام کا ارشاد ہے کہ ہم نے آدمی کو اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرے خصوصی طور پر والدہ کے ساتھ اس لیے کہ اولاد کی پرورش میں سب سے زیادہ والدہ کو ہی مشقت برداشت کرنا ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان ساری زندگی جتنی بھی کوشش کرتا رہے، پھر بھی والدہ کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

ماں دی خدمت وچ جے بندہ ساری رات کھلووے
پھر وی اس توں اک گھڑی دا حق ادا ناں ہووے
ماں دی شان نہ مکے مکائیاں لکھے خلقت ساری
بعد خدا دے ہے پچھے دی ماں ای پالن ہاری

سات حج

حکایات میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بوڑھی والدہ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر سات مرتبہ حج کروایا۔ جب آخر مرتبہ طواف سے فارغ ہوا تو میزاب رحمت کے سامنے کھڑے ہو کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: "اے اللہ! میں نے اپنی والدہ محترمہ کو کندھوں پر اٹھا کر سات مرتبہ حج کروایا ہے کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا ہے؟" تو پھر کسی کہنے والے کی آواز اس سعادتمند بیٹے کے کانوں میں آئی: "والدہ کو کاندھوں پر اٹھا کر سات حج کروا کر کہنے والے کہ میں نے ماں کا حق ادا کر دیا ہے، ابھی تو تو ایک رات کا حق بھی ادا نہیں کر سکا۔"

جنت مل سی ماں دے قدماں اندر سیس جھکایاں
ماں دا حق ادا نہیں ہندا لکھ دی حج کرایاں
پر جو خدمت ماں دی کردے دوجگ وچہ تر جاندے
نافرمان جو ماں دے ہندے ڈب جاندے، ہر جاندے
پچھو بایزید دے کولوں ماں کنج جھولی بھر دیندی
اک گھڑی دی خدمت جہدی غوث قطب کر دیندی

والدہ کی عظمت وشان اور مقام کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

ولایت عطا ہو گئی

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جتنے مراتب حاصل ہوتے، وہ سب والدہ کی اطاعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ

میری والدہ نے رات کے وقت مجھے فرمایا: "بیٹا پانی لاؤ"۔ حسنِ اتفاق سے اس رات گھر میں پانی موجود نہ تھا۔ میں رات کے وقت ہی گھڑا لے کر نہر پر پہنچا اور وہاں سے پانی لے کر گھر آیا اور ایک گلاس پانی لے کر والدہ محترمہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوگیا۔

سرکار بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "میرے دور سے پانی لانے کی وجہ سے والدہ محترمہ محوِ خواب ہوگئیں۔ میں پانی لیے ساری رات ان کی چارپائی کے قریب کھڑا رہا۔ سردی کی وجہ سے پانی یخ ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب میری والدہ کی آنکھ کھلی تو میں نے پانی پیش کیا، تو والدہ نے فرمایا: "بیٹا تم پانی رکھ کر سو جاتے، کھڑا رہنے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے عرض کیا: "محض اس خوف سے کھڑا رہا کہ مبادا آپ بیدار ہوں اور پانی نہ پی سکیں۔" والدہ نے یہ سُن کر بہت دعائیں دیں (تذکرۃ الاولیاء ص)

ماں دی پاک دُعا دے صدقے رتبے ملے اُچیرے
لکھاں ولیاں تاوں لنگھے بایزید اگیرے

ماں دی نیند توں کرناں توں وی اپنی نیند پیاری
ماں ہمیشہ تیری خاطر کٹ دی لے بیداری
ماں دی عظمت شان جے پچھنی پچھو کسے ولی توں،
یا پھر پچھنی شان جے ماں دی پچھو پاک نبی توں،
مائی حلیمہ سی اکواری کول حضور دے آئی
استقبال اودے لئی اٹھے فوراً مدنی ماہی
اہلاً سہلاً مائی تاہیں سوہنے نے فرمایا!
اپنی چادر پاک بچھا کر اُتے سی بٹھلایا!

رضائی والدہ کی آمد

ایک مرتبہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جعرانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ

ایک ضعیفہ خاتون تشریف لائیں۔ حضور تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہوتے اور چادر کمبل مبارک بچھا کر انہیں اس پر بٹھایا۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ منظر دیکھا تو پوچھا یہ کون خاتون ہیں جن کی آپ اتنی تکریم فرما رہے ہیں؟ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۰)

دسیا اک صحابی ایہہ سے شاناں پاون والی
سوہنے پاک رسول اللہ نوں دودھ پلاون والی
دودھ پلاون والی ماں نے جے ایہہ رتبہ پایا
شان اوہدی کی ہوسی جس دی گود دی سوہنا آیا
آمنہ پاک نوں لکھ سلاماں لکھ لکھ ہون دعاواں
جس دے صدقے سدقے ہر اک ماں نے شاناں پایاں
جنہے دسی خلقت تائیں ماں دی شان اُچیری
جنہے دسیا ماں دے قدماں وچ جنت لئے تیری

جنت ماں کے قدموں میں

ایک شخص سرکار دو عالم حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا، یا رسول اللہ! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے مشورہ لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تیری ماں (زندہ) ہے؟ عرض کیا ہاں!

قَالَ فَالْزِمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱)

فرمایا اسے لازم پکڑو کیونکہ جنت اس کے قدموں میں ہے۔

قربان جاؤں حضور شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام سے فرمایا کہ جاؤ اپنی والدہ کی خدمت کرو، جنت تمہاری والدہ کے قدموں میں ہے۔

سامعین کرام! حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جنت تمہاری ماں کے قدموں میں ہے۔ یہ آپ کا ارشادِ گرامی تمام مسلمانوں کے لیے مطلقاً ہے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر تمہاری والدہ روزے رکھتی ہے، تو پھر تمہاری جنت اس کے قدموں میں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اگر تمہاری والدہ نماز پڑھتی ہے، تو تب اس کے قدموں میں جنت ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اگر اس نے حج کیا ہے، تو پھر اس کے قدموں میں تمہاری جنت ہے۔ ہاں! ہاں! حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ نہیں فرمایا کہ اگر وہ زکوٰۃ ادا کرتی ہے تو پھر اس کے قدموں میں جنت ہے۔ بلکہ مطلقاً بلا تخصیص ارشاد فرمایا، جنت تمہاری ماؤں کے قدموں میں ہے۔ خدا نہ کرے کہ کسی کی ماں خواہ عبادت گزار نہ بھی ہو تو جب بھی اس کی جنت اس گناہ گار ماں ہی کے قدموں میں ہے۔

اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ ہماری مائیں گنہ گار ہی کیوں نہ ہوں، تب بھی ہماری جنت ان کے قدموں میں ہے۔ تو پھر اس طیبہ و طاہرہ اور مقدس و محترم ماں کی شان کیا ہوگی جسے قرآن کریم نے پانچ دس مسلمانوں کے لیے مخصوص نہیں کیا، بلکہ تمام مومنین کے لیے جتنے بھی قیامت تک ہوں گے، سب کی ماں کہا ہے، جو کہ صاحبِ قرآن کی زوجہ بھی تھیں اور قرآن کریم کی عالمہ بھی، جو مبشرہ بھی تھیں اور محدثہ بھی، جو عابدہ بھی تھیں اور زاہدہ بھی، جو صحابیہ بھی تھیں اور شاکرہ بھی، جو صدیقہ بھی تھیں اور عتیقہ بھی، جو عائشہ بھی تھیں اور تمام الاولیاء کی رفیقہ بھی جس کو احکم الحاکمین نے تمام مومنوں کی ماں قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

(پ ۲۱ - ع ۱۶)

حضور تاجدارِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی تمام ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔ ارشادِ ربانی کے مطابق اب جو مومن ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی ماں

ہیں اور جو شخص ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی ماں نہیں سمجھتا، وہ مومن نہیں۔ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام مومنوں کی ماں ہیں اور ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ اگر کوئی اپنی بے نماز ماں کا بے ادب اور گستاخ جنت میں نہیں جا سکتا، تو جو ام المومنین کا بے ادب اور گستاخ ہو وہ کیسے جنت میں جائے گا؟

والدین کا حق

سید عالم حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا،

مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلٰى وَلَدِهِمَا — والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟

حضور نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا،

هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ — وہ دونوں تیری جنت اور آگ ہیں

مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۱)

یعنی اگر تو اپنے والدین کی خدمت کرے گا، تو تو جنت میں چلا جائے گا اور اگر انہیں ناراض کرے گا، تو تجھے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

ایک اور جگہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے،

رِضَاءُ الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ — رب کی رضا باپ کی رضامندی میں ہے

وَسُخْطُ الرَّبِّ فِيْ سُخْطِ الْوَالِدِ۔ — اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۹)

اس فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے، وہ اپنے والد کو راضی کرلے۔

سامعین کرام! مومن کو والدین کی خدمت سے رب تبارک وتعالیٰ کی رضا حاصل

ہو جاتی ہے اور جسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو جائے اسے جنت مل جاتی ہے۔ خصوصی طور پر جو اپنے ماں باپ کا بڑھاپا پائے اور ان کی خدمت کر کے جنت نہ حاصل کرے اس جیسا بدنصیب اور کون ہو سکتا ہے؟

والدین کا بڑھاپا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "خاک آلود ہو اس کی ناک، خاک آلود ہو اس کی ناک، خاک آلود ہو اس کی ناک۔" عرض کیا گیا، "کس شخص کی؟"

قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (مسلم، مشکوٰۃ ص۴۱۸)

فرمایا، اس کی جو اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پائے ایک کو یا دونوں کو، پھر جنت میں نہ چلا جائے۔

سامعین کرام! قرآن کریم اور احادیث مبارکہ نے والدین کی خدمت اور بالخصوص بوڑھے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو بڑی اہمیت دی گئی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ضعیف العمری میں بوڑھے ماں باپ بسا اوقات ایسی بھی باتیں کرتے ہیں جنہیں نوجوان حضرات برداشت نہیں کرتے اور ماں باپ کی بے ادبی اور گستاخی کے گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: "لوگو خبردار! بوڑھے والدین کے سامنے اُف بھی نہ کرنا۔"

حکایت: میں ہے کہ ایک نو عمر بچے نے دیوار پر ایک کوا بیٹھا ہوا دیکھا تو اپنے والد سے کہنے لگا، اے ابا جان! وہ دیوار پر جو پرندہ بیٹھا ہے، اس کا نام کیا ہے؟ باپ نے کہا "بیٹا، وہ کوا ہے"۔ بیٹا کہنے لگا "ابا جان وہ دیوار پر کوا بیٹھا ہے؟" باپ نے کہا "ہاں بیٹا! وہ کوا ہے۔" بیٹے نے پھر کہا: ابا جان! وہ دیوار پر کوا بیٹھا ہے؟ یعنی بچوں کی عادت کے مطابق بار بار کہا حتیٰ کہ اس نے یہی سو مرتبہ کہا، باپ بھی ہر بار یہی کہتا رہا کہ

ہاں بیٹا وہ کوا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ایک کاغذ پر بھی یہ لکھتا رہا۔

چنانچہ جب بچہ جوان ہو گیا اور باپ بوڑھا ہوا تو اس نے دیکھا کہ دیوار پر ایک کوا بیٹھا ہوا ہے۔ بوڑھے باپ نے اپنے جوان بیٹے سے کہا کہ بیٹا دیکھو وہ دیوار پر کوا بیٹھا ہے؟ بیٹے نے جواب دیا "ہاں ابا جان! وہ کوا ہے" باپ نے پھر پوچھا "بیٹا وہ دیوار پر کوا بیٹھا ہے؟" تو بیٹا غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا "بابا جی کیا کائیں لگا رکھی ہے، جب ایک مرتبہ کہہ دیا وہ کوا ہے، تو بات کو ختم کرو۔ بوڑھے باپ نے وہ لکھا ہوا اپنا کاغذ نکالا اور کہا بیٹا اسے پڑھو۔ تم نے بچپن میں سو مرتبہ کہا تھا کہ ابا جان وہ کوا ہے، میں نے ہر بار بڑی محبت سے یہ جواب دیا تھا کہ ہاں بیٹا وہ کوا ہے اور جب میری باری آئی، تو دوسری مرتبہ ہی برہم ہو گئے۔

سامعین کرام! جب بچپن میں والدین اپنی اولاد کے ساتھ اتنی شفقت و محبت کرتے ہیں، ان کے کھانے پینے اور پہننے کا خیال رکھتے ہیں، تو اولاد کو بھی چاہیے کہ وہ بوڑھے ماں باپ کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھیں، بلکہ ان کی خدمت اپنی سعادت مندی تصور کریں اور سوچیں کہ اگر آج یہ بوڑھے ہیں، تو کل ہم بھی بوڑھے ہوں گے۔ آج اگر ہم ان کی خدمت کریں گے تو کل ہماری اولاد بھی ہماری خدمت کرے گی۔

حج مبرور

حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ۔ (مشکوٰۃ شریف)	جو بچہ اپنے والدین کی طرف ایک دفعہ نظرِ محبت سے دیکھے، اللہ تعالیٰ اس کے عوض ایک حج مقبول کا ثواب لکھتا ہے۔ عرض کیا گیا اگرچہ دن میں سو مرتبہ دیکھے، فرمایا ہاں چاہے سو مرتبہ دیکھے۔ اللہ سب سے بڑا اور سب سے اعلیٰ ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کو ایک دفعہ محبت کی نظر سے دیکھنے سے حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ تو کوئی بے شک دن میں سو مرتبہ والدین کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھے، تو اسے سو حج مقبول کا ثواب ہوگا۔ تو اب ان بدنصیبوں کو سوچنا چاہیے جو ماں باپ کو اپنے اوپر بوجھ سمجھتے ہیں اور ان کی خدمت کرنے کی بجائے ان کو طرح طرح سے پریشان کرتے ہیں، تو یاد رکھو ان کے لیے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مقدس ہے،

كُلُّ الذُّنُوْبِ يَغْفِرُ اللّٰهُ عَنْهَا	تمام گناہوں سے اللہ جو چاہے بخش دیگا
مَاشَاءَ اللّٰهُ اِلَّا عُقُوْقَ	سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے کہ اس
الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّهٗ يُعَجِّلُ لِصَاحِبِهٖ	شخص کے لیے موت سے پہلے ہی زندگی
فِى الْحَيٰوةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ (مشکوٰۃ ص۲۴۱)	میں ہی سزا دے دیتا ہے

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس گناہ کو چاہے معاف فرما دے، مگر والدین کے بے ادب اور گستاخ کے لیے معافی نہیں، بلکہ وہ اس گناہ کی سزا دنیا کی زندگی میں بھی پائے گا اور آخرت میں بھی۔

کمبل کے دو ٹکڑے

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں لکھتے ہیں، ایک نوجوان بیٹے نے اپنے بوڑھے باپ سے کہا: ابا جان! اگر آپ ہمارے گھر میں اسی طرح رہائش پذیر رہیں تو ہمارے گھر کا نظام خراب ہوگا۔ روز روز کی پریشانی سے بہتر ہے کہ آپ کسی اور جگہ اپنا ٹھکانہ بنالیں۔ بوڑھے باپ نے کہا: "بیٹا! اس عمر پیری میں اب کہاں جاؤں؟ بیٹا! اگر میری وجہ سے تمہیں تکلیف ہے تو مجھے خود کہیں لے جا کر چھوڑ آؤ۔" بیٹے نے کہا، درست ہے، چلو میں آپ کو خود ہی چھوڑ آتا ہوں۔ باپ بیٹا دونوں چلنے لگے تو اس بوڑھے کے پوتے نے کہا، "میں بھی باباجی کے ساتھ جاؤں گا۔" جوان بیٹا کہنے لگا ٹھیک ہے تم بھی

چلو" باپ، بیٹا اور پوتا تینوں چلتے چلتے جب ایک جنگل میں پہنچے تو جوان بیٹے نے اپنے بوڑھے باپ کو ایک پرانا کمبل تھمایا اور کہا "تو تم یہاں اپنی زندگی بسر کرلو" اور اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر واپس ہونے لگا۔

نو عمر پوتے نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا "ابو آپ ذرا ٹھہریئے" وہ رُک گیا تو اس بچے نے اپنے دادے سے کمبل اُچک لیا اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا دادا جان کو دے دیا اور دوسرا ٹکڑا ساتھ لے کر اپنے ابو کے پاس آگیا۔ نوجوان نے اپنے بیٹے سے کہا "تم نے اپنے دادا جان کا آدھا کمبل کیوں لے لیا ہے؟" نو عمر بچے نے کہا "آج تم جوان اور تمہارا باپ بوڑھا ہے، تم نے اسے ایک کمبل دے کر گھر سے نکال دیا ہے میں نے دادا جان کے کمبل کے دو ٹکڑے کر کے ایک لے لیا ہے تاکہ کل جب میں جوان ہو جاؤں، اور آپ بوڑھے ہو جائیں، تب یہی آدھا کمبل دے کر تمہیں بھی گھر سے نکال دوں" چنانچہ نوجوان نے اسی وقت اپنے والد سے معافی مانگی اور انہیں اپنے گھر لے آیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دُعا ہے کہ وہ ہمیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اپنے والدین کا فرمانبردار بنائے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ المبین

حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمِ ۔ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ۔

کیا نمرود نے بابل میں جب دعویٰ خدائی کا
جہاں میں عام شیوہ ہو گیا جب خودستائی کا
اندھیرا ہی اندھیرا کفر نے ہر سمت پھیلایا
تو ابراہیم کو اللہ نے مبعوث فرمایا

معزز سامعین حضرات! آج میں نے جو آیہ کریمہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا نے اپنے پیارے پیغمبر، جد انبیاء، خلیل کبریاء، واقف اسرارِ فنا، جدِ امجدِ مصطفیٰ، رسولِ ربِ کریم سیدنا ومولانا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عظمت وشان بیان فرمائی،

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝ (پ ۱۶ ع ۶)	اور یاد کرو کتاب میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو، بے شک وہ سچے نبی تھے۔

اس آیہ مقدسہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ یاد کرو کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کی سیرت پاک کو کہ وہ بے شک سچے نبی تھے۔

یاد منانا

حضرات گرامی! اللہ کریم کے مقبول اور خاص بندوں کا ذکر کرنا اور ان کی یاد منانا مالک دو جہاں خالق کائنات کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا ہے کہ میرے مقبول بندوں کو یاد کرو اور ان کا ذکر خیر کرو جیسا کہ قرآن کریم میں ہے؛

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ (پ ۱۶ ع ۵)	اور کتاب میں مریم کو یاد کرو
وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝ (پ ۱۶ ع ۷)	اور کتاب میں موسیٰ (علیہ السلام) کو یاد کرو، بیشک وہ چُنا ہوا اور غیب کی خبریں بتانے والا رسول تھا۔
وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝	اور کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کو یاد کرو، بے شک وہ وعدے کا سچا تھا اور غیب کی خبریں بتانے والا رسول تھا۔
وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِ[illegible]	[illegible] علیہ السلام)

كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿﴾ کو بے شک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں بتاتا

حضرات گرامی! ان آیات بینات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے قرآن کے پڑھنے والو! مریم کے واقعہ کو یاد کرو، سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یاد کرو۔

الحمد للہ! ہم اہل سنت وجماعت قرآن کریم کو مانتے ہیں، احکام خداوندی کو تسلیم کرتے ہیں، ہم اللہ والوں کی یادیں مناتے ہیں، ان کا ذکر کرتے ہیں اور محبوب کبریا، تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا میلاد منعقد کرتے ہیں کبھی ہمارے محلوں، ہمارے گھروں اور ہماری مسجدوں میں جشن عید میلاد النبی کا اہتمام ہوتا ہے، کبھی معراج النبی کا جلسہ ہوتا ہے، کبھی یوم صدیق اکبر کبھی یوم فاروق اعظم، یوم عثمان غنی، یوم علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) منایا جاتا ہے۔

کبھی ہم خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ کا عرس مناتے ہیں، کبھی داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ کی یاد مناتے ہیں، کبھی حضرت مجدد الف ثانی کا یوم مناتے ہیں، کبھی پیر جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ کا عرس کرتے ہیں اور ہر ماہ غوث صمدانی شہباز لامکانی سرکار میراں محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں شریف کی محفل منعقد کرتے ہیں۔ یہ سب جلسے جلوس اور اعراس و محفلیں اللہ والوں کی یاد تازہ کرنے کے لیے منعقد کرتے ہیں۔

حضرات محترم! اللہ والوں کی یادیں منانا، عید میلاد النبی شایان شان طریقے پر منانا اور اعراس ومحافل کا انعقاد کرنا یہ سب قرآن حکیم کے حکم کے عین مطابق ہے۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا،

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿﴾ (پ ۱۶ ع ۶)

اور یاد کرو کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کو بے شک وہ سچے نبی ہیں۔

سامعین کرام! اللہ تبارک وتعالیٰ، مالک الملک ہے وہ جسے چاہے اپنے ملک میں بادشاہی عطا فرما دے۔ خوش بخت ہیں وہ مقدس انسان جنہیں یہ انعام خداوندی حاصل ہوا انہوں نے شاہی

پہن کے اپنے منعم حقیقی اللہ رب العزت کی بارگاہِ اقدس میں سرِ نیاز جھکایا اور سُبحانَ ربّیَ الاَعلیٰ کی صدا بلند کی۔ مخلوقِ خدا پر عدل و انصاف کیا۔ یتیموں سے محبت، بیکسوں سے الفت کی بیواؤں کی خبر گیری، غریبوں، ناداروں کی دستگیری کی۔

اور سب سے زیادہ بدبخت وہ انسان ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا کی شہنشاہی دی اور انہوں نے اپنے خالق و مالک کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے غرور و تکبر کیا اور اَنَا رَبُّکُمُ الاَعلیٰ کہا۔ مخلوقِ خدا پر ظلم و ستم کیا۔ ان بدبخت انسانوں میں ایک نمرود لعین بھی تھا جسے اللہ تبارکُ تعالیٰ نے شرق سے لے کر غرب تک کی بادشاہی عطا کی اور وہ لعین بے دین اپنا سرِ نیاز بارگاہِ خداوندی میں جھکانے کی بجائے خود رب بن بیٹھا اور اپنی رعایا سے کہا میں تمہارا رب ہوں، لہٰذا مجھے سجدہ کرو۔ چنانچہ اس شاہی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لوگوں نے اس لعین کو سجدہ کرنا شروع کر دیا جس سے اس کے تکبر اور غرور میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ یہ لعین بڑے کروفر اور رعونت کے ساتھ تاجِ شاہی پہن کر تخت پر بیٹھتا۔ نجومیوں اور کاہنوں کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتا۔ ایک دن کاہنوں نے دیکھا کہ نمرود لعین بڑا پریشان ہے۔ انہوں نے پوچھا بادشاہ سلامت! تم آج غمزدہ کیوں ہو؟

خواب کی تعبیر

نمرود کہنے لگا: اے میرے کاہنو! اے نجومیو! آج رات میں نے خواب میں ایک ستارہ دیکھا ہے جس کی روشنی کے سامنے چاند سورج کی روشنی ماند پڑ گئی ہے۔ اس خواب نے مجھے از حد پریشان کر دیا ہے۔ کاہنوں اور نجومیوں نے یہ خواب سن کر کہا اے نمرود! اس کی تعبیر یہ ہے:

فَقَالُوا لَهُ اَنْ يُّوْلَدَ فِيْ بَلَدِكَ هٰذِهِ السَّنَةَ غُلَامٌ يُغَيِّرُ دِيْنَ اَهْلِ الْاَرْضِ وَيَكُوْنَ هَلَاكُكَ وَزَوَالُ مُلْكِكَ عَلٰى يَدَيْهِ۔

تو انہوں نے اس سے کہا کہ تیرے شہر میں اس سال ایک بچہ پیدا ہو گا جو اہلِ زمین کے دین کو بدل دے گا اور اس کے ہاتھوں سے تیری ہلاکت ہو گی اور تیری بادشاہی کو زوال

تفسیر الصاوی صفحہ ۳۲ جلد ۲

چنانچہ جب کاہنوں نجومیوں نے خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ اے نمرود! تیری سلطنت میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو تیری ہلاکت اور تیری بادشاہی کی تباہی و بربادی کا باعث ہوگا۔ تو نمرود نے یہ حکم جاری کر دیا کہ اس سال جو بھی بچہ پیدا ہو، اسے قتل کر دیا جائے اور آئندہ سب مرد اپنی عورتوں سے علیحدہ رہیں (تفسیر مظہری)

شاہی حکم سے جو بھی بچہ پیدا ہوتا، اسے قتل کر دیا جاتا۔ نمرود لعین کا خیال تھا کہ اس طرح وہ بچہ دنیا میں آتے ہی قتل کر دیا جائے گا اور وہ ہلاکت سے بچ جائے گا، مگر جس کی حفاظت خود خالقِ دو جہان فرمائے، اسے کون مار سکتا ہے ؎

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

ولادتِ خلیل اللہ علیہ السلام

شاہی حکم سے بچوں کو مسلسل قتل کیا جا رہا تھا مگر سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام اپنے والدِ گرامی کے صلبِ اطہر سے شکمِ مادر میں پہنچ چکے تھے، مگر کسی کو خبر نہ ہو سکی۔ بالآخر جب وقتِ ولادت قریب آیا تو آپ کی والدہ محترمہ جنگل کی ایک وادی میں تشریف لے گئیں اور ایک غار میں ٹھہر گئیں۔ سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام اسی غار میں کتمِ عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوئے۔ جب آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے نورِ نظر کو دیکھا تو دل و جان سے فدا ہو گئیں۔ بچہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، ماں تو اس سے محبت کرتی ہے۔ تو جس کی پیشانی میں نورِ محمدی چمک رہا ہو، اس کے حسن کا کیا عالم ہوگا!

حضراتِ محترم! ماں جب بھی اپنے بچے کو دیکھتی ہے تو خوش ہوتی ہے، مگر سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کی والدہ محترمہ جب اپنے دل بند ارجمند کی طرف نظر کرتی ہیں تو آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ نکلتی ہیں، اس لیے کہ حاکمِ وقت کا حکم تھا کہ ہر نومولود بچہ کو قتل کر دیا جائے۔ سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کی والدہ کو جب بھی یہ خیال آتا، تو آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ نجانے کب کوئی شخص میرے [illegible] کو کسی وقت [illegible] آنکھوں کے سامنے میرا نورِ نظر

ذبح کر دیا جائے۔ بہر حال سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے بڑے صبر کے ساتھ اپنے بچے کی پیشانی کا بوسہ لیا اور گود سے اتار کر اس غار میں لٹا دیا اور اکیلی گھر کی طرف واپس آگئیں۔

چنانچہ ایک شاعر کہتے ہیں ؎

دلِ ناشاد کی حالت دلِ ناشاد ہی جانے
غمِ اولاد کوئی صاحبِ اولاد ہی جانے

پھر چند روز کے بعد آپ دوبارہ اسی غار میں پہنچیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ اُن کا نورِ نظر گوشۂ جگر بالکل صحیح سلامت ہے اور اپنا انگوٹھا چوس رہا ہے اس کے بعد آپ کی والدہ بڑی رازداری سے اس غار میں تشریف لے جاتیں اور دیکھ بھال کر آتیں۔

چنانچہ جب سیدنا خلیل علیہ السلام کچھ بڑے ہوئے تو آپ نے کیا دیکھا کہ پوری قوم نمرود بُت پرستی میں اس قدر گم ہو چکی ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کی برتری ان کے قلوب و اذہان سے محو و معدوم ہو چکی ہے۔ غضب کی بات یہ کہ آپ کا چچا آذر نہ صرف بُت پرست تھا بلکہ بُت گر اور بُت فروش بھی تھا۔

سلسلہ تبلیغ سیدنا خلیل علیہ السلام نے تبلیغ کا سلسلہ اپنے گھر سے ہی شروع فرمایا۔ اس مقام پر ان لوگوں کو بھی سبق سیکھنا چاہیے جن کے بیوی بچے بے نماز ہوتے ہیں۔ اردگرد بسنے والے بیسیوں بے نماز ہوتے ہیں، مگر وہ خود نماز کی تبلیغ کرنے کے لیے بستر ساتھ لیے کسی اور شہر میں تشریف لے جاتے ہیں۔ تبلیغ ضرور ہونی چاہیے، مگر اول خویش بعد درویش، پہلے اپنے گھر کی خبر لو، پھر دوسرے شہر میں پہنچو۔

سیدنا خلیل علیہ السلام نے پہلے اپنے گھر سے ہی تبلیغ کا آغاز فرمایا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْٓ	اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر سے فرمایا کیا تو بتوں کو خدا کہتا ہے بےشک میں تجھے

اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۝ (پ ۷، ع ۱۵) اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔

اس آیہ کریمہ میں جو لفظ اَب ہے تو عربی میں اَب جس طرح باپ کے لیے استعمال کرتے ہیں، اسی طرح اَب چچا کے لیے بھی مستعمل ہے تو آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور والدِ گرامی کا نام نامی تارخ تھا۔ حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔

لَمْ اَزَلْ اُنْقَلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِیْنَ اِلٰی اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ (روح المعانی ۱۷۹/۲۲) میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔

یہاں سے یہ معلوم کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہ سے لے کر سیدنا آدم علیہ السلام تک سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد پاک ہیں۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (پ ۱۰ ع ۱) بے شک مشرک پلید ہیں

تو آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ آذر کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے آباؤ اجداد میں کیسے جگہ مل سکتی ہے۔ تو جب سید الانبیاء حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے آباؤ اجداد تا آدم علیہ السلام پاک ہیں تو پھر حقیقت تسلیم کرنا ہو گی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والدِ گرامی بھی پاک ہیں۔ آذر آپ کا چچا تھا جو بت پرست، بت گر اور بت فروش تھا۔

سامعین کرام! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تبلیغ کا سلسلہ گھر سے شروع فرمایا اور چچا سے کہا کہ تو اور تیری قوم گمراہ ہے۔ پھر آپ نے چاند، سورج اور ستاروں کی ربوبیت کی تردید کے لیے حکیمانہ طریقہ اختیار فرمایا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح ہے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ۝ (پ ۷ - ع ۱۵)

پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا تو ایک ستارہ دیکھا تو فرمایا اسے میرا رب ٹھہراتے ہو، پھر جب وہ چھپ گیا تو فرمایا میں چھپ جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ٥ (پ ۷، ع ۱۵)

پھر جب چمکتا ہوا چاند دیکھا تو فرمایا اسے میرا رب ٹھہراتے ہو! پھر جب وہ چھپ گیا، تو آپ نے فرمایا اگر مجھے رب ہدایت نہ کرتا تو میں انہیں گمراہوں میں ہوتا۔

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَا اَكْبَرُ فَلَمَّا اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ٥ (پ ۷، ع ۱۵)

پھر جب آفتاب کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا اسے میرا رب ٹھہراتے ہو یہ تو سب سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا اے میری قوم بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

حضرات محترم! سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا چچا آذر اور اس کی قوم بتوں کی پرستش کے علاوہ چاند، سورج اور ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ آپ نے بڑے حکیمانہ طریقہ سے انہیں سمجھایا کہ رات کے وقت جب ستارہ طلوع ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس کو رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ چھپ گیا تو فرمایا کہ جو چھپ جاتے ہیں اس سے محبت نہیں کرتا اور وہ عبادت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ ستارے چھپ جانے کے بعد چاند کو چمکتا ہوا دیکھ کر فرمایا کیا اسے رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب چاند بھی چھپ گیا تو فرمایا جو چھپ جاتے، وہ رب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پھر صبح ہوئی تو سورج طلوع ہوا تو اس کی چمک دمک کو دیکھ کر فرمایا کیا تم اسے رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب شام کو سورج غروب ہو گیا، تو آپ نے فرمایا اے میری قوم! میں ان معبودانِ باطلہ سے بیزار ہوں۔ اے میری قوم! میں دنیا میں دھوکہ کھانے کے لیے نہیں آیا، بلکہ دنیا کو دھوکے سے نکالنے کے لیے آیا ہوں۔ اے قوم! عقل سے کام لو۔ ستارے کی چمک، چاند کی روشنی اور سورج کی گرمی سے دھوکا نہ کھاؤ۔ خدا تعالیٰ تو وہ ہے جس نے سورج چاند اور ستاروں بلکہ کل جہان پیدا فرمائے۔ وہی سب کا خالق و مالک اور معبود ہے، وہی عبادت کے لائق ہے، اسی کے حضور سر بسجود ہو جاؤ۔

اب آذر اور قوم کے پاس سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حکیمانہ باتوں کو جھٹلانے کی کوئی دلیل نہ تھی۔ چاہیے تھا کہ وہ امرِ حق دل سے قبول کر لیتے، مگر وہ آپ کے ساتھ لڑنے جھگڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام برابر انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہے کہ چاند سورج اور ستارے خدا نہیں ہیں۔ مٹی اور پتھر کی بے جان مورتیاں پرستش کے لائق نہیں؛ چنانچہ بتوں کے بارے اُن کے دل و دماغ میں یہ تاثر راسخ ہو چکا تھا کہ اگر ہم ان کی توہین کے مرتکب ہوئے تو برباد ہو جائیں گے۔

بُتوں کی تذلیل

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا چچا بُت فروش تھا۔ آپ نے ایک مرتبہ اس کے ایک بُت کو پکڑا اور بازار میں جا کر فرمایا کہ کون خریدتا ہے وہ چیز جو کہ صرف نقصان ہی نقصان دیتی ہے، نفع ہرگز نہیں دیتی۔ اگر کسی نے اپنے دین و دنیا دونوں تباہ کرنے ہوں تو یہ بُت خریدلے۔ بقولِ شاعر ؎

ہوکا دیوے وچ بازارے سوہنا نبی مریانا
لے لو بُت، ایہہ لے لو بُت جس دوزخ وچ جانا

جب آپ نے یہ باتیں سرِ بازار فرمائیں تو کوئی بھی شخص بُت کو لینے کے آگے نہ بڑھا۔ آپ نے بُت کا منہ پانی میں ڈبوتے ہوئے کہا کہ پانی پیو، یہ کام بھی قوم کے سامنے کیا گیا۔ عقل والوں کے لیے اس میں درسِ عبرت تھا مگر وہ آپ کے ساتھ لڑنے جھگڑنے پر تیار ہو گئے۔ آپ نے اپنے چچا سے فرمایا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

یٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا ۔ (پ ۱۶ - ع ۶)

اے چچا! تو اس کی پرستش کیوں کرتا ہے جو نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے اور نہ ہی وہ کچھ تیرے کام آئے گا۔

سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے چچا سے فرمایا تو ان بتوں کی پرستش کیوں کرتا ہے جو نہ تجھے دیکھ سکتے ہیں نہ ہی تیری بات سن سکتے ہیں اور نہ ہی تیرا کوئی کام سنوار سکتے ہیں۔ آپ کی ان باتوں پر آذر

غصہ میں آگیا اور کہنے لگا، اے ابراہیم،

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝ (پ ۱۶ ۔ ع ۶)	بیشک اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو پتھر مار کر سنگسار کر دوں گا اور زمانہ دراز تک مجھ سے بے علاقہ ہو جا۔

سامعین کرام! سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آذر اور پرستاران باطل کو راہِ ہدایت پر آتے نہ پایا، حالانکہ آپ نے انہیں ہر طریقے سے سمجھانے کی کوشش فرمائی اور کہا کہ یہ تمہارے بت تمہیں نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تمہارے کاہنوں اور گمراہ پیشواؤں نے تمہارے قلوب و اذہان میں غلط خوف بٹھا رکھا ہے کہ تم اگر ان بتوں کو چھوڑ دو گے تو یہ ناراض ہو کر تمہیں تباہ و برباد کر ڈالیں گے۔ اے قوم! یہ تمہارے خود ساختہ بت تو خود اپنی آئی ہوئی مصیبت بھی نہیں ٹال سکتے۔

چنانچہ آپ جتنا بھی انہیں بتوں سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرتے، وہ اتنا ہی زیادہ بتوں کی پرستش کرتے۔ ان حالات کے پیشِ نظر داعیِ حق حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا کہ اب مجھے کوئی تبلیغ کا ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس سے پوری قوم پر واضح ہو جائے کہ لکڑی اور پتھر کی بے جان گونگی اور بہری مورتیاں ان کا نہ کچھ سنوار سکتی ہیں اور نہ ہی کچھ بگاڑ سکتی ہیں۔

بُت شکنی

سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک دن اپنی قوم کو دورانِ گفتگو یہ فرما دیا کہ خدا کی قسم! میں ضرور تمہارے بتوں کی خبر لوں گا، جسے قرآنِ کریم نے اس طرح بیان کیا ہے،

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ (پ ۱۷ ۔ ع ۵)	اور مجھے خدا کی قسم! میں تمہارے بتوں کا ضرور برا چاہوں گا، بعد اس کے کہ تم پیٹھ دے کر جاؤ گے۔

حسنِ اتفاق سے کچھ عرصہ بعد قوم کا سالانہ میلہ آگیا اور پوری قوم میلہ منانے کے لیے

شہر سے باہر چلی گئی۔ آپ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان کے بت خانہ میں تشریف لے گئے ان لوگوں نے جاتے وقت بتوں کے آگے طرح طرح کے کھانے اور قسم قسم کے پھل رکھے ہوئے تھے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے جب ان بے جان مورتیوں کے سامنے طرح طرح کے میوہ جات دیکھے تو فرمایا اے بتو! تمہارے سامنے تازہ پھل اور کھانے موجود ہیں، تم انہیں کیوں نہیں کھاتے؟ بے جان مورتیاں بھلا کیا جواب دے سکتی تھیں۔ چنانچہ آپ نے ان بتوں سے ایک بڑے بت کے سوا تمام بتوں کو ٹکڑے کر دیا اور بڑے بت کے کاندھے پر کلہاڑا رکھ دیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ذکر موجود ہے،

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ ۔	پس ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر بڑے کو بغیر توڑے ان کے لیے چھوڑ دیا۔

چنانچہ جب ان بتوں کے پجاری میلے سے فارغ ہو کر بت خانے پہنچے تو اپنے خود ساختہ خداؤں کی یہ حالت دیکھ کر حیران ہو گئے کہ کسی کی ٹانگ نہیں، کسی کا کان نہیں، کسی کا ہاتھ نہیں، کسی کا سر نہیں، سب کے سب زمین پر گرے پڑے ہیں۔ صرف ایک بڑا بت صحیح سالم نظر آ رہا تھا۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے،

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (پ ۱۷ ع ۵)	کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا بیشک وہ ظالموں سے ہے۔

پھر ان میں سے چند لوگوں نے کہا،

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۔	انہوں نے کہا ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا ہے جسے ابراہیم کہتے ہیں۔

جب سرداروں اور کاہنوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا نام سنا تو غیظ و غضب میں کہنے لگے،

فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ	تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ شاید وہ گواہی دیں۔

چنانچہ سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کو ان سرداروں اور کاہنوں کے مجمع میں بلایا گیا، جہاں پوری قوم کے پجاری موجود تھے۔ آپ بلا خوف وخطر اس اجتماع عظیم میں تشریف لے گئے جوں ہی آپ وہاں پہنچے تو انہوں نے بڑے غصے کے ساتھ پوچھا،

ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ۔ اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے۔

سیدنا خلیل علیہ السلام قوم کے اس اجتماع کو دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہوئے کہ اب موقع مل گیا ہے کہ اب میری تقریر سے پوری قوم کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ آپ نے ان قوم کے سرداروں اور بتوں کے پجاریوں سے فرمایا کہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے ایسا کیا ہے تو تم مجھ سے پوچھنے کی بجائے اپنے بڑے بت سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ ان کو کس نے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس جواب باصواب پر کاہن اور سردار لاجواب ہو گئے اور عرق ندامت وشرمندگی میں غرق ہو کر سوچنے لگے کہ اب انہیں کیا جواب دیا جائے۔ قوم بھی اپنے کاہنوں اور سرداروں کے مکر وفریب کو سمجھ گئی، چنانچہ کاہن اور سردار سرنگوں ہو کر کہنے لگے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے،

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ۔ پھر اپنے سروں کے بل اوندھے ہو گئے کہ تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔

جب کاہنوں نے یہ اقرار کر لیا کہ بت بول نہیں سکتے تو آپ نے فرمایا،

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ تف ہے تم پر اور ان پر جو خدا کے سوا پرستش کرتے ہو، کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

پھر تم انہیں خدا کیوں مانتے ہو جو اپنی خبر نہیں رکھتے، وہ تمہاری خبر کیسے لے سکتے ہیں؟ جو خود عاجز ہیں وہ تمہیں کیا نفع دے سکتے ہیں۔

سیدنا خلیل علیہ السلام کا پوری قوم کے سامنے یہ بیان، ان کے لیے راہ حق کو اختیار کرنے کے لیے کافی تھا، مگر ان بدبختوں نے حق تسلیم کرنے کی بجائے اللہ کے نبی کے ساتھ عداوت و دشمنی کا نعرہ بلند کیا۔ آپ کے متعلق سازشیں ہونے لگیں۔ چلتے چلتے یہ بات حاکم وقت نمرود مردود تک پہنچ گئی۔ نمرود نہ صرف اس قوم کا بادشاہ کہلاتا تھا بلکہ وہ خود کو اپنی رعایا کا خدا تصور کرتا تھا، لوگ دیگر بتوں کی طرح اسے بھی سجدہ کیا کرتے تھے۔

نمرود لعین سے مناظرہ

نمرود لعین کو سیدنا خلیل علیہ السلام کے متعلق جب معلوم ہوا تو وہ سوچنے لگا کہ اگر ابراہیم علیہ السلام کا سلسلہ تبلیغ یوں ہی جاری رہا تو وہ دن دُور نہیں جب یہ شخص قوم کو مجھ سے برگشتہ کر دے گا چنانچہ اس نے حکم دیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو میرے دربار میں پیش کیا جائے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو دربار میں طلب کیا گیا تو آپ وہاں تشریف لے گئے۔

نمرود لعین نے آپ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم ہمارے بتوں اور دیوتاؤں کے خلاف باتیں کرتے ہو اور ہماری الوہیت کے بھی قائل نہیں ہو؟

آپ نے نمرود کے بھرے دربار میں علی الاعلان فرما دیا کہ بے جان پتھر کی مورتیاں کیسے خدا ہو سکتی ہیں، تُو بھی انسان ہے ہم بھی انسان ہیں، پھر تو خدا کیسے ہو گیا؟ خدا تو وہ ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا ہے:

قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۔ (پ ۳ ع ۲)

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا خدا وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ نمرود لعین نے جواب میں کہا کہ یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں، چنانچہ اس نے قید خانہ سے دو شخصوں کو بلوایا، پھر ایک کو آزاد کر دیا اور ایک کو قتل کر دیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس کے اس فعل سے سمجھ گئے کہ یہ موت و حیات کی اصل حقیقت سے ناآشنا ہے۔

چنانچہ سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے فوراً دوسری دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ

کہ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے اور تو اگر خدا ہے) تو مغرب سے چڑھا دے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا خدا وہ ہے جو ہر روز سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے ——— اے نمرود! اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا دے۔ آپ کے اس بیان پر وہ لعین لاجواب ہو گیا۔ چاہیے تھا کہ وہ امرِ حق کو قبول کرتا مگر نمرود نے خدائے بزرگ و برتر کو تسلیم نہ کیا، اس لیے کہ اس کو خدائی کی سیٹ سے اتر کر مخلوق میں شامل ہونا پڑتا تھا۔

سامعین کرام! سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے چچا کو بھی لاجواب کر دیا، پوری قوم اور بادشاہِ وقت کو بھی آپ نے شکستِ فاش دے دی۔ ان کے پاس اللہ کے نبی کی باتوں کا کوئی جواب نہ تھا۔ بتوں کو سچا ثابت کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔

آتشِ نمرود

چنانچہ انہوں نے اپنی سلامتی اور عافیت اسی میں سمجھی کہ حق بات کہنے والے کو صفحۂ ہستی سے ہی مٹا دیا جائے۔ ساری قوم نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلا دیا جائے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○ (پ ۱۷ ع ۵)

چنانچہ وہ کہنے لگے ان کو جلا دو اور اپنے معبودوں کا ان سے بدلہ لو، اگر تم کو کچھ کرنا ہے۔

ساری قوم نے مل کر کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے ہماری اور ہمارے معبودوں کی توہین و تذلیل کی ہے۔ بس اب اس کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہیے کہ ہم انہیں نذرِ آتش کر دیں۔

چنانچہ ان ظالموں نے نمرود لعین کے حکم پر آپ کو ایک بند کوٹھری میں قید کر دیا اور پھر ربِ ذوالجلال والاکرام کو ایک کہنے والے کو جلانے کی تیاری شروع کر دی گئی۔ قرآن کریم میں ہے۔

قَالُوا ابْنُوا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ ۝ (پ ۲۳ - ع ۷)	بولے اس کے لیے ایک عمارت چنو پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔

ان ظالموں نے پتھر کی تیس گز لمبی بیس گز چوڑی چار دیواری بنائی اور پھر اس میں لکڑیاں ڈالنا شروع کیں۔ ہر شخص اپنی ہمت و طاقت کے مطابق لکڑیاں جمع کرتا اور اس چار دیواری میں ڈال جاتا۔ بیمار یہ منتیں مانتے کہ اگر وہ صحت یاب ہو جائیں گے تو وہ اس چِتہ میں لکڑیاں ڈالیں گے۔ بُت پرست عورتیں سارا دن چرخہ کاتتیں اور شام کو جو مزدوری ملتی اس سے لکڑیاں خرید کر اس چِتہ میں پھینک آتیں اور وہ اپنے خیال میں اسے بھی نیکی تصور کرتی تھیں۔ اسی طرح کچھ عرصہ تک اس میں لکڑیاں ڈالی جاتی رہیں پھر ان کو آگ لگادی گئی تو آگ کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

پھر وہ خدا تعالیٰ کے پیارے نبی سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کو قید خانہ سے باہر لے آئے اور انہیں رسیوں سے جکڑا ہوا دیکھ کر عرش و فرش کے ملائکہ اور دیگر مخلوقات میں چیخ و پکار کی صدا بلند ہوگئی۔ اور عرض کی کہ اے ربِّ کریم! تجھ کو ایک کہنے والا اور تیرے نام کے ڈنکے بجانے والا تیرا دوست اور پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آج آگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ پانیوں کے خازن نے بارگاہِ خداوندی سے اجازت طلب کر کے سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! اگر آپ اجازت دیں تو میں اتنا پانی لے آؤں کہ جس سے آگ بجھ جائے۔ ہوا کے فرشتے نے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو میں اتنی ہوا چلا دوں کہ ساری آگ اڑ جائے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تمہارا شکریہ مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں، مجھے میرا خدا کافی ہے۔ اسی مقام کے لیے قلندرِ لاہوری علامہ اقبال رحمۃ اللہ کہتے ہیں ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق،

عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

حضرت جبرائیل علیہ السلام سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضور میرا مقام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ میں وہاں جاتا ہوں جہاں کسی کو رسائی حاصل نہیں۔ اگر کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے تو آپ نے فرمایا مجھے تجھ سے کوئی حاجت نہیں ؎

جانتا ہے وہ میرا ربِ جلیل
آگ میں پڑتا ہے اب اس کا خلیل

آخرکار ان ظالموں نے آپ کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ پوری قوم خوش ہو گئی کہ آج ہمارے بتوں کو برا کہنے والا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ مگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام جوں ہی آگ میں پہنچے تو رب تعالیٰ نے فرمایا اے آگ تیرا قانون سب کو جلانا ہے، مگر آج تو اپنا قانون تبدیل کر لے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ (پ ۱۷ ع ۵)

ہم نے حکم دیا اے آگ! ابراہیم پر سلامتی والی ٹھنڈی ہو جا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں پہنچے تو خالقِ دوجہاں جل وعلا کے حکم سے اس طرح ٹھنڈی ہو گئی کہ آپ کے لیے گل و گلزار بن گئی، صرف وہ رسیاں جل گئیں جن سے آپ کو باندھا گیا تھا۔

صاحبِ تفسیر مظہری اس مقام پر ایک روایت نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس روز سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوئی، اس دن کوئی بھی شخص آگ سے نفع حاصل نہ کر سکا۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ نہ فرماتے تو آگ ہمیشہ کے لیے سرد ہو جاتی۔ یہ تھی عشق کی معراج اور استقامتِ ایمان کی جھلک۔ اسی مقام پر قلندرِ لاہوری علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

ہو اگر آج براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

ہجرت

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نارِ نمرود سے بالکل صحیح سلامت نکل آتے چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ قوم اس عظیم الشان بُرہان کو دیکھ کر حق قبول کر لیتی۔ مگر وہ ظالم قوم پھر بھی راہِ حق پر گامزن نہ ہوئی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار نہ کیا۔

بالآخر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝ (پ ۲۳ ع ۷) — اور فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اور وہ مجھے راہ دے گا۔

چنانچہ آپ نے اپنی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیا اور ملکِ شام کی طرف سفر شروع فرمایا۔ دورانِ سفر جب آپ مصر کی حدود میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ مصر کا حاکم بدترین اور بدکار شخص ہے اور وہ حسین عورتوں کو چھین لیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب مصر میں پہنچے تو اس ظالم بادشاہ کو اس کے کارندوں نے آپ کے بارے میں بتا دیا۔ تو اس نے ایک شخص کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ اس نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا:

قَالَ اُخْتِیْ — یہ میری (دینی) بہن ہے۔

پھر آپ نے سیدہ سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

یَا سَارَةُ لَیْسَ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَیْرِیْ وَغَیْرُكِ ۔ — اے سارہ! اس وقت دنیا میں سوائے میرے اور تیرے اور کوئی مومن نہیں۔

(بخاری ص ۴۷۴ ج ۱)

اس شخص نے تیرے متعلق دریافت کیا تھا تو میں نے اسے بتایا کہ تو میری بہن ہے۔ تو تم میری تکذیب نہ کرنا۔ چنانچہ جب اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کو بلوایا اور آپ پر دست درازی کا قصد کیا تو اس کے ہاتھ شل ہو گئے۔ بادشاہ نے معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ بُرا ارادہ نہیں کرے گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔

مگر اس نے پھر وہی بُری نیت کی تو وہ پہلے کی طرح پکڑا گیا بلکہ اور سخت گرفت میں آ گیا۔ اس نے پھر سیدہ سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی کہ دُعا فرمائیں کہ میں ٹھیک ہو جاؤں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ بُرا ارادہ نہیں کروں گا۔ آپ نے دعا کی اور وہ ٹھیک ہو گیا اور اس نے حضرت ہاجرہ کو آپ کی خدمت میں پیش کر کے واپس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔

ولادت ذبیح اللہ علیہ السلام

حضرت سارہ شاہِ مصر سے حضرت ہاجرہ کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ سیدہ سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے کوئی اولاد نہ تھی، وہ خود کو بانجھ خیال کرتی تھیں۔ حضرت سیدہ سارہ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ حضرت ہاجرہ سے نکاح فرما لیں تاکہ ان کے بطنِ اطہر ہی سے کوئی اولاد ہو جائے۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرما لیا اور پھر بارگاہِ خداوندی میں دعا کی،

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ اے رب! مجھے ایسا بچہ عطا فرما جو نیکوں میں سے ہو۔

آپ کی دُعا کو بارگاہِ خداوندی میں شرفِ قبولیت حاصل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے کی بشارت دی اور فرمایا،

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (پ۲۳ ع) ہم نے ان کو حلیم مزاج لڑکے کی خوشخبری دی

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں فرزند پیدا ہوا تو سیدہ سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رشک ہوا اور آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ اس بچے اور اس کی والدہ کو کہیں دور جنگل میں چھوڑ آئیں۔ آپ بہت متفکر ہوئے تو بارگاہِ خداوندی سے حکم ہوا جو سیدہ سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہے، وہی کرو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام حکمِ الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے

وادی غیر ذی زرع

حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے سیدہ سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خوشنودی کے لیے سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے نورِ نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر گھر چل دیئے۔ شاعرِ اسلام حفیظ جالندھری ان چند نفوسِ قدسیہ کی عظمت کو اس طرح بیان کرتے ہیں؂

خدا کا قافلہ جو مشتمل تھا تین جانوں پر

معزز جس کو ہونا تھا زمینوں آسمانوں پر

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اپنے ننھے سے بچے اور اس کی والدہ کو ساتھ لیے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے شہر سے باہر بہت دور نکل گئے۔ جنگل آگیا، پھر اس جنگل سے بھی آگے نکل گئے۔ کبھی ہموار زمین آجاتی تھی اور کبھی پہاڑیاں آجاتیں۔ آخر ایک چٹیل میدان آگیا۔ یہ لق و دق صحرا تھا۔ یہاں نہ کوئی پھول تھا نہ پھل تھا، نہ درخت تھا نہ سبزہ تھا، نہ کوئی مکان تھا نہ سایہ تھا۔ نہ کوئی جانور تھا نہ کوئی انسان تھا، صرف چاروں طرف ریت کے ٹیلے ہی ٹیلے تھے۔ انہی ٹیلوں کے پاس دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں جنہیں آج ہم صفا مروہ کہتے ہیں۔ شاعرِ اسلام نے اس صحرا کا نقشہ یوں کھینچا ہے؂

وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی تھی

وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی تھی

وہ صحرا جس کی وسعت دیکھنے سے ہول آتا تھا

وہ نقشہ جس کی صورت سے فلک بھی کانپ جاتا تھا

یہ وادی جس میں سبزہ تھا نہ پانی تھا نہ سایہ تھا!

اسے آباد کرنے کے لیے ابراہیم آیا تھا!

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نورِ نظر اور بیوی صاحبہ کو اس صحرا میں تھوڑی سی کھجوریں اور پانی کا مشکیزہ دے کر بٹھا دیا اور خود وہاں سے چل دیئے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

عرض کی کہ حضور! آپ ہمیں اس ویران صحرا میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام خاموش رہے۔ پھر عرض کی کیا آپ کو یہ اللہ کا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں! اس پر آپ وہیں ٹھہر گئیں جہاں سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے بٹھایا تھا۔

اللہ اللہ! حضرت ہاجرہ سلامہ اللہ تعالیٰ کوئی عام عورت نہ تھیں جو اپنے خاوند کے فیصلہ پر چون و چرا کرتیں۔ آج ہماری بھی عورتیں ہیں جو ذرا ذرا سی بات پر اپنے شوہروں سے الجھ پڑتی ہیں۔ معمولی سی تنگی آگئی تو طعنے دینے شروع کر دیئے۔ اگر اعلیٰ قسم کا کپڑا نہ ملا تو میکے جانے کی دھمکی دے دی۔ اگر رہائش کا بہترین انتظام نہ ہو سکا تو گلے شکوے شروع کر دیئے۔ خاوند ذرا دیر سے گھر آئے تو شکوک و شبہات ظاہر کرنا شروع کر دیئے۔

سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ کریم کے پیارے نبی کی زوجہ تھیں اور ایک جلیل القدر پیغمبر کی والدہ تھیں۔ وہ صابرہ تھیں، شاکرہ تھیں۔ شوہر کی خوشنودی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اس صحرا میں بڑے صبر و شکر کے ساتھ بیٹھ گئیں، اور سوچا کہ خدا ہمیں ضائع نہ کرے گا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ اور بچے کو تنہا چھوڑ کر جب دُور نکل آئے تو آپ کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں اور پھر بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ پھیلائے اور دُعا کی:

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ	اے ساری کائنات کے پالنے والے میں نے اپنے اہل و عیال کو یہاں سکونت پذیر کر دیا ہے، تیرے حرمت والے گھر کے پاس جہاں کھیتی نہیں ہے۔ اے پروردگار انہیں نمازی بنا دے اکیلے ہیں، تو لوگوں کے دل ان کی جانب پھیر دے اور انہیں پھلوں کا
(پ ۱۳ - ع ۱۸)	رزق عطا فرما کہ یہ تیرے شکر گزار رہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اہل و عیال کو بے آب و گیاہ صحرا میں بٹھا کر دعا کی:

اے رب العالمین! میں نے تیرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انہیں یہاں ٹھہرا دیا ہے اور ایسا ٹھہرایا ہے کہ اب انہیں یہاں سے لے جانے کا ارادہ بھی نہیں۔ اَسْکَنْتُ میں سمجھا نہیں یہاں سکونت پذیر کر دیا۔ اے اللہ تو انہیں نمازی بنا اور یہ تنہا ہیں، تمام لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما۔

اللہ اللہ! حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی مانگی ہوئی دعا کے اثرات آج بھی نظر آ رہے ہیں۔ دنیائے اسلام کے کونے کونے سے ہر ذی استطاعت انسان اس گھر کی جانب کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ عربی آ رہے ہیں، عجمی حاضر ہو رہے ہیں۔ کوئی امریکی ہے کوئی افریقی ہے۔ کوئی سوڈانی ہے، کوئی افغانی ہے۔ کوئی ایرانی ہے، کوئی پاکستانی ہے۔ بہر حال مشرق تا مغرب شمال سے جنوب تک کے لوگ یہاں پہنچ رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مکے میں ان آنے والوں کے کوئی رشتہ دار رہائش پذیر ہیں؟ یا ان کا یہاں کوئی کاروبار ہے، نہیں نہیں ہرگز یہ اپنے رشتہ داروں کی ملاقات کے لیے نہیں آ رہے اور نہ ہی کسی کاروبار کے لیے یہاں حاضر ہوتے ہیں بلکہ یہ تو اللہ کے گھر کی حاضری کے لیے آ رہے ہیں اور یہ تو بیت اللہ شریف کی حاضری کے لیے آ رہے ہیں۔ یہ تو خانہ کعبہ کے طواف کے لیے آ رہے ہیں۔ یہ تو حجر اسود کے بوسے لینے آ رہے ہیں۔ یہ تو آب زمزم پینے کے لیے آ رہے ہیں۔ یہ تو صفا و مروہ پر دوڑنے کے لیے آ رہے ہیں۔ یہ تو میدانِ عرفات میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے آ رہے ہیں۔ یہ تو خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ کر آ رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنی محبت کہاں سے آگئی۔ تو سنیے یہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ انہوں نے اس گھر کے پاس ویران صحرا میں اپنے اہل و عیال کو خدا کے سپرد کر کے دعا کی تھی:

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ (پ ۱۳ - ع ۱۸) — اے اللہ! تو لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب مائل فرما دے۔

تو سامعین کرام! سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے صدقے آج بھی مکہ معظمہ کے بازاروں

میں پھلوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں، اور شرفِ قبولیت کے گواہ ہیں کہ دنیا کا عمدہ سے عمدہ تازہ پھل یہاں دستیاب ہے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں دعا فرما کر اور اپنے اہل و عیال کو خدا کے سپرد کر کے چلے گئے اور بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا ؎

بشارت تیری پکی ہے تیرا وعدہ بھی سچا ہے
بس اب تو ہی محافظ ہے یہ بیوی ہے یہ بچہ ہے

آبِ زمزم

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے اہل و عیال کو پانی کا مشکیزہ اور تھوڑی سی کھجوریں دے کر تپتے ہوئے صحرائے عرب میں چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ پانی کا مشکیزہ اور چند کھجوریں مختصر عرصہ میں ختم ہو گئیں۔ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے نورِ نظر کو دودھ پلاتی رہیں، حتیٰ کہ سینے میں دودھ بھی خشک ہو گیا۔ ننھے سے بچے کو بھوک اور پیاس نے ستایا تو رونا شروع کر دیا۔ بچے کو روتا دیکھ کر ماں کی مامتا تڑپ گئی۔ بچے کو زمین پر لٹایا اور قریب کی صفا و مروہ کی پہاڑیاں تھیں، ان پر گئیں اور چاروں طرف نظر دوڑائی کہ شاید کہیں قریب ہی زندگی کے آثار نظر آ جائیں اور پانی کا کوئی نشان مل جائے تاکہ اپنے نورِ نظر کا حلق تر کیا جائے۔ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی کشمکش میں پانی کے لیے کبھی صفا و مروہ پر دوڑتیں اور کبھی آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتیں، کبھی گرد و پیش میں نظر دوڑاتیں اور کبھی پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتی جاتیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام چٹانوں کی اوٹ میں آ جاتے سامنے نظر نہ آتے تو آپ تیزی سے بھاگتی ہوئی واپس آتیں۔ اسی طرح سے آپ نے سات چکر لگائے۔ یہ دوڑنا اللہ تبارک و تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ قیامت تک ہر حاجی کو اس پر دوڑ کر سیدہ ہاجرہ کی سنت ادا کرنے کا حکم دے دیا۔

سامعینِ محترم! سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سات چکر لگا چکیں، پانی کہیں سے بھی نہ میسر ہوا تو مایوس ہو کر اپنے نورِ نظر کی طرف لوٹ آئیں

پلٹ آئیں تو دیکھا دور سے بچہ تڑپتا ہے
کہ جس بچے کے سائے میں لٹایا تھا وہ تپتا ہے
رگڑتے ایڑیاں دیکھا زمیں پہ اپنے بچے کو
پکارا ہاجرہ نے کانپ کر اللہ سچے کو
پھر اللہ رب العالمین جل وعلا کا دریائے رحمت جوش میں آیا تو کیا دیکھتی ہیں ۔
جہاں پہ ایڑیاں بچے نے رگڑی تھیں ، ہاں جاری
ہوا تھا چشمہ آب سرد و شیریں کا وہاں جاری

روتے روتے سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے جو اپنی ایڑیاں زمین پر رگڑیں تو وہاں سے چشمہ پانی جاری ہو گیا ۔ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو یہ منظر دیکھا تو خوش ہو گئیں اور اس کے گرد مٹی جمع کر دی اور فرمایا ۔ یَا مَاءُ زَمْزَمْ ۔ اے پانی ٹھہر ! ٹھہر !

صاحب تفسیر مظہری بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے ، اگر وہ پانی کو زم زم نہ فرماتیں تو وہ چشمہ ساری زمین پر پھیل جاتا ۔

سامعین کرام ! سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پانی کو زم زم کہا تو پانی ٹھہر گیا اور آپ کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کو اتنے پسند آئے کہ آج تک لوگ اس پانی کو آب زمزم کہتے ہیں ۔

حضرات محترم ! عام پانی کو بیٹھ کر پینے کا حکم ہے ، مگر آب زمزم کو کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے ۔ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی برکت سے جاری ہوا تھا ۔ اب ان لوگوں کو سوچنا چاہیے جو کہتے ہیں کہ غیر اللہ سے نفع حاصل کرنا شرک ہے ۔ تو بتاؤ آب زم زم کے پینے کے متعلق تمہارا کیا فتویٰ ہے ؟ اسے تو تم بھی بطور تبرک مکہ معظمہ سے پاکستان لاتے ہو ۔ کیا پاکستان میں پانی نہیں ہے ؟ اس پانی میں کیا خوبی ہے جو اتنی دور

سے لاتے ہو؟ حضرات! وہ پانی تبرک بن گیا جو نبی کی ایڑیوں کے صدقے سے ملا۔

صحرا آباد ہو گیا

سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی خود پیتیں اور اپنے نورِ نظر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو پلاتیں۔ ابھی اس چشمہ کو جاری ہوئے چند روز ہی ہوئے تھے کہ یمن کی طرف سے ایک خانہ بدوش قبیلہ بنی جرہم کا ادھر گزر ہوا۔ یہ لوگ جہاں بھی سبزہ اور پانی دیکھتے، وہاں قیام کر لیتے تھے اور جب سبزہ ختم ہو جاتا تو اپنے جانوروں کو کسی اور جگہ کو تلاش کر کے وہاں چلے جاتے۔ جب قافلہ کا گزر اس صحرا سے ہوا تو انہوں نے پانی کے چشمے کے قریب ایک تنہا عورت کو دیکھا جو اپنے ننھے سے بچے کو گود میں لیے بیٹھی ہے۔ سوچنے لگے کہ یہ عورت کون ہے؟ تو غائب سے ندا آئی ۔

ندا آئی کہ اے جرہم کے بچو بادیہ گردو
ادب کی جا ہے اے بوڑھو، جوانو، عورتو، مردو
یہ عورت اور اس کی گود میں بچہ جو لیٹا ہے
یہ پیغمبر کی بیوی ہے، یہ پیغمبر کا بیٹا ہے

چنانچہ قوم جرہم نے سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے بی بی صاحبہ! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے خیمے یہاں نصب کر لیں؟ آپ نے اجازت دے دی، تو وہ لوگ وہاں آباد ہو گئے تو وہ لق و دق صحرا جو ایک ویران جنگل تھا، آبادی کی شکل اختیار کر گیا۔ اس آبادی کو آج ہم مکہ معظمہ زاداللہ تعالیٰ شرفہا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ذبح عظیم

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو قدم قدم پر آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ انہیں آتش نمرود میں ڈالا گیا تو انہوں نے صبر و رضا کا مظاہرہ کیا خداوند قدوس کی رضا پر اپنا وطن چھوڑ دیا۔ پھر حکم خداوندی پر اپنے نورِ نظر اور اہلیہ محترمہ کو فاران کے جنگل میں چھوڑ آئے۔ ان آزمائشوں کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک اور امتحان لیا کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام

نے خواب میں دیکھا کہ اپنے بیٹے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ نبی کا خواب وحیِ الٰہی ہوتا ہے، چنانچہ جب آپ بیدار ہوئے تو سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ میرے بیٹے کو نہلا دھلا کر نئے کپڑے پہنا دو۔ میں انہیں کہیں لے جانا چاہتا ہوں۔ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خوش دلی سے اپنے نورِ نظر کو تیار کر دیا۔ سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک چھری اور رسی ساتھ لی اور اپنے بیٹے کو لے کر جنگل کی طرف چل دیے۔

دونوں باپ بیٹا میٹھی میٹھی باتیں کرتے جا رہے تھے۔ جب شیطان لعین نے یہ منظر دیکھا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اپنے بچے کو ذبح کرنے جا رہے ہیں تو وہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے اسماعیل! کیا تمہیں معلوم ہے کہ آج تیرا باپ تجھے ذبح کرنے کے لیے لے جا رہا ہے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے۔ اس پر شیطان لعین نے کہا کہ وہ تمہیں ضرور ذبح کر دیں گے، اس لیے کہ انہیں خداوند قدوس کا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میرے والد گرامی مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ذبح کرنے لیے جا رہے ہیں تو پھر مجھے روکنے والا تو ضرور شیطان ہے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پر شیطان کا داؤ نہ چل سکا تو وہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچا اور کہنے لگا اے ہاجرہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم اپنے بچے کو لے کر کہاں گئے ہیں؟ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ وہ اپنے بیٹے کو کسی دعوت پر لے گئے ہیں۔ شیطان لعین نے کہا وہ تو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں۔ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کیا کبھی کسی باپ نے اپنے بیٹے کو بھی ذبح کیا ہے؟ تو شیطان لعین کہنے لگا باپ بیٹے کو تو ذبح نہیں کرتا مگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وہ ایسا کر دیں گے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اگر اللہ کریم کا یہی حکم ہے تو اسے پورا کرنے میں ہی بہتری ہے۔ اگر رب تعالیٰ کی یہی مرضی ہے تو پھر یہ ایک اسماعیل ہی کیا لاکھوں ان جیسے اسماعیل قربان کر دیں۔

شیطان لعین کا خیال تھا کہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری بات سن کر ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دوڑ پڑیں گی، مگر ان کی استقامت کو دیکھ کر شیطان لعین کو خود وہاں سے بھاگنا پڑا۔ چنانچہ پھر یہ لعین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہنے لگا اے ابراہیم! خواب تو جھوٹے بھی ہوتے ہیں۔ محض ایک خواب کو دیکھ کر اپنے بچے کو ذبح کر دینا مناسب نہیں۔ شیطان نے جونہی یہ باتیں کیں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے زمین سے سات کنکریاں اٹھائیں اور شیطان پر ماریں۔ چنانچہ شیطان نے تین مرتبہ آپ کو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح نہ کرنے کا مشورہ دیا تو آپ نے تین مرتبہ اس پر کنکریاں ماریں، تو اسے فرار ہونا پڑا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیامت تک سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس سنت کو حاجیوں پر واجب کر دیا۔ حکومت سعودیہ نے ان تینوں مقامات پر اینٹوں کے نشانات بنا دیئے ہیں جہاں جہاں شیطان نے ابراہیم علیہ السلام کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ حاجی صاحبان ان تینوں جمروں کو کنکریاں مارتے ہیں۔ ہمارے پاکستانی حجاج کا تو اس مقام پر اشتعال قابلِ دید ہوتا ہے کہ حکم تو سات کنکریاں مارنے کا ہے مگر یہ لوگ بڑے پتھر اور روڑے اور جوتے جو بھی ہاتھ آئے دے مارتے ہیں۔

سامعین کرام! شیطانِ لعین کی فریب کاری نہ تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر چل سکی، نہ ہی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو راہِ حق میں قربان ہونے سے روک سکی اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارادہ کو بدل سکی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے بچے کو قربان گاہ تک لیے جا رہے ہیں۔ راستے میں بیٹے نے اپنے باپ سے ہرگز یہ سوال نہیں کیا کہ ابا جان آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ جس طرف باپ چلتا رہا، بیٹا بھی اسی طرف چلتا رہا۔ بیٹا باپ کے نقشِ قدم پر ساتھ ساتھ چلا آ رہا ہے ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو لے کر ایک جنگل میں پہنچے تو آپ نے بیٹے کو پاس بٹھایا اور اپنے آنے کا مقصد بیان کر دیا۔ حفیظ جالندھری یوں نقشہ کھینچتا ہے ؎

بلندی سے صدا دی آقا اسماعیل ادھر آؤ
ادھر آؤ خدائے پاک کا ارشاد سن جاؤ
پدر کی سن کے یہ آواز پسر دوڑتا ہوا آیا
رُکا ہرگز نہ اسماعیل گو شیطاں نے بہکایا
پدر بولا کہ بیٹا رات میں نے خواب دیکھا ہے
کتابِ زندگی میں اک نرالا باب دیکھا ہے

قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس صحرا میں بیٹے سے فرمایا

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى (پ۲۳ ع۷)

اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں، اب بتا تیری رضا کیا ہے؟

یہ سن کر سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا:

يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (پ۲۳ ع۷)

اے ابا جان! آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے وہ کر لیجیے۔ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

دونوں باپ بیٹا اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو گئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے چھری ہاتھ میں لی اور بیٹے سے فرمایا کہ اللہ کی راہ پر اپنی گردن بچھا دو۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا، ابا جان! مجھے ذبح کرنے سے پہلے میری چند باتیں سن لیں۔ مجھے ذبح کرنے سے پیشتر مجھے اچھی طرح باندھ لیں تاکہ تڑپ نہ سکوں۔ اپنے لباس کو میری طرف سے سمیٹے رکھنا تاکہ میرا خون اچھل کر رنگین نہ کر دے اور میرے اجر میں کمی آ جائے۔ چھری کو اچھی طرح سے تیز فرما لیجیے تاکہ یہ تیزی سے حلق پر چل جائے اور آپ کو دقت نہ ہو۔ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیں تاکہ شفقتِ پدری حائل نہ ہو

میرے ذبح ہو جانے کے بعد میرا کرتا میری والدہ صاحبہ کو دے دیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند دلبند لخت جگر، نور نظر کی یہ باتیں سنیں تو آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ بچے کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا بیٹا! تمہاری ان باتوں پر عمل کیا جائے گا۔ چنانچہ باپ نے اپنے پیارے بیٹے کو رسی سے باندھ کر منہ کے بل زمین پر لٹایا، چھری تیز کر کے آنکھوں پر پٹی باندھی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ۔ جب دونوں نے حکم مانا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا۔ (پ ۲۳ ع ۷)

شاعر اسلام حفیظ جالندھری صاحب اس مقام پر یوں منظر کشی کرتے ہیں ؎

بچھاڑا اور گھٹنا سینۂ معصوم پر رکھا
چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا
زمیں سہمی پڑی تھی آسماں ساکن تھا بے چارہ
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا حیرت کا یہ نظارہ

چشم فلک نے اس سے قبل یہ منظر کبھی نہ دیکھا تھا کہ ایک مقدس باپ رضائے الٰہی کی خاطر اپنے نور نظر کے نازنین حلق کو خود کاٹ رہا تھا۔ چھری زور نبوت سے چلائی گئی مگر کاٹنے کا نام نہ لیتی تھی۔ وہی چھری پتھر پر مارتے ہیں تو دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام چھری سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ میرے اسماعیل کا نرم و نازک گلا پتھر سے تو زیادہ سخت نہیں؟ چھری نے زبانِ حال سے کہا: حضور! تم تو مجھے اسماعیل کی گردن کاٹنے کا حکم دیتے ہو، مگر رب ذوالجلال والاکرام مجھے کاٹنے سے منع فرماتا ہے۔ سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام اپنے بیٹے کے گلے پر مسلسل زور سے چھری چلا رہے ہیں۔ خالق دو جہاں نے اپنے پیارے خلیل کے ارادے کو پالیا اور فرمایا اے جبرائیل! آج میرے خلیل کے جلال کو دیکھو کہ وہ آج قربانی دیئے بغیر واپس لوٹنا نہیں چاہتا، جاؤ جنت سے

ایک دنبہ لے جاؤ اور میرے اسماعیل علیہ السلام کو ہٹا کر اس کی جگہ چھری کے نیچے دنبہ رکھ دو۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت سے دنبہ لے گئے اور اسماعیل علیہ السلام کو پیچھے ہٹا کر چھری کے نیچے دنبہ رکھ دیا۔ چھری سے دنبہ ذبح ہو گیا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آنکھوں سے پٹی اتاری تو کیا دیکھتے ہیں کہ دنبہ ذبح ہوا پڑا ہے اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام سامنے کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ ادھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس سے آواز آئی جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے:

وَنَادَيْنَٰهُ أَنْ يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ ٱلرُّءْيَآ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ ٱلْبَلَٰٓؤُا۟ ٱلْمُبِينُ وَفَدَيْنَٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى ٱلْءَاخِرِينَ ۝ (پ ۲۳ - ع ۷)	اور ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ امتحان بھی بڑا تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں یہ بات ان کے لیے رہنے دی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو پکار کر فرمایا، اے میرے پیارے خلیل! تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ یہ کوئی معمولی امتحان نہ تھا۔ ہم نے تمہاری قربانی قبول فرمالی اور تمہارے بیٹے کو بچا لیا اور اس کے فدیہ میں جنت سے دنبہ بھیج دیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیامت تک حضور سید المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبِ استطاعت امتیوں پر واجب ہو گیا کہ وہ عید الاضحیٰ کے موقع پر جانور ذبح کر کے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی یاد تازہ کریں۔

ابن ماجہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایک دن سید الانبیاء شہِ ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء سے

عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ قربانیاں کیا ہیں؟

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے اس میں کیا ثواب ہے؟

فرمایا: ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے۔ عرض کیا اُون کے بارے میں کیا حکم ہے؟

فرمایا، اُون کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔

ابن ماجہ میں ہے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ جس شخص میں مالی وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

سامعین کرام! سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنا وطن، مال، جان اولاد سب کچھ قربان کرکے دنیا کو یہ سبق دیا کہ اے خدا کے ماننے والو! اور اس کی محبت کے دعوے دارو! اس دعویٰ میں تم اس وقت تک سچے نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تم اس کے فرمان پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار نہ ہو جاؤ۔

خداوند قدوس کی بارگاہ والا جاہ میں یہ دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور سید عالم شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل رضائے الٰہی اور اس کی خوشنودی اور اس کے حکم پر اپنا سبھی کچھ نچھاور کرنے کا جذبہ نصیب فرمائے۔ آمین!

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن۔

مطلوبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ ۝ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ۝ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ۝

ہے قدر اللہ اکبر کس قدر فاروقِ اعظم کی
ثنا کرتے ہیں قدسی عرش پر فاروقِ اعظم کی
محبت دے خدا تے بحر و بر فاروقِ اعظم کی
رہے تصویر فردوسِ نظر فاروقِ اعظم کی
رسولِ پاک نے تعریف کی فاروقِ اعظم کی
بشارت جنتی ہونے کی دی فاروقِ اعظم کی
اگر بعد محمد مصطفےٰ کوئی نبی ہوتا
نبوت خلق میں ہوتی عمر فاروقِ اعظم کی

معزز سامعین کرام! آج میں نے آپ کے سامنے جو آیۂ مقدسہ تلاوت کی ہے۔ اس میں اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظمت و شان بیان کی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے،

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ	اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور انصار اور جو
وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ	لوگ بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ کریم
بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا	اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی،
عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ	اور ان کیلئے جنت کے وہ باغ تیار ہیں جن کے
تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ	نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ
اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۞	رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

حضرات محترم! اس آیہ کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے اپنے پیارے محبوب و مطلوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ پاک مہاجرین و انصار اور ان کے متبعین کی تعریف و توصیف مدح و ثنا، عظمت و مرتبت بیان فرمائی ہے اور ان پر راضی ہونے اور ان کے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا۔

حضراتِ محترم! کائنات کا ذرہ ذرہ اور ہر شئی، مثلاً جن و بشر، حور و ملک، ارض و فلک، عرش و فرش، شمس و قمر، برگ و ثمر لیل و نہار اس بات کا طالب و متمنی ہے کہ اس پر خداوند قدوس راضی ہو جائے۔ عابد اس لیے عبادت و ریاضت کرتا ہے کہ اس پر خدا راضی ہو جائے۔ نمازی اس لیے نماز پڑھتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے۔ حاجی اس لیے حج کرتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے۔ سخی اس لیے سخاوت کرتا ہے کہ اللہ راضی ہو جائے۔ مجاہد اس لیے جہاد کرتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے مگر قربان جاؤں ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقدر و شرف پر کہ جن پر راضی ہونے کا اعلان خود خالقِ دو جہاں علیمٌ بذات الصدور، مالک یوم النشور نے قرآن حکیم میں فرما دیا ہے۔ ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے،

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَ جَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ (پ ۱۰ ع ۶)

اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی۔ وہی سچے ایمان والے ہیں، اُن کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

سامعین کرام! اصحابِ رسول ہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جن کے جنتی ہونے اور کامل مومن ہونے کا اعلان ربِ کریم ذوالجلال والاکرام نے فرمایا۔

یہی وہ باعظمت لوگ ہیں جنہوں نے براہِ راست معلمِ انسانیت محسنِ کائنات سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔

یہی وہ مقدس گروہ ہے جنہوں نے ہر قسم کے مصائب و آلام کو برداشت کر کے دینِ حق کی اشاعت و تبلیغ کا فریضہ سر انجام دیا۔

یہی وہ غلامانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں جن کے دلوں میں ایمان کا امتحان اللہ تبارک و تعالیٰ نے لیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی (پ ۲۶ ع ۱۳)

وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔

یہی وہ جاں نثارانِ رسول ہیں جنہیں محبوب کبریا سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی رفاقت و زیارت کا شرف حاصل رہا۔

یہی وہ پاکیزہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے حضور پُرنور شافع یوم النشور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جمالِ جہاں آرا کا جلوہ دیکھا۔

یہی وہ مجاہدینِ اسلام ہیں جنہوں نے قوتِ ایمان سے راہِ حق میں اپنی جان تک قربان کر دی،

یہ مہاجرین بھی ہیں، انصار بھی ہیں، غازی بھی ہیں اور شہید بھی

دنیا بھر کے اولیاء، اقطاب وابدال، قلندر اور غوث صحابی رسول کے درجہ اور مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْاَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ۔ (رہنمائی ص۵۱۸ ج ۱)

میرے صحابہ کو گالی مت دو، اگر تم سے کوئی ایک آدمی احد پہاڑ جتنا سونا صدقہ دے تو بھی وہ میرے صحابہ کرام کے ایک مُد یا نصف مُد کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔

اللہ اللہ! شانِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قربان جاؤں کہ ہم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو بھی صحابی رسول کے ایک مُد جو تقریباً سوا سیر یا اس سے نصف کو بھی نہیں پا سکتا۔

حضرات محترم! صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر، محبت و احترام ہر مسلمان پر لازم اور واجب ہے، اس لیے کہ ان پر خالق کون و مکاں راضی ہے اور سرور دو جہاں سید مرسلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم راضی ہیں۔

تو اب اگر کوئی سیاہ لباس والا ان کے ساتھ ناراضگی کا اظہار کرے، ان کے ساتھ بغض و عداوت رکھے، ان کی شانِ اقدس میں زبان درازی کرے، اس طرح اس بے دین کی اپنی دین کی کھیتی تو تباہ و برباد ہو سکتی ہے، مگر غلامانِ مصطفےٰ کی شان میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ حضور آقائے نامدار، مالک و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (شفا شریف ص۵۶۵ ج ۲)

میرے صحابہ کرام کو گالی مت دینا، جس نے ان کو گالی دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی اور تمام ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

حضور آقائے نامدار، مدنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔

بے شک آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو برا کہے گی۔

فَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا — ان کا جنازہ نہ پڑھنا اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا
مَعَهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوْا هُمْ وَتُجَالِسُوْهُمْ — ان سے رشتہ نہ کرنا اور نہ ہی ان کی مجالست
وَاِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ۔ — کرنا، اگر بیمار ہو جائیں تو ان کی بیمار پرسی
(شفا شریف صفحہ ۲۶۴ ج ۲) — نہ کرنا۔

حضور رحمۃ للعالمین امام الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ — جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابہ کرام کو برا
فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ۔ — کہتے ہیں، تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی پھٹکار ہو۔
(مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴)

حضراتِ گرامی! ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور آقائے نامدار، احمدِ مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے نزدیک بدترین وہ لوگ ہیں جو آپ کے صحابہ کرام کی شانِ اقدس میں زبان درازی اور دشنام طرازی کرتے ہیں۔

الحمد للہ! اہلِ سنت والجماعت تمام صحابہ کرام کے محب اور خادم ہیں، اس لیے کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے:

اَكْرِمُوْا اَصْحَابِيْ فَاِنَّهُمْ — میرے صحابہ کی عزت کرو، وہ تم میں
خِيَارُكُمْ۔ — بہترین ہیں۔

سامعین کرام! ہم تمام اصحابِ رسول کے ماننے والے ہیں۔ جنابِ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ — میرے تمام صحابہ ستاروں کی مثل
اِقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ۔ — ہیں جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴) — پا جاؤ گے۔

حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام شان والے ہیں مگر ان میں چند نفوسِ قدسیہ ایسے بھی ہیں جن کو بارگاہِ الٰہ اور دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں خصوصی مقام حاصل ہے، ان میں سے ایک سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔
حضور تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

لَوْکَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَابْنُ الْخَطَّابِ (ترمذی ص ۲۰۹ ج ۲)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوتے۔

قصرِ جنت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا، میں نے خواب میں اپنے آپ کو جنت میں موجود پایا۔ وہاں ایک محل کے گوشے میں ایک عورت وضو کر رہی تھی۔

فَقُلْتُ لِمَنْ ھٰذَا الْقَصْرُ قَالُوْا لِعُمَرَ (مسلم۔ بخاری ص ۵۲۰ ج ۱)

میں نے کہا یہ محل کس کا ہے؟ تو جنت کے لوگوں نے کہا یہ عمر کا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے ایک باغ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے باغ کا دروازہ کھلوایا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھول دو اور اس آنے والے کو جنت کی خوشخبری دے دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے ان کو بشارت دی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اس خوشخبری پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور شکر ادا کیا۔

پھر ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھول دو اور اس کو بھی جنت کی بشارت دے دو۔

فَفَتَحْتُ لَہٗ فَاِذَا ھُوَ عُمَرُ

چنانچہ میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر

فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ۔

(بخاری شریف صفحہ ۵۲۲ ج ۱)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے اُن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشارت سے باخبر کیا، اس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔

ان کے بعد پھر ایک اور شخص آیا اور دروازہ کھلوایا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے بھی دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادِ پاک سے آگاہ کیا۔ اس پر انہوں نے خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور کہا اللہ تعالیٰ ہی میرا مددگار اور ناصر ہے۔

حضرات! ان دونوں احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عالی مرتبت صحابی ہیں جن کے جنتی محل کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا اور جنہیں جنتی ہونے کی خبر خود مخبرِ صادق نبی غیب داں نے دے دی۔

حدیثِ مصطفیٰ کے اس واضح ارشاد کے بعد اب جو شخص حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنتی ہونے کا انکار کرے وہ شیطان نہیں تو پھر اور کیا ہے!

حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

یَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا لَقِیَكَ الشَّیْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّكَ۔ (بخاری صفحہ ۵۲۰ ج ۱)

اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جب تم سے شیطان کسی راستے میں چلتے ہوئے ملتا ہے تو وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کر لیتا ہے۔

حضراتِ محترم! جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھاگنے والا شیطان ہے تو جو لوگ آپ کے ذکرِ خیر سے جلتے ہیں، جہاں آپ کا ذکر ہوتا ہے وہاں سے بھاگتے ہیں، وہ خود ہی اس

...یث سے اندازہ کرلیں کہ وہ کون ہیں؟

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

حضراتِ محترم! سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابیِ رسول ہیں جن کی شان میں آیاتِ قرآن نازل ہوئیں، جن کی عظمت و رفعت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی۔ آپ اوصافِ جمیل کے حامل اور سچے عاشقِ رسول، بلند پایہ عابد و زاہد، مجسمۂ اخلاق و شرافت اور خلوص و ایثار اور اعلیٰ کردار کا پیکر تھے۔ دنیا کی ہر آسائش کے ہوتے ہوئے بھی آپ نے اپنی ساری زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی۔

مؤرخ حیران ہے کہ چھبیس لاکھ مربع میل کی سلطنت کا عظیم فرماں روا جس کی ہیبت و جلالت سے دنیا کے شہنشاہوں کی نیندیں اڑ گئیں اور دنیائے کفر ــــــ لرزہ براندام ہو گئی جس نے دس سال چھ ماہ اور چار دن کے مختصر عرصۂ خلافت میں دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ کفر سرنگوں ہو گیا اور چار سو پرچم اسلام لہرانے لگا۔ لیکن اس کی درویشی اور سادگی کا یہ عالم ہے کہ پھٹا پرانا لباس زیبِ تن ہے۔ خشیتِ الٰہی کا یہ عالم ہے کہ مدینے کے سارے لوگ سو رہے ہیں اور امیر المومنین ان کی نگہبانی کے لیے گلیوں میں رات بھر گشت فرما رہے ہیں۔

کون فاروقِ اعظم؟ فخرِ انسانیت، محسنِ اسلام، علمبردارِ عدل، عطائے ربِ لم یزل نائبِ نبی، دامادِ علی، زینتِ ممبرِ رسول، شہیدِ محراب، حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کون فاروقِ اعظم؟ ہر مسلمان طالبِ اسلام ہے۔ مگر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ طالبِ اسلام بھی ہیں اور مطلوبِ اسلام بھی۔ ہر مسلمان حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرید ہے، مگر فاروقِ اعظم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرید بھی ہیں اور مراد بھی۔

مطلوبِ مصطفےٰ! نبیِ کائنات، فخرِ موجودات، ہادیِ کل، فخرِ رسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
... بلند کیا تین سو ساٹھ

خداؤں کے پجاریوں کو ایک خدا کی طرف دعوت دی۔ مالک الملک کے کلام پاک کی مقدس آیات لوگوں کے سامنے تلاوت فرمائیں۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مِس خام کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

آپ کی تبلیغِ سعید سے کفر کی سیاہی دھلنے لگی۔ نورِ نبوت کی شعاعوں سے تاریک دل جگمگانے لگے اور نورِ ایمان کی شمعیں روشن ہوگئیں۔ مشرکینِ مکہ نے جب حق و صداقت کے پرچم کی سربلندی کو دیکھا تو حق پرستوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھانے لگے اور ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا۔ حتیٰ کہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بھی اپنی شقاوتِ قلبی کا اظہار شروع کر دیا۔ کوئی ظالم آپ کو پتھر مارتا ہے، کوئی راستے میں کانٹے بچھاتا ہے، کوئی گندگی پھینکتا ہے۔ کوئی معاذ اللہ آپ کی شانِ اقدس میں نازیبا کلمات ادا کرتا ہے۔ کبھی بیت اللہ شریف میں آپ کے گلے میں چادر ڈال کر کھینچا جاتا ہے۔ کبھی حالتِ سجدہ میں آپ کی پشت انور پر اونٹنی پتھر رکھ دیا جاتا ہے۔ کبھی آپ کے غلاموں پر بہیمانہ مظالم ڈھا کر اور عرصہ حیات تنگ کر کے آپ ہی کو اذیتیں پہنچانے کا سامان کیا جاتا۔

نگاہِ نبوت نے دیکھا کہ گلشنِ اسلام کی آبیاری کے لیے کسی جوانمرد کی ضرورت ہے۔ چنانچہ محبوبِ خدا امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں ید اللہ والے گورے گورے ہاتھوں کو پھیلایا اور دعا فرمائی،

اَللّٰھُمَّ اَیِّدِ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ۔ (مشکوٰۃ شریف ۵۵۸) — یا الٰہی عمر کے ذریعے اسلام کو قوت دے۔

مشرکینِ مکہ شمعِ رسالت کے پروانوں، نورِ ایمان کے متوالوں پر برابر ظلم و ستم کر رہے تھے۔ سیدنا عمر فاروق کے دل میں خیال آیا کہ آخر یہ کونسا دین ہے جس کی محبت ان عاشقانِ رسول کے

دلوں پر نقش ہو چکی ہے۔ ہم ہر طرح سے ان فاقہ مستوں اور پرستارانِ حق کی مخالفت کر رہے ہیں، مگر یہ لوگ ہمارے ہر خار کو گلزار سمجھتے ہیں اور بے خوف و خطر اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر برابر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ کی صدائیں بلند کر رہے ہیں، انہیں گرم ریت پر لٹا کر مارا جاتا ہے، مگر یہ نشۂ توحید میں مست و سرشار ہو کر اَحد اَحد پکارتے ہیں۔ آخر ان لوگوں کو دن رات اپنے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنانا کہاں کا انصاف ہے؟ کیا یہ ہمارے اس سلوکِ بد سے راہِ حق چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ ہم انہیں جتنی تکلیفیں دیتے ہیں یہ اتنے ہی پختہ ہوتے جاتے ہیں۔

سیدنا فاروقِ اعظم دل ہی دل میں سوال و جواب کر رہے ہیں۔ بالآخر یہ سوچا کہ ان حق پرستوں کو ختم کرنے کا صرف واحد ایک ہی حل ہے کہ (نعوذ باللہ) ان کے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصہ پاک تمام کر دیا جائے۔ نہ کوئی کلمہ پڑھانے والا رہے اور نہ کوئی پڑھنے والا۔ یہی ایک طریقہ ہے جس سے تبلیغِ حق کا دروازہ بند ہو سکتا ہے۔

فاروقِ اعظم کا قبولِ اسلام

اسی سوچ بچار میں رات گزری صبح ہوئی تو تمام سرداران قریش نے اعلان کیا کہ ہے کوئی ایسا شخص جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر آئے اور سونے اور چاندی سے اپنی جھولی بھر لے۔ یہ آواز فاروقِ اعظم کے کان میں پڑی تو آپ فوراً تیار ہو گئے۔ شمشیرِ بے نیام ہاتھ میں لی اور آستانۂ رسول کی جانب چل دیے۔ غصے سے آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں اور ارادہ تھا کہ آج ہی اپنے خداؤں کو برا کہنے والے کا سر لے آؤں گا، لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ نگاہِ رسولِ کریم دینِ حق کی سربلندی کے لیے اس مردِ شہ زور کا انتخاب کر چکی تھی۔ آج یہ سر لینے نہیں بلکہ سر دینے جا رہا تھا۔ ابھی راستے میں ہی تھے کہ حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے اور انہوں نے آپ کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر پوچھا: ”اے عمر! شمشیرِ برہنہ ہاتھ میں لیے کہاں جا رہے ہو؟“

کہا محمد [illegible]

حضرت نعیم نے فرمایا: "اے عمر! یہ تمہارا ارادہ غلط ہے تمہیں یہاں سے واپس چلے جانا چاہیئے تم اپنے اس برے ارادے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ان کے جاں نثار کٹ مریں گے مگر تجھے ایسا نہیں کرنے دیں گے۔"

فاروقِ اعظم نے کہا: "میری تلوار کی کاٹ سے پورا عرب لرزتا ہے۔ غلامانِ رسول میں سے کوئی بھی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

حضرت نعیم نے فرمایا: "تیری فولادی تلوار کا وار رسولِ عربی پر نہیں چل سکتا کیونکہ ان کے ساتھ خدائے بزرگ و برتر ہے۔"

فاروقِ اعظم نے پوچھا: "کیا ان تین سو ساٹھ خداؤں کے علاوہ اور بھی کوئی خدا ہے؟"

حضرت نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "ہاں۔"

فاروقِ اعظم نے کہا: "وہ خدا کہاں ہے؟"

حضرت نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "جاؤ اپنی بہن اُمِّ جمیل بنت خطاب اور اپنے بہنوئی حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جا کر پوچھ لو۔"

یہ سنتے ہی فاروقِ اعظم کے جلال میں مزید اضافہ ہو گیا۔ آستانۂ رسول پر جانے کے بجائے بہن کے مکان کی طرف چل پڑے۔ جب مکان پر پہنچے تو دروازہ کھٹکھٹایا۔

اندر سے آواز آئی: "کون؟"

غضب ناک آواز میں کہا: "عمر۔"

اُمِّ جمیل اور ان کے شوہر حضرت سعید قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ جلدی سے اوراقِ قرآن کو چھپایا اور دروازہ کھول دیا۔

آپ اندر داخل ہوئے اور گرجدار آواز میں کہا: "تم کیا پڑھ رہے تھے؟"

بہن نے جواب دیا: "اللہ تعالیٰ کا قرآن۔"

عمر نے کہا: "[illegible] ہو اور تین سو ساٹھ خداؤں کو

چھوڑکر ایک خدا کی توحید کا اقرار کرچکے ہو۔ جلدی کرو اسلام سے انکار کردو، ورنہ تلوار کے ایک وار سے سرتن سے جدا کردوں گا۔ عمر کی تلوار کی کاٹ سے تو پورا عرب واقف ہے، کون ہے جو عمر کی ہیبت وجلالت، بہادری وشجاعت کو نہیں جانتا

بہن نے کہا: بھائی جان! تم کسے اپنی بہادری کا رعب دکھا رہے ہو، جس ماں کا دودھ تم نے پیا ہے، اسی ماں کا دودھ میں نے پیا ہے۔"

فاروقِ اعظم نے بیدردی سے بہن کو مارنا شروع کردیا۔ وہ احد احد کی صدائیں بلند کرنے لگیں۔ فاروقِ اعظم کہتے ہیں اے بہن! دامنِ اسلام کو چھوڑ دو۔"

بہن کہتی ہیں: بھائی جان! یہ سر کٹ تو سکتا ہے، مگر اب کسی بت کے آگے جھک نہیں سکتا۔ ہمارے دل میں جو نورِ ایمان کی شمع روشن ہو چکی ہے وہ بجھ نہیں سکتی۔ غلامیِ رسول کا جو پٹہ ہمارے گلے کی زینت بن چکا ہے، وہ اب اتر نہیں سکتا دُنیا کی کوئی طاقت ہمیں راہِ حق سے ہٹا نہیں سکتی۔

تو ہو کے ترش رُو مجھے ایذا ہزار دے
یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

آپ برابر مار رہے تھے، بالآخر جب تھک گئے تو دل میں خیال آیا یہ کونسا دین ہے جس پر یہ قائم ہیں، یہ کون سا کلام ہے جو ان کے قلوب میں رچ بس چکا ہے! اچھا ذرا وہ کتاب تو دیکھیں جسے یہ پڑھتے ہیں؟

کہا: بہن! وہ کتاب تو لاؤ جسے تم پڑھتے ہو، ذرا مجھے بھی سناؤ۔"

بھائی کی اس فرمائش پر بہن نے بڑے سوز وگداز عشق ومحبت اور الفت وپیار سے خدا کے پیارے کلام سے سورۂ طٰہٰ کی تلاوت شروع کی۔ بہن نے قرآن کریم پڑھا تو عمر کانپ گئے۔ کلامِ حق کی سماعت سے عمر کے دل کی دُنیا بدل گئی، بگڑی تقدیر سنور گئی، آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ نکلی اور گردن جھک گئی۔ چشم گریاں اور دلِ بریاں سے باآوازِ بلند یوں کہنے لگے جس کی ترجمانی شاعر نے اس طرح کی ہے

آیا ساں میں نبی دے مارن کارن عمر نوں مار کے مارشے سے لے چلو
متے عمر دی عمر برباد جاوے، جیتے عمر سناوے لے چلو

ہادی دو جہاں، رہبرِ انس و جاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم حضرت ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہرہ دے رہے تھے۔ فاروق اعظم اپنے بہنوئی کے ساتھ آستانۂ رسول کی طرف روانہ ہوئے، شمشیر بے نیام ہاتھ میں تھی اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آسمان سے مرحبا مرحبا کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ یہ ایک عظیم انقلاب تھا کہ سر لینے والا سر دینے آ رہا تھا۔ دنیا کے مال و منال، سیم و زر کے حصول کی خاطر گھر سے چلنے والا نعمتِ ابدی اور دولتِ ایمان حاصل کرنے جا رہا تھا۔

جب آستانۂ رسول کے قریب پہنچے تو مسلمانوں نے آپ کو ننگی تلوار ہاتھ میں لیے آتے دیکھا تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو اس وقت پہرہ دے رہے تھے کہنے لگے عمر کو آنے دو۔ اگر وہ نیک ارادے سے آیا ہے تو استقبال کیا جائے گا۔ اگر غلط ارادے سے آیا ہے تو اس کی تلوار سے ہی اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔

جب فاروقِ اعظم قریب آئے تو رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا، بابِ رحمت کھول دو۔ عمر آیا نہیں، لایا گیا ہے۔ میں نے عمر کو خدا سے مانگا ہے، اللہ نے مجھے عمر دے دیا ہے۔

اُدھر ایوانِ ارقم کا شہِ والا نے در کھولا
اِدھر اللہ نے دروازۂ قلبِ عمر کھولا

عمر روتے ہوئے، گردن جھکائے ہوئے درِ محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے۔

پڑھا کلمہ عمر نے دیکھ کر سرکار کی صورت
جھکایا، پائے اقدس کی طرف سر کو بصد رقت
گر کے قدموں پہ وہ قربان ہو گئے
پڑھ لیا کلمہ مسلمان ہو گئے

مُبارک باد آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دامنِ رحمت میں لے لیا۔ غلامانِ مصطفےٰ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور عرش والوں نے مبارک باد دی۔ حدیث شریف میں ہے،

لَمَّا اَسْلَمَ عُمَرُ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ	حضرت عمر نے اسلام قبول کیا تو جبرائیل علیہ السلام
فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)	حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
لَقَدِ اسْتَبْشَرَ اَھْلُ السَّمَآءِ	عمر کے اسلام لانے پر آسمان والوں کی طرف
بِاِسْلَامِ عُمَرَ (ابن ماجہ ص)	سے مبارک باد قبول فرمائیں۔

سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلمہ پڑھنے سے پہلے جس طرح اہل اسلام کے لیے سخت تھے اسی طرح اب آپ مشرکین کے لیے بھی اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ ہوگئے تھے۔ سیّدنا فاروقِ اعظم کے کلمہ پڑھنے سے پہلے لوگ نماز چھپ کر پڑھا کرتے تھے۔ اس مردِ جری نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) جب ہم سچے ہیں، ہمارا خدا سچا ہے، ہمارا دین سچا ہے تو اب چھپ چھپ کر نماز نہیں پڑھیں گے۔ اب عمر نے کلمہ پڑھ لیا ہے تو نماز بھی برسرِ عام ہوگی۔
ثُمَّ صَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ ظَاھِرًا (مشکوٰۃ شریف) پھر مسجد میں برسرِ عام نماز پڑھی گئی

اسی روز آپ کو فاروقِ اعظم کا لقب دربارِ رسالت سے عطا ہوا۔

حُبِّ مُصطفےٰ ایک مرتبہ ایک یہودی اور منافق کا آپس میں جھگڑا ہوگیا۔ وہ فیصلہ کروانے کے لیے شہنشاہِ دوعالم نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عدالت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا ہمارا لین دین پر جھگڑا ہوگیا ہے آپ ہمارا فیصلہ فرمادیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فریقین کے بیان سننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ کردیا۔ باہر جاکر منافق کہنے لگا مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں۔ میں تو فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ تسلیم کروں گا۔ یہودی کہنے لگا کہ کوئی شخص بڑی عدالت کے فیصلہ کے بعد چھوٹی عدالت میں نہیں جایا کرتا۔ جب تمہارے نبی نے فیصلہ فرمادیا ہے تو اب فاروقِ اعظم کے پاس جانے

کی کیا ضرورت ہے؛ مگر منافق اپنی بات پر بضد ہوا۔ چنانچہ یہودی اس منافق کے ساتھ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلا گیا اور ان کو فیصلہ کرنے کو کہا۔ یہودی نے کہا اے فاروقِ اعظم! یہ فیصلہ پہلے عدالتِ رسول میں ہو چکا ہے، مگر اس منافق نے تسلیم نہیں کیا۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو فرمانے لگے، ٹھہرو میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں۔

فَدَخَلَ عُمَرُ الْبَيْتَ وَاَخَذَ السَّيْفَ   پس فاروقِ اعظم گھر میں داخل ہوئے اور تلوار پکڑی۔ پھر اس منافق کی گردن پر یہ کہتے ہوئے چلا دی۔

هٰكَذَا اَقْضِيْ بَيْنَ مَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَقَضَاءِ رَسُوْلِهٖ۔   جو اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ نہیں مانتا عمر اس کے لیے یہ فیصلہ کرتا ہے۔

(تفسیر خازن ص ۴۶۱ ج ۱)

تو دیکھئے حضرات! جہاں سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبولِ اسلام سے پہلے اسلام اور ہادیٔ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں سخت تھے، وہاں اب مشرف باسلام ہونے کے بعد آپ کے قلبِ مطہر میں اسلام کی عظمت اور بانیٔ اسلام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ایسی رچ بس گئی تھی کہ اب وہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ذرا سی بھی بات سننا برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا یہ عالم تھا کہ

کھجوروں کی تقسیم

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک رات خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازِ فجر پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ ایک عورت کھجوریں لے کر دربارِ نبوت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے انہیں قبول فرما کر ان میں سے ایک مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ میں ڈال دی اور باقی سارے نمازیوں میں تقسیم فرما دیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے منہ میں بھی کھجور کی مٹھاس موجود تھی۔ فجر کی نماز کا وقت تھا میں فوراً مسجد میں [illegible] حضرت

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی اور میں نے آن حضرت کے پیچھے نماز فجر ادا کی۔ سلام پھیرنے کے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے جیسے رات نبی پاک کو دیکھا تھا۔ پھر ایک عورت کھجوریں لے کر حاضر ہوئی۔ آپ نے ان میں سے ایک کھجور اٹھائی اور مجھے عنایت فرمائی، اور باقی سارے نمازیوں میں تقسیم فرما دیں۔ میں نے ایک اور کھجور لینے کی خواہش کی تو فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لَوْ زَادَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ لَزِدْنَاكَ ۔	اگر رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیادہ دی ہوتیں تو میں بھی زیادہ دے دیتا۔

نزہۃ المجالس صفحہ ۱۸۸ ج ۲، سیدنا فاروقِ اعظم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت کے صدقہ

لشکرِ اسلام کو فتح ہو گئی

انعام الٰہی کا عکس فاروقِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ملک میں جہاد کے لیے لشکرِ اسلام کو بھیجا اور حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیرِ لشکر بنا کر روانہ کیا۔ اُدھر جنگ جاری تھی اور ادھر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبۂ جمعۃ المبارک ارشاد فرما رہے تھے۔ دورانِ خطبہ آپ نے اچانک نظر اٹھائی اور تین مرتبہ با آوازِ بلند فرمایا:

يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ	اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے بچو

سامعین خطبہ اس بے جوڑ سی بات پر حیران تھے کہ یا ساریۃ الجبل کا خطبے سے کیا تعلق ہے چنانچہ جب مسلمانوں کو فتح و نصرت نصیب ہوئی تو ایک قاصد خوشخبری لے کر مدینہ پاک پہنچا اور کہنے لگا کہ ہم مغلوب ہی ہو رہے تھے کہ عین نمازِ جمعہ کے وقت ہمیں یہ آواز سنائی دی کہ کسی کہنے والے نے کہا يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ۔

فَغَلَبْنَا بِبَرَكَتِ ذٰلِكَ الصَّوْتِ ۔	پس ہمیں اس آواز کی برکت سے فتح نصیب ہو گئی۔

تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۶۵، تاریخ الخلفاء ص ۸۹، مشکوٰۃ ص ۵۴۶

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبۂ جمعہ بھی ارشاد فرما رہے تھے اور یہ بات ... جو مدینہ

سے چھتیس سو میل دور تھا، وہاں لڑنے والے مجاہدینِ اسلام کی کمان بھی فرما رہے تھے۔ اگر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھتیس سو میل دور لڑنے والے مجاہدین کو دیکھ کر ان کی مدد فرما سکتے ہیں تو کیا سیدِ عالم نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے براتی کی فریاد نہیں سُن سکتے اور اس کی امداد نہیں فرما سکتے ؟ وہ گنبدِ خضرا سے بدرجۂ اولیٰ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

تعمیلِ حکم

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر فتح کیا تو ایک دن لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے، اے والیٔ مصر! دریائے نیل ہر سال ایک کنواری اور نوجوان لڑکی کا خون لے کر چلتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سارا واقعہ خلیفۂ وقت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ کر بھیجا۔ جب یہ رقعہ آپ کو موصول ہوا تو آپ نے فوراً ایک حکم نامہ دریائے نیل کی طرف لکھا، جس کا مضمون یہ تھا،

فَاِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ قَبْلِکَ فَلَا	(اے دریا!) اگر تو خود بخود چلتا ہے تو مت چل
تَجْرِ وَاِنْ کَانَ اللّٰہُ یُجْرِیْکَ	اگر تجھے اللہ تعالیٰ جاری فرماتا ہے تو میں اللہ
فَاَسْئَلُ اللّٰہَ الْوَاحِدَ الْقَھَّارَ	واحد اور قہار سے استدعا کرتا ہوں کہ تجھے
اَنْ یُّجْرِیَکَ ۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۲۷)	جاری کر دے۔

گورنر مصر نے یہ رقعہ دریائے نیل میں ڈال دیا۔ فوراً پانی جاری ہو گیا اور معمول سے سولہ گز اونچا پانی چڑھ گیا جو آج تک جاری ہے۔ سیدنا فاروقِ اعظم کو بحر و بر کی حکمرانی ملی مگر عاجزی انکساری کا یہ عالم تھا

سواری پر غلام

کہ مجسمۂ حق و صداقت، علمبردارِ عدالت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ وہ عظیم شخصیت ہیں جو سنتِ رسول کا مظہر، عدل و انصاف کے پیکر جنہیں نگاہِ مصطفوی نے منتخب فرما کر بارگاہِ ایزدی میں دستِ دعا دراز کیے۔ جن کی شمشیرِ فاروقی سے اسلام کو سربلندی نصیب ہوئی، جن کی کوششوں سے دنیا کے ظلمت کدوں میں اسلام کی شمع روشن ہوئی، مگر قربان جاؤں جب بیت المقدس فتح ہوتا ہے تو آپ فاتحانہ شان سے وہاں داخل

ہوتے ہیں، معززینِ شہر آپ کے استقبال کے لیے آتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ بائیس لاکھ مربع میل کا فرمانروا خود تو پیدل چلا آرہا ہے اور غلام سواری پر ہے، اس لیے کہ اب غلام کی باری تھی۔ لوگ آپ کی اس انصاف پسندی پر عش عش کر اٹھے۔ امیر المومنین نے فرمایا یہ تعلیم ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے۔ اس نظارے نے ان لوگوں کے دل کی دنیا بدل ڈالی، کئی غیر مسلم لوگ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ آج دنیا میں کون ایسا حکمران ہے جس کے عدل و انصاف میں یہ اوصاف پائے جائیں؟ اور ایسا فرمانروا اور کون ہے جس کے رقعہ سے دریا جاری ہو جائیں؟ اور جس کی شان میں آیاتِ قرآن نازل ہوں؟

انکشافِ حقیقت

امیر المومنین نے دورانِ خطبہ ارشاد فرمایا کہ تمہیں جو حکم دوں، وہ کرو گے؟ یہ سنتے ہی حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا اے عمر! ہم تیرا حکم ماننے کے لیے تیار نہیں۔ ہمیں تیرے عدل و انصاف میں فتور نظر آرہا ہے۔ مالِ غنیمت کی جو چادریں صحنِ مسجدِ نبوی میں تقسیم ہوئی تھیں، ان میں سے ہر ایک کے حصے میں ایک ایک چادر آئی تھی۔ ان چادروں کا طول و عرض ناکافی تھا۔ آپ اس وقت جو لباس زیبِ تن کیے ہوئے ہیں، غالباً ان چادروں سے تیار ہوا ہے۔ اس ایک چادر سے یہ لباس تیار ہونا ناممکن ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے اپنے حصے سے زیادہ مزید ایک چادر لے لی ہے؟ وہ شخص نشۂ عدل و مساوات میں سرشار تھا اور آپے سے باہر ہوا جا رہا تھا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اپنے صاحبزادے سے مخاطب ہوئے کہ تم میری جانب سے اس مخفی حقیقت کا جواب دو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر حاضرین سے مخاطب ہوئے کہ اس میں میرے والد کا کوئی قصور نہیں۔ یہ درست ہے کہ اس مالِ غنیمت کی چادر سے کرتا تیار نہیں ہو سکتا تھا، مگر میں نے اپنے حصے کی چادر بھی انہیں دے دی تھی۔ (الریاض النضرۃ صفحہ ۲۶ ج ۲)

مخلوقِ خدا کی نگہبانی

کہاں ہے ایسا امیرِ وقت جو رات کو رعایا کا پہرہ دے، فاقہ مستوں کو تلاش کرے اور اپنے کندھوں پر

مالِ خوراک کی بوری اٹھا کر مسکینوں، غریبوں اور یتیموں کے گھروں تک پہنچاتے ؟ کہاں ہے ایسا تاجدار جس کی بیوی ایک مسافر بدو کی بیوی کی دائی بن کر جاتے ؟ ہاں وہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

رات کی تاریکی چھا چکی تھی، امیر و غریب، پیر و صغیر سب سو رہے تھے، ہر طرف ہُو کا عالم طاری تھا، مگر مسندِ خلافت پر بیٹھنے والا امیر المومنین مخلوقِ خدا کی حفاظت اور نگہبانی کے لیے کوچے جیب کی گلیوں میں گشت فرما رہا ہے۔ چلتے چلتے مدینے سے دور نکل گئے۔ آپ کا غلام اسلم ساتھ تھا۔ وہ کہتے ہیں ہم نے دیکھا ایک جگہ آگ جل رہی ہے۔ آپ نے فرمایا اے اسلم میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسافر سوار ہیں جو رات کو یہاں سردی کی وجہ سے ٹھہر گئے ہیں۔ آؤ ہم وہاں جائیں، چنانچہ ہم تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ دیکھا تو ایک جھونپڑی میں ایک عورت اور اس کے ساتھ بچے ہیں اور ایک ہنڈیا چولہے پر رکھی ہے اور بچے بلک رہے ہیں۔ امیر المومنین نے روشنی والوں سے سلام کے بعد کہا کیا میں اندر آسکتا ہوں ؟ عورت بولی " اگر شرافت کے ساتھ آنا چاہو تو آسکتے ہیں۔"

آپ نے قریب آکر پوچھا " تمہارا کیا حال ہے اور یہ بچے کیوں رو رہے ہیں ؟"

کہنے لگی، رات اور سردی نے ہمیں روک لیا ہے اور بچے بھوک سے رو رہے ہیں۔"

آپ نے فرمایا " اس ہنڈیا میں کیا پکایا جا رہا ہے ؟"

کہنے لگی " صرف پانی ہے جس کے ذریعے سے انہیں خاموش کرنے کی کوشش کر رہی ہوں تاکہ وہ سو جائیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ ہی ہمارے اور عمر کے درمیان فیصلہ کرے گا۔"

آپ نے فرمایا " اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے عمر کو بتائے بغیر تمہاری حالت کیسے معلوم ہو سکتی تھی ؟"

وہ بولی " وہ ہم پر حکومت کرتا ہے اور ہمارے حال سے غافل ہے۔"

آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ خادم سے کہا آؤ چلیں۔ وہاں سے سیدھے بیت المال پہنچے۔ آٹے کے گودام میں ایک بوری نکالی، پھر خادم سے فرمایا " تم اس کو میری پشت پر رکھ دو۔"

خادم نے عرض کیا: "اسے میں اٹھاؤں گا۔" آپ نے فرمایا: نہیں، اسے میں خود ہی اٹھاؤں گا۔"
خادم نے جب بار بار اصرار کیا، تو آپ نے فرمایا کیا قیامت کے دن بھی تو میرا بوجھ اٹھائے گا؟
امیرالمومنین نے بوری اپنی پشت پر اٹھائی اور نہایت تیز رفتاری سے اس کے گھر تک پہنچے۔
بوری کو اتارا، اس میں سے کچھ آٹا نکالا اور خود کھانا پکایا اور اس عورت کو دیا اور اس کے بچوں
کو خود کھانا کھلایا۔ عورت نے کہا اللہ تعالیٰ تیرا بھلا کرے، میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے
عمر کی جگہ خلیفہ بنا دے۔ تو آپ نے فرمایا: جب تو دربارِ خلافت میں آئے گی تو انشاء اللہ تعالیٰ
مجھے وہاں موجود پائے گی۔ (تاریخ طبری اُردو صفحہ ۲۵۸ ج ۲)

بے مثال خدمت

امیرالمومنین عشاء کی نماز کے بعد اکیلے ہی مدینہ منورہ
سے باہر تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چھوٹے
سے خیمے کے باہر ایک نوجوان، پریشان حیران اور کرب و غم و حسرت و یاس میں ڈوبا ہوا کھڑا تھا۔
خلیفۃ المسلمین نے پوچھا: "تم کون ہو اور یوں پریشان کیوں کھڑے ہو؟" اس نے جواب دیا،
"مسافر و بے وطن ہوں اور پریشان اس لیے ہوں کہ میری بیوی کو دردِ زہ کی تکلیف ہو رہی ہے،
ولادت کا وقت قریب ہے اور کسی دائی کا انتظام نہیں۔"

اس کی تکلیف کو سنا تو آپ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا فکر مت کرو، ابھی انتظام ہو جائے گا۔
فوراً گھر پہنچے۔ اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا: "اے میری زوجہ! یہ درست ہے کہ تو امیرالمومنین کی
بیوی ہے، مگر اٹھو ایک مسافر و بے وطن کی بیوی کی دائی بن کر اس کی جھونپڑی میں پہنچ جاؤ۔
تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے مثال بن جائے اور انہیں پتہ چل جائے کہ حکمرانوں اور شہنشاہوں
کی بیویاں اعلیٰ ترین بنگلوں اور کوٹھیوں کی زینت نہیں ہیں، بلکہ ناداروں، مسکینوں اور
بیواؤں کی خدمت کرنا بھی ان کے فرائض میں داخل ہے۔ اگر ضرورت پڑے تو کسی مسافر و
بے وطن کی بیوی کی دائی بننے میں عار نہ سمجھیں۔"

سعادت مند بیوی اٹھی اور اشیاء ضرورت لے کر اس بیوی کے پاس پہنچی۔ جب

ولادت ہوئی تو اندر سے آواز دی اے امیر المومنین مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے انہیں بچہ عطا فرمایا ہے؛
امیر المومنین کا نام سن کر نوجوان کانپ گیا۔ قدم پکڑ کر عرض کرنے لگا حضور معاف فرما دیں؛
آپ نے فرمایا تم معاف کرو کہ تمہیں اتنی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ (الریاض النضرۃ ص ۲۶)

خبرِ شہادت

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی غیب داں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے یہ علم ہو چکا تھا کہ آپ کو شہادت کی موت نصیب ہو گی۔ جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ ایک روز حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جبلِ احد پر تشریف فرما تھے۔ آپ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے جونہی آپ نے جبلِ احد پر قدم رکھا تو پہاڑ نے ہلنا شروع کر دیا۔ تبی اکرم شہنشاہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قدم مبارک سے پہاڑ کو ٹھوکر لگائی اور فرمایا،

اُثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِیٌّ وَّ صِدِّيْقٌ وَّ شَهِيْدَانِ (بخاری ص ۵۲۱ ج ۱)

اے احد ٹھہر جا اس وقت تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔

مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمانِ عالی کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ یقین کامل تھا کہ انہیں شہادت نصیب ہو گی۔ لیکن وہ یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شَهَادَةً فِیْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ

اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے موت مدینہ منورہ میں دے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شوقِ شہادت کے ساتھ یہ بھی تمنا تھی کہ اے اللہ! مجھے شہادت کی موت نصیب فرما اور شہادت بھی کوئے حبیب میں آئے۔ آخر کار فرمانِ رسول اور دعائے فاروق اعظم کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔

شہادت فاروق اعظم

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم مدینہ منورہ کے بازاروں [illegible] کے لیے نکلے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ

کا ابولؤلؤ نامی غلام آپ کی خدمت میں پیش ہوا اور کہنے لگا کہ مغیرہ سے فرمایئے کہ میرے خراج میں کمی فرمادے۔ میں ایک دینار روزانہ ادا نہیں کر سکتا۔ آپ نے اس کے کام کے بارے میں اس سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ بڑا ہنرمند غلام ہے۔ تو فرمایا: ایسے ہنرمند اور ماہر غلام سے ایک دینار یومیہ لینا کوئی زیادتی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: "تم ایک اچھے کاریگر ہو، ہمیں ایک چکی بنا دو" ابولؤلؤ نے جواب میں کہا: "میں ایک ایسی چکی بناؤں گا جس کی شہرت شرق سے غرب تک ہوگی۔" فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے اس جواب سے بخوبی اندازہ ہوگیا کہ عجمی غلام انہیں دھمکی دے گیا ہے، مگر آپ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح اس دشمن کو تختۂ دار پر لٹکا دیں۔

آخرکار ایک دن آپ نمازِ فجر کی امامت فرما رہے تھے، پیچھے صحابہ کرام کی صفیں ایستادہ تھیں۔ حالتِ نماز ہی میں ایک ازلی بدباطن خنجر بکف آگے بڑھا اور آپ پر وار کر دیا۔ آپ غش کھا کر زمین پر گر گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور نمازِ فجر ادا ہوئی۔ پھر آپ کو اٹھایا گیا۔ ادھر وہ شقی اپنا کام تمام کر کے وحشیوں کی طرح خنجر لہراتا ہوا بھاگ نکلا دائیں بائیں لوگوں کو زخمی کرتا گیا۔ تیرہ شخص اس کے وار کا نشانہ بنے جن میں سے سات موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ پھر ایک شخص نے اس پر اپنی چادر ڈال کر اسے اپنے قبضے میں لیا۔ اس بدبخت نے گرفتاری کے خوف سے اپنے گلے پر خنجر کا وار کر کے خودکشی کر لی۔

جناب سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ذرا دیکھو مجھ پر کس نے حملہ کیا ہے؟ انہوں نے پتہ کر کے عرض کی ابولؤلؤ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں ہوئی۔ پھر آپ کو گھر لے جایا گیا اور چھوہاروں کا پانی پلایا گیا مگر وہ پیٹ میں نہ ٹھہر سکا۔ اس کے بعد دودھ پلایا گیا وہ بھی باہر نکل گیا۔ لوگ آپ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے

اسی حالت میں ایک جوان شخص آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:
"آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہو، اس لیے کہ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبتِ خاص اور قبولِ اسلام میں افضلیت حاصل ہے اور اس سے آپ بھی بخوبی واقف ہیں۔ آپ نے اپنی خلافت میں عدل وانصاف کیا۔ آخرکار آپ شہید ہوں گے۔"

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میری یہ خواہش ہے کہ میرے گناہ اور نیکیوں کو برابر کر دیا جائے۔

چنانچہ جب وہ واپس جانے لگا تو اس کا تہبند زمین پر لٹک رہا تھا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس لڑکے کو بلاؤ، چنانچہ وہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

اِرْفَعْ ثَوْبَكَ فَاِنَّهٗ اَنْقٰى لِثَوْبِكَ وَاَتْقٰى لِرَبِّكَ	اپنا کپڑا اونچا کر لو، اس سے ایک تو کپڑا خراب ہونے سے بچے گا، دوسرا خداوند تمہاری پرہیزگاری کو پسند فرمائے گا
(بخاری صفحہ ۵۲۴ ج ۲)	

آپ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلایا اور فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ عمر بن خطاب اپنے دوستوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین کے دروازہ پر پہنچے اور اندر آنے کی اجازت حاصل کی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ آپ رو رہی ہیں۔ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی تو انہوں نے جواب میں فرمایا: "یہ قبر کی جگہ تو میں اپنے لیے رکھی تھی، لیکن آج میں عمر کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔"

یہ مسرت آمیز پیغام لے کر حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واپس گھر پہنچے تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، اس لیے کہ ان کے لیے سب سے اہم مسئلہ یہی تھا کہ پہلوئے محبوب میں جگہ مل جائے

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بیٹا! جب میرا جنازہ تیار ہوجائے تو دوبارہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت طلب کرنا۔ اگر وہ بخوشی اجازت دے دیں تو مجھے میرے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس دفن کر دینا، ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ ۲۳ھ ماہِ ذوالحجہ میں آپ پر ابولؤلؤ نے خنجر کا وار کیا تھا۔ اسی زخمِ کاری سے یکم محرم ۲۴ھ بروز اتوار آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

پھر وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے پاس پہنچ کر دفن کرنے کی دوبارہ اجازت حاصل کی گئی اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا جو ان سے پہلے سیدالکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو میں دفن ہیں ؎

شان صدیق و فاروق دا کی دساں
کیتا اللہ نے جہاں دا اجالے شاں
سبز گنبد دے اندر جو نکی دی سی تھاں
کملی والے دے یاراں دے کم آ گئی!

وما علینا الا البلاغ المبین

سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِی الْمَجْدِ وَالثَّنَاءِ۔ وَالْعِزِّ وَالْبَقَاءِ۔ وَالرِّفْعَةِ وَالْعُلَاءِ۔ وَالْعَظَمَةِ وَالْکِبْرِیَاءِ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی۔ خَاتِمِ الْاَنْبِیَاءِ۔ وَاِمَامِ الْاَتْقِیَاءِ وَالْاَصْفِیَاءِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الذَّاکِرِیْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا فِی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ۔ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ۔

اللہ سے کیا پیار ہے عثمانِ غنی کا
محبوبِ خدا یار ہے عثمانِ غنی کا

رنگین وہ رخسار ہے عثمانِ غنی کا
بلبل گلِ گلزار ہے عثمانِ غنی کا

گرمی پہ یہ بازار ہے عثمانِ غنی کا
اللہ خریدار ہے عثمانِ غنی کا

کیا لعل شکربار ہے عثمانِ غنی کا
قند ایک نمک خوار ہے عثمانِ غنی کا

سرکار عطا پاش ہے عثمانِ غنی کی
دربار دُرربار ہے عثمانِ غنی کا

بیمار ہے جس کو نہیں آزارِ محبت
اچھا ہے جو بیمار ہے عثمانِ غنی کا

[illegible]
[illegible] ہے عثمانِ غنی کا

سامعین کرام! اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں ملت والوں میں پیدا فرمایا۔ ہم محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے محب اور غلام ہیں۔ ہم ہر اس چیز سے محبت کرتے ہیں جس کا تعلق سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہو۔ ہم ہر اس شخص سے عقیدت رکھتے ہیں جس کا تعلق شہِ ہردوسرا سے ہو۔ ہمارے نزدیک محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گلی کوچوں میں پھرنے والے جانور بھی عظمت والے ہیں۔ ہمیں کوئے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس گلیوں میں رہنے والے کتوں سے بھی پیار ہے۔ حضرت بیدم وارثی عرض کرتے ہیں ؎

سگِ طیبہ مجھے سب کہہ کے پکاریں بیدم
یہی رکھیو مری پہچان مدینے والے

سرکارِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ عرض کرتے ہیں ؎

تجھ سے در، در سے سگ، سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

مدینہ منورہ کی گلی کے کتے کی عظمت پوچھنا ہے تو حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھیے۔ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھیے۔ حضرت محدث علی پوری پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھو۔

محدث علی پوری

مدینہ منورہ میں ایک جگہ پر حجاج کرام کی دعوت تھی جب لوگ کھانا کھا رہے تھے تو ایک کتا آ گیا۔ کسی نے اس کی ٹانگ پر پتھر مار کر زخمی کر دیا اور وہ تڑپتا ہوا وہاں سے بھاگا۔ حافظ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی دعوت میں موجود تھے۔ آپ نے یہ منظر دیکھا تو تڑپ گئے اور اس کتے کے پیچھے بھاگے اور کیا دیکھتے ہیں کہ اس کی ٹانگ پر زخم ہے تو حضرت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے سر سے دستارِ مبارک اتاری اور اسے پھاڑ کر کتے کی ٹانگ پر پٹی باندھ

بزرگو، دوستو! حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام صحابہ کرام شان والے ہیں مگر ان میں چند نفوسِ قدسیہ ایسے ہیں جنہیں بارگاہِ خداوندی اور دربارِ مصطفوی میں خصوصی مقام حاصل ہے۔ ان میں سے ایک سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عالی مرتبت صحابی ہیں جن کا نکاح یکے بعد دیگرے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو صاحبزادیوں سے ہوا اور یہ وہ طرۂ امتیاز ہے جو اور کسی صحابی کو حاصل نہیں ہوا۔ اسی نسبت سے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ اسی لیے تو سرکارِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

کون عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟

جنہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا داماد بننے کا شرف حاصل ہوا، اور محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء نے اپنے ہاتھ کو عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ فرمایا ؎

دستِ خدا ہے حبیبِ خدا جو کہ یداللہ تھا
ہاتھ بنا ہے آپ کا آپ وہ ذیشان ہیں

حضور تاجدارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ مقدس کے متعلق فرمایا یہ عثمانِ غنی کا ہاتھ ہے جیسا کہ احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے۔

بیعتِ رضوان

سنہ ۶ ہجری میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم چودہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ہمراہ مکہ معظمہ کی طرف عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ جب یہ مقدس قافلہ مقامِ حدیبیہ پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ مشرکینِ مکہ اس مقدس قافلہ کے ساتھ لڑائی کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ یہ خبر سن کر حضور تاجدارِ انبیاء حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرکینِ مکہ کے

کے ساتھ بات چیت کرنے کے لیے مکہ معظمہ کی طرف بھیجا، چنانچہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ پہنچے اور اہل مکہ سے فرمایا میرے آقا و مولا حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب پاک تمہارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے، بلکہ صرف اور صرف عمرہ کی ادائیگی کے لیے آتے ہیں، اس لیے تم ہمارا راستہ نہ روکو، مشرکین مکہ نے کہا اے عثمان! اگر تم عمرہ کرنا چاہو تو تمہیں اجازت ہے، مگر ہم مسلمانوں کو اور ان کے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اس پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو پھر میں اپنے آقا و مولیٰ کے بغیر طواف کعبہ نہیں کر سکتا۔ اس پر وہ برہم ہو گئے اور انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ میں روک لیا۔ ادھر مسلمانوں کے قافلہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرکین مکہ نے شہید کر دیا ہے۔ اس خبر کو سن کر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بے سروسامان جمعیت سے جاں نثاری کی بیعت لی جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ — بلاشبہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہو گیا۔

اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ — جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کرتے تھے۔

باری باری تمام اصحاب رسول بیعت کر رہے تھے۔ جب تمام سے بیعت لے لی گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا،

ھٰذِہٖ یَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِھَا عَلٰی یَدِہٖ وَقَالَ ھٰذِہٖ لِعُثْمَانَ (بخاری، مشکوٰۃ ص۵۶۱) — یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے۔

اس فرمان رسول سے دو مسئلے حل ہوتے ایک یہ کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ میرا عثمان زندہ ہے اس لیے کہ بیعت زندہ کی ہوتی ہے مردہ کی نہیں۔ دوسرا یہ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے ہاتھ کو دست عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہے، جیسے کہ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ( )	وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

اس آیۂ مطہرہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل و علا نے یہ اعلان فرما دیا کہ اے محبوب! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، جو تمہاری بیعت کرتے ہیں، وہ تمہاری بیعت ہی نہیں کرتے وہ در اصل رب العالمین جل شانہ کی بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر تمہارا دستِ اقدس ہی نہیں بلکہ خالقِ دوجہاں کا دستِ قدرت ہے۔

سامعین کرام! سیدنا عثمانِ غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کو سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا ہاتھ فرمایا اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ اقدس کو اللہ کریم نے اپنا دستِ قدرت فرمایا ہے ؎

دستِ خدا ہے حبیبِ خدا جو کہ یداللہ تھا
ہاتھ بنا ہے آپ کا، آپ وہ ذیشان ہیں

حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں ؎

اللہ سے کیا پیار ہے عثمانِ غنی کا
محبوب خدا یار ہے عثمانِ غنی کا
گرمی پہ یہ بازار ہے عثمانِ غنی کا
اللہ خریدار ہے عثمانِ غنی کا

کون عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟

جو منبعِ جود و سخا بھی ہیں، معدنِ حلم و حیا بھی۔ انور امادِ نبی بھی ہیں اور ہم زلف علی بھی۔ جو جامعِ قرآن بھی ہیں، ناصرِ ایمان بھی۔ جو امیر المومنین بھی ہیں اور امام المجاہدین بھی۔ جو ذوالنورین بھی ہیں، مجمع البحرین بھی۔

کون عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؟

جو قرآن کریم کے قاری بھی ہیں، مسجد کے نمازی بھی۔ بیر کعبہ کے حاجی بھی ہیں اور میدانِ جہاد کے غازی بھی۔ جو عدالت کے قاضی بھی ہیں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابی بھی۔ جو علم و عمل، قال و حال، گفتار و رفتار، سیرت و کردار، ظاہر و باطن میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر کامل تھے۔ جو مال اور جانی قربانی اور ایمانی فراست اور قلبی بصیرت اور روحانی تربیت میں بے مثل و بے مثال تھے۔

کون عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؟

جن کے جنتی ہونے کی خبر دنیا ہی میں مخبر صادق اور نبی غیب داں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح دی:

وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ (مشکوٰۃ)	اور عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنتی ہے۔
لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ وَرَفِيقِي يَعْنِي	ہر نبی کا کوئی رفیق ہوتا ہے، میرے رفیق یعنی
فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانُ (مشکوٰۃ ص۵۶۰)	جنت میں عثمان ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا عثمان جنتی ہے اور جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ اللہ اللہ! قربان جاؤں عظمتِ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کہ جنہوں نے دنیا ہی میں اپنا سب کچھ رضائے خدا اور رضائے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نثار کر کے دونوں جہان کی نعمتوں کو حاصل کر لیا۔ "الامن والعلیٰ" میں سرکارِ اعلیٰ حضرتِ عظیم البرکت علیہ الرحمۃ بحوالہ طبرانی بیان فرماتے ہیں:

بیر رومہ

حضور نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے تو مدینہ منورہ میں پینے کے پانی کا ایک ہی کنواں تھا جسے بیر رومہ کہا جاتا تھا۔ وہ ایک شخص کی ملکیت تھا اور اس نے اسے اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا تھا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس کنوئیں کے مالک سے فرمایا تھا کہ یہ کنواں میرے ہاتھ جنت کے چشمہ کے عوض

فروخت کرلو۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے بچوں کا گزارہ اسی کنوئیں کی آمدنی سے ہوتا ہے۔ مجھ میں اسے وقف کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اس بات کا علم جب سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوا تو آپ نے اس کنوئیں کے مالک سے پینتیس ہزار روپے کے عوض خرید لیا۔ پھر حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں حاضر ہو کر عرض کی۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا جس طرح
اَتَجْعَلُ لِیْ مِثْلَ الَّذِیْ جَعَلْتَ لَہٗ	آپ اس شخص کو بہشتی چشمہ عطا فرماتے تھے،
عَیْنًا فِی الْجَنَّۃِ اِنِ اشْتَرَیْتُھَا۔	اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو حضور مجھے
(الطبرانی فی الکبیر۔ الامن والعلیٰ)	وہ عطا فرمائیں گے؟

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ مصطفوی میں عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں وہ بیر رومہ اس کے مالک سے خرید کر تمام مسلمانوں کے لیے وقف کر دوں تو کیا وہ مجھے جنتی چشمہ مل جائے گا جس کا وعدہ آپ اس شخص سے فرما رہے تھے؟ اس پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں عثمان وہ تمہیں بھی مل سکتا ہے۔ یہ سن کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے وہ کنواں خرید لیا ہے اور اسے آپ کے سامنے مسلمانوں کے لیے وقف کرتا ہوں۔

سامعین کرام! سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے بیر رومہ خرید کر تمام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا اور اس کے بدلے جنتی چشمے کے حقدار بن گئے۔

جیشِ عسرت

حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیش عسرت یعنی جنگ تبوک کی تیاری کے لیے سامان کی ترغیب دے رہے تھے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوتے اور عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، میں راہ خدا میں سو اونٹ بمعہ سازو سامان پیش کرتا ہوں۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر جنگِ تبوک میں خرچ کرنے کے لیے لوگوں

کو ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دو سو اونٹ بمعہ ساز و سامان راہِ خدا میں پیش کرتا ہوں"۔
اسی طرح جب نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری مرتبہ لوگوں کو رغبت دلائی تو سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تین سو اونٹ بمعہ ساز و سامان اللہ کی راہ میں پیش کرتا ہوں"۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اسی مجلس میں موجود تھا جس میں عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ تبوک کے لیے اتنی مالی قربانی پیش کرنے کا اعلان کیا تھا۔ مزید فرماتے ہیں کہ

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ مِنَ الْمِنْبَرِ وَھُوَ یَقُوْلُ مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ ھٰذِہٖ مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ ھٰذِہٖ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۱)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ منبر سے اتر رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ اس عمل کے بعد عثمان پر کوئی گناہ نہیں وہ جو بھی کریں اس کے بعد عثمان پر کوئی گناہ نہیں، وہ جو بھی کریں۔

اس فرمانِ رسول سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مقام حاصل کر لیا کہ آپ نے فرمایا کہ آج کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کوئی گناہ نہیں وہ جو بھی کریں، یعنی اللہ تعالیٰ انہیں ہر گناہ سے محفوظ رکھے گا۔

جنت خریدلی

حدیث شریف ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں،

اِشْتَرٰی عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجَنَّۃَ مَرَّتَیْنِ یَوْمَ رُوْمَۃَ وَیَوْمَ جَیْشٍ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جنت حاصل کرلی ایک بیر رومہ کے دن

المُشْتَرِقۃ۔ (الصواعق المحرقہ ص۱۱۴ الامن والعلیٰ ص۲۲) اور جیشِ عسرت کے دن۔

سامعین کرام! ان احادیثِ مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مالکِ جنت ہیں، وہ جسے چاہیں عطا کر دیں۔ اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عالی مرتبت صحابی ہیں جنہیں آپ نے جنت عطا فرما دی۔ اب اگر کوئی کالے کپڑوں والا سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنتی ہونے میں شبہ کرے اور ان کی شانِ اقدس میں زبان درازی کرے تو اس طرح وہ بدبخت جہنم میں تو جا سکتا ہے، مگر مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عطا کی ہوئی جنت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں چھین سکتا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے میں شک کرنے والو! سنو یہ تو وہ محبوب ہیں جو محبوبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی محبوب ہیں۔

حیاءِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت طلب کی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی حالت میں بیٹھے رہے۔ انہوں نے کچھ بات چیت کی۔ پھر حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت مانگی۔ انہیں بھی اجازت دے دی گئی، انہوں نے بھی کچھ گفتگو کی۔ پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت مانگی تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے اور انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی کہ حضرت ابوبکر آئے آپ نے ان کے لیے جنبش نہ فرمائی، پھر حضرت عمر کے لیے بھی جنبش نہ فرمائی (یعنی اسی طرح لیٹے رہے) مگر جب عثمانِ غنی آئے تو آپ نے اپنے کپڑے درست فرما لیے اور اٹھ کر بھی بیٹھ گئے تو اس کے جواب میں سیدِ دو عالم نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ!

اَلَا اَسْتَحِیْ مِنْ رَّجُلٍ تَسْتَحِیْ مِنْهُ الْمَلٰئِکَۃُ (مشکوٰۃ ص۵۶۱)

کیا میں اس شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کریم سے دعا کی کہ اے اللہ میرا عثمان بڑا شرمیلا ہے تو کل قیامت کو اس کا حساب نہ لینا کروہ شرم وحیاء کی وجہ سے تیرے سامنے کھڑے ہو کر حساب نہ دے سکے گا (مرقاۃ ص۳۲۱ ج ۱۱)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنتی ہونے میں شک کرنے والو! سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو اللہ تبارک وتعالیٰ بلا حساب وکتاب جنت میں بھیج دیں گے، بلکہ آپ کی شفاعت سے جہنمی بھی جنتی ہو جائیں گے۔

ستر ہزار جہنمیوں کی بخشش

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے،

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَۃِ عُثْمَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا کُلُّھُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ۔ اَلْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ (الصواعق المحرقہ ص۱۰۹)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان کی شفاعت سے ستر ہزار ایسے آدمی جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے جو کہ آگ کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔

بزرگو دوستو! سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش سے اللہ تبارک وتعالیٰ ستر ہزار دوزخیوں کو بلا حساب وکتاب جنت میں داخل فرمادے گا تو خود اندازہ لگائیں کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت میں کونسا عظیم مقام عطا فرمائے گا، اسی لیے تو جناب سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"عثمان جنت میں میرا رفیق ہوگا۔"

اب ان لوگوں کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہیے جو سیدنا عثمان ذوالنورین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض و عناد رکھتے ہیں، اُن کا ٹھکانا بروز قیامت کدھر ہوگا؟

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک آدمی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے، مگر آپ نے جنازہ نہ پڑھایا۔ آپ سے عرض کی گئی اس سے قبل ہم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی کی نمازِ جنازہ نہ پڑھائی ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّهٗ كَانَ يُبْغِضُ عُثْمَانَ (ترمذی ص ۲۱۲) وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا

حضرت عثمانِ غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض رکھنے والو! اب سوچو کہ دربارِ رسول میں تمہیں کیا مقام حاصل ہوگا؟ اب بھی وقت ہے کہ توبہ کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے اور محبوب صحابی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محب اور غلام بن جاؤ۔ اس شمعِ رسالت کے پروانے سے اپنا تعلق قائم کرو جس نے اپنا سب کچھ قربان کر کے محبوبِ کبریا، مالکِ ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ سے دونوں جہان کی نعمتوں اور عظمتوں سے اپنے دامن کو بھر لیا۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محب کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ کے ہر محب کے لیے دل میں محبت رکھے۔ محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو محبوبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء سے محبت تھی اس سے کون آشنا نہیں۔ جب آپ نے کلمہ طیبہ پڑھا تو آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے آپ کو پکڑا اور ایک کمرے میں بند کر دیا اور کہا تم نے اپنے باپ دادا کا مذہب ترک کر کے نیا دین اختیار کیا ہے۔ اے عثمان! جب تک تو اس نئے دین کو نہیں چھوڑے گا میں اس وقت تک تجھے اپنی قید میں رکھوں گا۔ مگر آپ کے قلبِ مطہر میں محبتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پختگی کے ساتھ رچ بس چکی تھی کہ آپ نے فرمایا: اے چچا! تیرا جو جی چاہے کر لے مگر میں دینِ اسلام نہیں چھوڑوں گا۔ آخر کار مجبور ہو کر اسے آپ کو رہا کرنا پڑا۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جو محبتِ کاملہ تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔

دعوتِ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مرتبہ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دوعالم نورِ مجسم شفیعِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ غریب خانہ پر تشریف لائیں۔ حضور نے منظور فرمالیا۔ چنانچہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کاشانۂ نبوت سے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف چلے تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے پیچھے چلے آرہے ہیں، اور آپ کے قدم مبارک کی گنتی کر رہے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اے عثمان! تم میرے قدموں کی گنتی کس لیے کر رہے ہو؟" عرض کیا "آقا! میں آپ کے قدم مبارک اس لیے شمار کر رہا ہوں کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ آپ کے درِ دولت سے لے کر میرے غریب خانے تک آپ کے جتنے قدم زمین پر پڑیں، میں اتنے ہی غلام آزاد کر دوں۔" (جامع المعجزات صہ ۶۵)

یہ تھی محبتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک جھلک۔ اب ذرا اس محبت کا نظارا بھی کیجیے جو آپ کو اللہ رب العالمین سے ہے:

سخاوت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑ گیا۔ غلہ کی قلت کی وجہ سے لوگ بیحد پریشان تھے۔ ایک دن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی آج دور فرما دے گا۔ چنانچہ اسی روز سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوئے لے کر آگئے۔ مدینہ منورہ کے سبھی تاجر حضرات خریداری کے لیے سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ غلہ ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ آپ [illegible] فیصد تک منافع دینے

کی پیشکش کی۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے زیادہ منافع ملتا ہے۔ تاجروں نے کہا مدینے کے تاجر تو ہم ہی ہیں۔ ہم سے زیادہ نفع کون دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے ایک روپے پر دس روپے منافع ملتا ہے۔ اگر تم دے سکتے ہو تو لے لو۔" انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ آپ نے وہ سارا غلہ خدا تعالیٰ کے نامِ اقدس پر مدینہ منورہ کے تمام غرباء میں تقسیم کر دیا۔

محبِ خدا اور جاں نثارِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت و رفعت پہ قربان جاؤں کہ جس نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور محبت اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت و رفاقت میں گزاری۔ جب آپ کی شہادت کا وقت آیا تو اس وقت بھی آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھے، اور یادِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں گم تھے۔

شہادت

مخبرِ صادق نبی غیب داں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کی شہادت کی خبر پہلے ہی ارشاد فرما چکے تھے۔

چنانچہ جب اس فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پورا ہونے کا وقت آیا تو ابن سبا یہودی کی سازش سے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار جمعہ کا دن تھا۔ آپ روزہ سے تھے۔ خواب میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا دیدار نصیب ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "اے عثمان! جلدی کرو ہم تمہارے ساتھ افطار کے منتظر ہیں۔"

سیدنا عثمانِ غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنکھ کھولی تو فرمایا: "اب میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔"

جن نابکار باغیوں نے آپ کے مکان کو گھیرے میں لے رکھا تھا، دیواریں پھلانگ کر گھر میں داخل [illegible] اللہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔

باغیوں سے آپ نے فرمایا تم سخت غلطی کر رہے ہو اگر تم نے مجھے شہید کر دیا تو مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے گا۔ آپ کے فرمانِ عالیہ کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور انہوں نے آپ پر کاری وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ آپنے کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا اور آپ کے خون کے قطرے قرآن کریم کی آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر گرے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

بزرگو دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سید الانبیاء محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی محبت اور آپ کے ہر محبوب صحابی کی محبت نصیب فرمائے اور بروز قیامت سیدنا عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفاعت نصیب فرمائے آمین ثم آمین! بحرمت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔

کتابت: محمد عاشق حسین ہاشمی
چنیوٹ

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ

تاجدار مصر

تالیف:- قاری محمد الدین نعیمی

حضرت یوسف علیہ السلام کی مقدس سیرت پر بہترین کاوش۔ ایک درد و الم کی داستان جسے قرآن و احادیث۔ کتب تواریخ و سیر اور عربی فارسی۔ اردو پنجابی اشعار سے مزین کیا گیا ہے۔

سائز ۲۲×۱۸ / ۸
صفحات (۲۰۰)

اعلیٰ کتابت
آفسٹ طباعت

ناشر

مکتبہ نعیمیہ رضویہ

سنی [illegible] رضا آباد فیصل آباد

الخطیب
بارہ ماہ کی تقریروں
کا بے نظیر مجموعہ
الخطیب
المعروف تاجدار مصر
الخطیب
المعروف انوار خطابت
الخطیب
فوائد مکیہ
التجوید
ضیاء القرآن پبلیکیشنز
051-5552781
041-626046
051-5558320